



صلى الله عليه وآله وسلم

سیرت مصطفیٰ

اور

حصری سائنس

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ
الہ آبادی پٹی



<http://t.me/Tehqiqat>

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وآلِهِ وَسَلَّمَ

سیرتِ مُصْطَفٰ

اور

عصری سائنسی تحقیق

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ

ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

بزمِ رضویہ (رجسٹرڈ) لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب :	سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور عصری سائنسی تحقیق
مصنف :	ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ
	بی۔ ایس سی (پنجاب) ایم۔ اے (علوم اسلامیہ) ایم۔ اے (اردو) ایم۔ اے (تاریخ) پی ایچ۔ ڈی (اسلامک لونگ)
موضوع :	سیرت طیبہ اور سائنس کا تقابلی مطالعہ
پروف ریڈنگ :	سیدہ صبا سلطان
	بی۔ ایس سی (پنجاب) ایم۔ اے (اسلامک ایجوکیشن)
نگران طباعت :	محمد سلیم جلالی
کمپوزنگ اینڈ فارمیشن :	امیج گرافس 53- ایف شمع پلازہ فیروز پور روڈ لاہور
مطبع :	اشیتاق احمد، مشتاق پرنٹرز لاہور
اشاعتِ اول :	مئی ۲۰۰۰ء / صفر ۱۴۲۱ھ
صفحات :	292
تعداد :	۱۰۰۰
ہدیہ :	روپے
ناشر :	بزمِ رضویہ (رجسٹرڈ) ۷/۳/۱۴، داتا نگر، بادامی باغ لاہور
	پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۰۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترتیبِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱-	وحیٰ اوّل کی سائنسی اہمیت	5
۲-	معراج النبی ﷺ اور جدید سائنس	28
۳-	رسول اللہ ﷺ کی جسمانی و نفسیاتی صحت	39
۴-	ورزش اور کھیل پیغمبر اسلام ﷺ کی نظر میں	56
۵-	مردم شماری۔۔۔ تعمیل ارشادِ مصطفیٰ ﷺ	72
۶-	تخلّصِ جنگلی حیات سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	77
۷-	شجر کاری قرآن و حدیث کی روشنی میں	97
۸-	آتش زدگی سے بچاؤ کے لیے ہدایات نبوی ﷺ	111
۹-	وضو کی سنت کے طبی فوائد	115
۱۰-	حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے طبی فوائد	131
۱۱-	اقامتِ صلوٰۃ۔۔۔۔۔ نفسیاتی عوارض کا علاج	148
۱۲-	روزہ اور انسانی صحت	158

- 178 جراثیم اور متعدی امراض سے بچاؤ (سنتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں) -۱۳
- 230 عہدِ نبوی ﷺ میں زمانہ نرسنگ -۱۴
- 243 سنتِ رسول ﷺ کے مطابق کڑوم گزیدہ کا علاج -۱۵
- 248 ارشاداتِ رسول ﷺ اور سرجری -۱۶
- 255 رضاعتِ قرآن و حدیث اور میڈیکل سائنس کی روشنی میں -۱۷

<http://t.me/Tehqiqat>

باب اول

وحیِ اول کی سائنسی اہمیت

قرآن کریم ایسی الہامی کتاب ہے جو خلاق عالمین جل جلالہ نے اپنے عبدِ مکرم، نبی معظم، رسولِ محترم، نورِ مجسم ﷺ پر نازل فرمائی۔ چونکہ یہ انسانی ہدایت کے لیے علام الغیوب، علیم وخبیر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے وہ پیغام ہے جسے حضرت جبریل امین علیہ السلام وحی کی شکل میں حضور ختمی المرتبت ﷺ کے پاس لائے جسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتابت جاننے والے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو املا کرادیا۔ چنانچہ قرآنی الفاظ کو بالکل ویسے ہی محفوظ کر لیا گیا جس طرح ان کا نزول ہوا تھا اس کے بعد قرآن پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مساعیٰ جلیلہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ چونکہ فرقان حمید اللہ جل جلالہ کی نازل کردہ کتاب ہے اس لیے اس کی ہر بات حق ہے۔ چونکہ سائنس تحقیق کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کا نام ہے اس لیے جب یہ تجربہ و مشاہدہ کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت کو جان لیتی ہے تو پھر قرآن اور سائنس میں تضاد کے بجائے ہم آہنگی آشکار ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کی وحیِ اول میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ یہ حقیقت انسانی تخلیق سے متعلق ہے۔ اس سے پہلے کہ ان آیات کا ذکر کیا جائے، وحیِ اول کے الفاظ کے بارے میں مفسرین کرام کے اختلاف کو بیان کرنا ضروری ہے مولانا ابوالکلام آزاد نے اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے ”سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی“

پھر سورہ قلم یا سب سے پہلے سورہ علق نازل ہوئی، پھر سورہ قلم یا سب سے پہلے سورہ المدثر نازل ہوئی یا اولیت استعاذہ کو حاصل ہے یا اجلہ تابعین مثلاً حسن اور عکرمہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اتری (1)۔ علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ) نے ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں نزول میں اولیت سے متعلق چار اقوال لکھے ہیں۔ پہلا قول سورہ العلق، دوسرا سورہ المدثر، تیسرا سورہ الفاتحہ اور چوتھا تسمیہ کے نزول سے متعلق ہے لیکن انہوں نے سورہ علق کی آیات کی نزول اولیت کو ثابت کیا ہے۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ کے مطابق قرآن کے سب سے پہلے نازل ہونے والے حصہ کے بارے میں کئی مختلف قول آئے ہیں۔ قول اول جو صحیح بھی ہے، یہ ہے کہ سب سے اول ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ“ کا نزول ہوا (2)۔ حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے الدلائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح بتایا ہے کہ قرآن کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ“ ہے اور طبرانی نے اپنی کتاب الکبیر میں ابی رجا العطاری سے اپنی سند کے ساتھ جس میں صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں، روایت کی ہے کہ عطاردی نے کہا ”ابو موسیٰ ہم کو قرأت قرآن سکھانے کے وقت حلقہ باندھ کر بٹھاتے تھے اور خود دو سفید و شفاف کپڑے پہن کر وسط میں بیٹھتے اور جس وقت وہ اس سورہ ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ“ کو پڑھتے تو کہا کرتے ”یہ پہلی سورہ ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی“ (3)۔

ابو عبیدہ نے اپنی کتاب ”فضائل القرآن“ میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرحمن نے اور اس سے سفیان نے بواسطہ ابن ابی نجیح مجاہد سے روایت کی ہے کہ مجاہد نے کہا ”قرآن کا جو حصہ سب سے پہلے نازل ہوا، وہ ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ“ اور ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ہے (4)۔ کشاف میں آیا ہے کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اور مجاہد (رحمۃ اللہ علیہ) تو اس طرف گئے ہیں کہ سب سے پہلے جس سورہ کا نزول ہوا، وہ سورہ ”اقْرَأْ“ تھی (5)۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اور مفسرین نے قول اول (سورہ اقرأ سے متعلق) ہی اختیار کیا ہے (6)۔ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے ”تفسیر مظہری“ میں لکھا ہے کہ بغوی نے اپنی سند سے حضرت عائشہ

(7)

رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے سورۃ ابراہیم نازل ہوئی۔ اکثر اہل تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے (7)۔ انہوں نے سورۃ علق، المدثر اور الفاتحہ سے متعلق روایات میں تطبیق قائم کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے۔ ”صحیح اول روایت ہے۔ بغوی نے کہا وہی درست ہے اور جمہور سلف و خلف کا اسی پر اجماع ہے۔ المدثر کو جو نزول میں اول کہا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وحی کے عارضی انقطاع کے بعد سب سے پہلے المدثر نازل ہوئی اور سورۃ فاتحہ کی اولیت کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے پوری سورۃ یہی نازل ہوئی“ (8)۔

نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کی طرح تطبیق قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن نزول میں اولیت سورۃ ابراہیم کی مانی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ ”اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کی کون سی سورۃ نازل ہوئی ہے..... جمہور علماء اور مفسرین کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۃ ابراہیم نازل ہوئی ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ یا ایہا المدثر ہے۔ گویہ قول بہت کمزور ہونے کی وجہ سے قابل اعتنا نہیں ہے لیکن ملا علی قاری نے اس ضمن میں جو لکھا ہے، اس سے ان دونوں اقوال کے درمیان بڑی تکلیف تطبیق ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے میرے نزدیک یہ کہنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ ابراہیم تو حقیقی پہلی سورۃ اور یا ایہا المدثر اضافی پہلی سورۃ ہے۔ یعنی پہلی وحی (سورۃ ابراہیم) نازل ہونے کے بعد نزول وحی کا جو سلسلہ کچھ عرصہ کے لیے منقطع ہو گیا تھا اور پھر یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا تو اس وقت سب سے پہلے یا ایہا المدثر نازل ہوئی“ (9)۔

مولانا محمد مالک کاندھلوی بھی سورۃ المدثر کی اولیت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے فترۃ الوحی کے بعد نازل ہونے والی پہلی سورۃ قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ”بعض حضرات نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ قرآن میں سب سے اول نازل ہونے والی آیات یا ایہا المدثر قم فانذر ہیں اور اس کی نسبت حضرت جابر رضی اللہ عنہ، کی طرف ہے۔ امام بخاری نے نہایت لطیف انداز میں اس اشکال کو حل فرمادیا۔ ابن شہاب زہری کی تعلیق نقل کرتے ہوئے ان کی سند

سے یہ لفظ ظاہر کر دیا۔

وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فِتْرَةِ الْوَحْيِ۔ (حضرت) جابر (رضی اللہ عنہ) اس قصہ میں فترت وحی یعنی وحی کی ابتداء کے بعد کچھ عرصہ تک سلسلہ وحی رُک جانے کا قصہ بیان کر رہے تھے۔ یعنی حضرت جابر یہ بیان فرما رہے تھے کہ وحی کی ابتدا ہو چکنے کے پونے تین سال جو مدت فترۃ الوحی (یعنی انقطاع سلسلہ وحی) کی گذری، اس کے بعد سب سے پہلے آیات یا ایہا المدثر قم فانذر نازل ہوئیں تو معلوم ہوا کہ ان آیات کی اولیت مطلقہ مقصود بیان نہیں بلکہ بعد فترت وحی سب سے پہلے نازل ہونے کی حیثیت بیان کی ہے“ (10)۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اولیت تنزیل کے مسئلے پر تین اقوال نقل کیے ہیں جو انہی کے الفاظ میں نقل کیے جاتے ہیں۔

قول اول: اقرأ باسم ربك الذي خلق“۔۔۔ سب سے پہلی ندا تھی جو آنحضرت ﷺ کو کی گئی۔۔۔۔۔۔ یہ پہلی وحی صرف افتتاح والنجار تھا اور اس کے ذریعے محض اعلان نبوت مقصود تھا۔ لہذا بعثت و اعلان نبوت کے اعتبار سے یہی وحی نزول قرآن میں شرف اولیت سے ہمکنار ہوئی۔

قول ثانی: ”یا ایہا المدثر ۵ قم فانذر“ یہ وہ ندا تھی جس نے ”اذہب الی فرعون انه طغی“ کی مانند حضور علیہ السلام کو فریضہ رسالت کا بار مقدس عطا کر دیا۔ اس وحی سے آپ (ﷺ) کی رسالت کا آغاز ہوا، اور آپ (ﷺ) اپنی قوم پر تبلیغ و تنذیر کے لیے مامور کر دیئے گئے۔

لہذا النجار تو نبوت کے بعد حکم رسالت کے اعتبار سے یہی وحی نزول قرآن میں شرف اولیت سے ہمکنار ہوئی۔

قول ثالث: پہلے دونوں اقوال میں مذکور اولیت صرف نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے انجاء و انبعاث کے حوالے سے تھی۔ ان کا تعلق حضور علیہ السلام کے

ذاتی مدارج و مناقب سے تھا۔ جب یہ کام ہو چکا تو اب فی الواقع سلسلہ تبلیغ کا آغاز مقصود تھا۔ چنانچہ فریضہ رسالت پر مامور ہو جانے کے بعد سب سے پہلے جو سورہ نازل کی گئی، وہ سورہ فاتحہ تھی (11)

مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ نزول قرآن میں اولیت کا شرف سورہ اقرأ کو ہی حاصل ہے، لیکن اس میں بھی مفسرین و علماء میں اختلاف ہے کہ مذکورہ سورہ کی کتنی آیات وحی اول کے دوران نازل ہوئیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی سورہ علق کی اولیت تنزیل کے قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے ”تدبر قرآن“ میں لکھا ہے ”اس کے زمانہ“ نزول کے متعلق مشہور قول تو یہ ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے یہی سورہ نازل ہوئی۔ بعض پوری سورہ کو سب سے پہلے نازل ہونے والی قرار دیتے ہیں لیکن اکثریت پوری سورہ کو نہیں بلکہ اس کی صرف ابتدائی پانچ آیتوں کو یہ درجہ دیتی ہے۔ اس قول کی بنیاد صحیحین کی ایک روایت پر ہے...

میرے نزدیک یہ پوری سورہ بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہے، اس کی ابتدائی پانچ آیتوں کا مزاج بھی بعد کی آیتوں سے کچھ مختلف نہیں ہے، سورہ کا انداز خطاب و کلام اتنا تیز و تند ہے کہ بالکل پہلی ہی سورہ میں یہ انداز سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اختیار فرمایا گیا۔ علاوہ ازیں سورہ کے الفاظ میں کوئی قرینہ یا اشارہ ایسا موجود نہیں ہے جس سے دو الگ الگ قسطوں میں نازل ہونا معلوم ہوتا ہو“ (12)۔

مولانا اصلاحی کے محولہ بالا اقتباس دو نتائج اخذ کیئے جاسکتے ہیں اولاً یہ کہ سورہ علق (مکمل یا اس کی ابتدائی آیات) کو تنزیل میں اولیت کا شرف حاصل نہیں۔ ثانیاً یہ سورہ جب کبھی نازل ہوئی، مکمل نازل ہوئی کیونکہ مولانا اس پوری سورت کو ایک یونٹ سمجھتے ہیں۔ جہاں تک سورہ علق کو ایک اکائی یا وحدت قرار دینے کی بات ہے تو یہ بات انہوں نے کسی ایک سورہ تک محدود نہیں رکھی بلکہ اپنے استاد مولانا حمید الدین فراہی کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے ہر سورہ کو ایک یونٹ قرار دینے کا تصور پیش کیا ہے۔ مستنصر میر نے یونیورسٹی آف میسیگن (امریکہ) میں مولانا اصلاحی کے پیش کردہ تصور نظم کے متعلق "A study of

Isḥāhī's Concept of Nazm in the Tadabbur-i-Qur`ān کے عنوان

سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے مقالہ پیش کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے۔

The Unity of the Surah should not be construed in a very rigid sense The surah is probably not as rigorously unified as Farahi and Islahi would seem to believe.

If the Qur`anic surah is taken as an organic whole, then the need to rely upon the asbāb an-nuzūl is drastically reduced, for the use of asbab an-nazul as an exegetical aid is largely predicated upon taking a verse-by-verse approach to the verses of the surah. (13)

کسی سورہ کی وحدت کی انتہائی ٹھوس انداز میں نہیں لیا جاسکتا۔ سورتیں شاید اس قدر غیر لچکدار یونٹ نہیں ہیں جس قدر فراہمی اور اصلاحی خیال کرتے ہیں اگر قرآنی سورہ کو ایک نامیاتی اکائی مان لیا جائے تو پھر اسباب النزول پر انحصار کرنے کی ضرورت انتہائی کم رہ جاتی ہے حالانکہ ایک سورہ کی تفسیر کے بجائے ہر آیت کے لیے اسباب النزول کو وسیع پیمانے پر تفسیری معاون مانا جاتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کا ایک سورہ کو ایک یونٹ قرار دینا پھر اس کے حصوں کی الگ الگ تنزیل کا انکار کرنا یا اس کی آیات کا شان نزول کلی طور پر نظر انداز کرنا درست نہیں۔ قرآن پاک کی ہر سورہ کے مضامین میں نظم (Coherence) تلاش کرنا بھی ضروری نہیں جتنا مولانا سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کی مختلف آیات کی ترتیب نزولی اور ترتیب توقیفی میں فرق ہے۔ مولانا اصلاحی نے خود بھی اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

”قرآن اگرچہ جتہ جتہ نازل ہوا ہے لیکن آیات کی ترتیب آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ہوئی۔ آپ ﷺ آیات کی جگہ سورتوں میں متعین فرمادیتے تھے اور کاتبین وحی ان کو ان کی متعینہ جگہوں پر رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے (14)۔“

بخاری شریف میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں سورہ علق کی پہلی تین آیات اور مسلم شریف میں پہلی پانچ آیات کی پہلی وحی کے طور پر تنزیل مذکور ہے۔ راجارشد محمود نے ”نزول وحی“ میں لکھا ہے۔ ”جن سیرت نگاروں نے نزول وحی کی ابتداء کے حوالے سے سورہ علق پہلی پانچ آیتیں نقل کی ہیں ان میں عروہ بن زبیر، ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، امام قسطلانی، عبدالرحمان ابن جوزی، ملا معین واعظ کاشفی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، عبدالرحمان جامی، محمد حسین ہیکل، ابراہیم سیالکوٹی، شبلی نعمانی، قاضی سلمان منصور پوری، ابوالاعلیٰ مودودی، محمد ادریس کاندھلوی، پیر محمد کرم شاہ، احسان الحق سلیمانی، صفی الرحمن مبارک پوری، ابوالحسن علی ندوی، شاہ مصباح الدین شکیل، نواب احمد حسین خاں، عبدالصمد رحمانی، مولوی عبداللہ خان، عبدالحی، قاضی نواب علی وغیرہ شامل ہیں“ (15)۔

مفسرین کرام کی اکثریت اور بعض دیگر علمائے بھی سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو پہلی وحی مانتا ہے۔ علامہ قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ اکثر مفسرین کا خیال کہ سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات مالم یعلم تک سب سے پہلے نازل ہوئیں (16)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں یہی بات لکھی ہے کہ اکثر اہل تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے (17)۔ علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر (18)۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی (19) مولانا عبد الماجد دریاباری (20) مولانا محمد مالک کاندھلوی (21) صدوالا فاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (22) مفتی محمد شفیع (23) جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری (24)۔ شیعہ مفسر مولانا فرمان علی (25) پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری (26) حافظ احمد سعید (27) ڈپٹی نذیر احمد (28) جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن (29) پروفیسر عبدالصمد صارم الازہری (30) اور میاں صدیقی (31) وغیرہ ہم سے سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات تسلیم کیا ہے راجارشد محمود نے ”نزول وحی“ میں جہاں روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں منقول مختلف نکات کا تنقیدی جائزہ کیا ہے اور اسے غلط طور پر

أم المؤمنین رضی اللہ عنہا سے منسوب قرار دیا ہے وہاں سورہ علق کی ابتدائی آیات کو پہلی وحی تسلیم کیا ہے کیونکہ ان کے مطابق سورہ علق والی روایات بکثرت ہیں اور مضبوط ہیں (32)۔

سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کی تنزیل میں اولیت مسلمہ ہے اور کسی اور سورہ کو پہلی وحی قرار دینا مناسب نہیں۔ اس سورہ مبارکہ یا اس کے ابتدائی حصے کو محض اس لیے وحی اول نہ ماننا کہ اس کا انداز خطاب و کلام تند و تیز ہے یا پھر پوری سورہ ایک وحدت سمجھ کر اس کا یکبار نزول بھی شان نزول کی روایات کے بیک جملش قلم مسترد کر دینے کے مترادف ہے۔ کسی مفسر کا اس سورہ کے انداز سے دو الگ الگ قسطوں میں نزول ناممکن سمجھنا بھی بے اصل ہے۔ سورہ علق کے نزول کے متعلق حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے ”یہ سورت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی پانچ آیتیں جبریل امین لے کر پہلی مرتبہ غار حرا میں تشریف لائے۔۔۔ سورت کا دوسرا حصہ بعد میں اس وقت نازل ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی (33)۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے بھی یہی رقم کیا ہے ”اس سورہ کے دو حصے ہیں پہلا حصہ اقراء سے شروع ہو کر پانچویں آیت کے الفاظ ما لم یعلم پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ کلاً ان الانسان لیطغی سے شروع ہو کر آخر سورہ تک ہے۔ پہلے حصے کے متعلق علمائے امت کی عظیم اکثریت متفق ہے کہ یہ سب سے پہلی وحی ہے۔۔۔ دوسرا حصہ بعد میں اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی اور ابو جہل نے آپ کو دھمکیاں دے کر روکنے کی کوشش کی (34)۔

اب وحی اول کا اصل متن ملاحظہ فرمائیں تاکہ ان آیات کا صحیح مفہوم واضح ہو سکے

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ
الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (35)

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ انسان کو علق سے پیدا کیا۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو

لکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ پانچ آیات خلاقِ عالمین کی طرف امت مسلمہ کی راہنمائی کے لیے نازل کردہ پیغام میں اولیت کے شرف کی حامل ہیں۔ انسانی ہدایت کے لیے مہبطِ وحی ﷺ پر ان آیات کی نزول سبقت یقیناً بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق پہلی آیت نے اسلامی الہیات و اخلاقیات کی علمی بنیاد فراہم کی، دوسری آیت نے بیالوجی اور اسمبریا لوجی کی سائنسی اساس بیان کی، تیسری آیت نے انسان کو اسلامی عقیدہ و فلسفہ کی طرف متوجہ کیا، چوتھی آیت نے فلسفہ علم و تعلیم اور ذرائع علم پر روشنی ڈالی اور پانچویں آیت نے علم و معرفت، فکر و فن اور فلسفہ و سائنس کے تمام میدانوں میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھول دیئے (36)۔

مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے ”اگر لفظ اقرء (پڑھ) پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں علم کے منہانج کا تعین بھی کر دیا گیا ہے یعنی علم و تعلم و تعلیم ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔ اقرء کے بعد اگلا لفظ باسم ربك (اپنے رب کے نام سے) علم کی جہت کو متعین کرتا ہے (37)۔ آگے چل کر مولانا مرحوم نے سرچشمہ علم پر بڑی خوبصورت بحث کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

”علم کا سرچشمہ بھی رب ہے اسی نے وحی کے ذریعے تمہیں علم دیا۔ علم الاسماء کے ذریعہ ازل سے لبد تک دریافت ہونے والے علوم کے حصول کی استعداد تمہارے وجود میں رکھ دی۔ لہذا صرف علم بالوحی کو رب کے حوالے سے حاصل نہ کرنا بلکہ دنیا کے تمام علوم کو اسی رب ہی کے حوالے سے دریافت کرنا۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہو رہی ہے کہ انسانی ذہن کے زائدہ علوم اور علم بالوحی کے درمیان مغایرت نہیں ہے بشرطیکہ ان علوم کا سرچشمہ ذات رب کو قرار دیا جائے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بجا نہ ہو گا کہ ہر دو قسم کے علوم دست بدست اور قدم بھدم چلنے چاہیں تاہم مرکزی مقام علم بالوحی کو حاصل ہے اور انسانی علوم علم بالوحی کے خادم اس کے نور سے مستنیر اور وحی کے لیے مثبت ہونے چاہئیں“ (38)۔

مولانا مودودی نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے ”کائنات کی عام تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد خاص طور پر انسان کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس حقیر حالت سے اس کی تخلیق کی ابتدا کر کے اسے پورا انسان بنایا۔۔۔۔۔ یہ اس کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتدا کر کے اس نے انسان کو صاحب علم بنایا جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے اور صرف صاحب علم ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیمانے پر علم کی اشاعت، ترقی اور نسل بعد نسل اس کے بقا اور تحفظ کا ذریعہ بنا۔ اگر وہ الہامی طور پر قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھٹھر کر رہ جاتی اور اسے نشوونما پانے، پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچانے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا“ (39)۔

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے ”علم بالقلم“ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے ”اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں۔ کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں۔ گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔ کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے“ (40)۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق آخری الہامی کتاب قرآن کا یہ عالم ہے کہ سورہ علق کی صرف پہلی پانچ آیتوں نے فلسفہ کے تمام مسائل کو حل کر دیا ہے۔ اس کائنات کی حقیقتوں کو جاننے کے لئے آج تک تاریخ انسانی میں جتنی فلسفیانہ کوششیں ہوئی ہیں وہ سب قطعیت و حتمیت سے محروم ہیں لیکن قرآن کی جامعیت و قطعیت کا یہ عالم ہے کہ صرف پانچ مختصر فقرات میں فلسفہ کے تمام موضوعات، مسائل، تحقیق اور ان کے حتمی جوابات کی نشاندہی کر دی گئی ہے اب یہ اہل تحقیق کا کام ہے کہ وہ اس رُخ پر ریسرچ کریں اور ان حقائق کی کامل معرفت حاصل کریں (41)۔

قرآن پاک کی وحی اول کی پانچ آیات پر غور فکر کر کے ان کے ایک ایک لفظ کے اسرار

جاننا اہل اسلام کی بہت بڑی ذمہ داری ہے لیکن ہمارے مترجمین و مفسرین سے ان آیات کے معانی جاننے میں تسامع ہوا ہے جس کی بنیادی وجہ ان کی جدید سائنسی علوم سے ناواقفیت ہے۔ اس سورت کی دوسری آیت میں لفظ ”علق“ آیا ہے جس کی وجہ سے اسے سورہ علق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے لیکن اس لفظ کا ترجمہ اردو اور انگریزی میں صحیح نہیں کیا گیا۔ یہاں سورہ علق کی دوسری آیت اور مختلف تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

- | | |
|---|--|
| ابوالکلام آزاد (42)۔ | خون کے لو تھڑے سے انسان کو پیدا کیا |
| علامہ سید امیر علی ملیح آبادی (43)۔ | بنایا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے |
| مولانا شرف علی تھانوی (44)۔ | جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا |
| ابوالاعلیٰ مودودی (45)۔ | جسے ہوئے خون کے ایک لو تھڑے سے انسان کی تخلیق کی |
| عبدالحق الحقانی دہلوی (46)۔ | جس نے آدمی کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا |
| ثناء اللہ امرتسری (47)۔ | انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا |
| مفتی محمد شفیع (48)۔ | بنایا آدمی کو جسے ہوئے خون سے |
| مولانا عبد الماجد دریابادی (49)۔ | جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا |
| ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی (50)۔ | بنایا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے |
| احمد رضا خان بریلوی (51)۔ | آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا |
| پیر محمد کرم شاہ الازہری (52)۔ | پیدا کیا انسان کو جسے ہوئے خون سے |
| مولانا وحید الدین خان (53)۔ | پیدا کیا انسان کو علق سے |
| حمید نسیم (54)۔ | انسان کو لہو کی پھٹکی سے تخلیق کیا |
| خواجہ حسن نظامی (55)۔ | پیدا کیا آدمی کو جسے ہوئے خون سے |
| مولانا حافظ فہیم الدین احمد صدیقی (56)۔ | جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا |
| ڈپٹی نذیر احمد (57)۔ | جس نے آدمی کو گوشت کے لو تھڑے سے بنایا |

- جس نے انسان کو ایک خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا حافظ مولانا احمد سعید (58)۔
- انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا مولانا احمد علی لاہوری (59)۔
- جسے ہوئے خون کے ایک لو تھڑے سے انسان کو پیدا کیا ہے جاوید احمد غامدی (60)۔
- پیدا کیا انسان کو خون کے تھکے سے امین احسن اصلاحی (61)۔
- پیدا کیا انسان کو جسے ہوئے خون سے پروفیسر محمد حسین بٹ (62)۔
- پیدا کیا انسان کو جو نگوں سے (جو آب مرد میں پیدا کی جاتی ہیں) احمد الدین (63)۔
- یا ابتدا کی مادہ حیات سے انسان کو درجہ بدرجہ پیدا کیا مولانا فرمان علی (64)۔
- اسی نے انسان کو جسے ہوئے خون سے پیدا کیا مولانا محمد جونا گڑھی (65)۔
- جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا اس کا یہ عالم ہے کہ اگر یہ وحی کی راہ نمائی اختیار نہ کرے تو ہر فرد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ سامان رزق کے ساتھ جو تک کی طرح چمٹ جائے اور دوسروں کا خون چوستا رہے۔ پروفیز (66)۔
- جس نے انسان کو (اولاد آدم کو) جسے ہوئے خون سے پیدا کیا احمد عبدالصمد فاروقی (67)۔
- اس نے انسان کو (رحمہاد میں) جو تک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا ڈاکٹر محمد طاہر القلاری (68)۔
- اب اسی آیت کے مختلف انگریزی تراجم ملاحظہ ہوں

Created man out of a (mere) clot of congealed blood.

-----A.Yusuf Ali (69)

Created man from a clot. -----Marmaduke Pickthall (70)

(He) has created man from a clot. ----- Abdul Majid Daryabadi (71)

Created man of a blood-clot. -----Arthur J. Arberry (72)

Created man from clots of congealed blood.-----N.J. Dawood (73)

Created man from clots of blood. ----- Rev. J.M. Rodwell (74)

He created man from a blood clot. ----- M.H. Shakir (75)

Created man from an embryo. -----La'l Muhammad Chawla (76)

Created man from an embryo. ----- Ahmed Ali (77)

Created man out of a germ cell. ————— Muhammad Asad (78)

اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں سوائے چند جدید مترجمین و مفسرین کے "علق" کا ترجمہ جما ہوا خون (Congealed blood) 'خون کی پھٹک' پھٹکی یا لو تھڑا (Blood clot) کیا گیا ہے جو کہ علم الجنین (Embryology) کی رو سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خون کے خلیات میں جنے پر زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جنین (Hu-man Embryo) اپنی نشوونما (Development) کے دوران کسی ایسے مرحلے سے نہیں گذرتا جہاں اسے خون کی پھٹکی یا جما ہوا خون قرار دیا جاسکے۔ ایڈورڈ ولیم لین (79)۔ (Edward William Lane) انتھونی سالمون (80) Anthony Salmone ڈاکٹر ایف سٹیگاس (81) Dr.F.Stiengass نے علق کے معنی "وہ جو کسی سے چمٹا یا لٹکا ہو" بتائے ہیں۔ مورلیس بوکائلے Maurice Bucaille کے مطابق علق کا صحیح ترجمہ Something which Clings ہے اور یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے (82)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ العلق اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر کنویں کی چرخی لگی ہوتی ہے (83) جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق کی روشنی میں علق کا ترجمہ "جو تک کی طرح معلق وجود" زیادہ صحیح ہوگا۔

قرآن پاک میں "علق" کا واحد "عَلَقَہ" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر سمجھنے کے لئے سورہ المؤمنون کی درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (84)

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ مقام میں رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ (Zygote) کو (جو تک کی طرح) معلق وجود بنا دیا پھر ہم نے اس معلق وجود کو گوشت کا لو تھڑا بنایا، پھر ہم نے اسی لو تھڑے سے ہڈیاں بنائیں

پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔ پس اللہ بڑا بابرکت ہے جو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے۔

ان آیات میں ان سات مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جس کی تکمیل کے بعد انسانی جنین اپنی نشوونما کی منازل سے گذر کر ایک بچے کی شکل میں رحم مادر سے اس دنیا میں آتا ہے یہ مراحل درج ذیل ہیں :

Extract of clay	1- سُلَّةٌ مِّنْ طِينٍ
Reproductive unit	2- النُّطْفَةُ
A hanging mass	3- الْعَلَقَةُ
Lump of flesh	4- الْمُضْغَةُ
Skeletal system	5- الْعِظَامُ
Muscular system	6- اللَّحْمُ
Final stage of embryo	7- خَلْقًا آخَرَ

ان مراحل میں ”العلقہ“ رحم مادر میں تشکیل پانے والے اسمبر یو کا وہ مرحلہ ہے جو نطفہ امشاج (Fertilized ovum) سے وجود میں آتا ہے۔ علقہ کی جمع علق ہے اور یہ انسانی جنین کی ایک حالت کا نام ہے۔ ہمارے اکثر مفسرین کرام رحم مادر میں انسانی تشکیل کا علم (Embryology) نہ رکھنے کے باعث مندرجہ بالا مراحل کو اس طرح نہیں سمجھ سکے جس طرح جدید طبی تحقیق سے ان کو سمجھا جانا چاہیے۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ قرآن پاک سمجھنے کے لئے جہاں عربی زبان اور دینی علم کی ضرورت ہے وہاں جدید سائنس بھی جاننا ضروری ہے۔ لفظ ”علق“ کی تفسیر چند مفسرین نے اس طرح کی ہے۔

علامہ سید امیر علی ملیح آبادی نے ”مواہب الرحمن“ میں رقم فرمایا ہے ”علق کا واحد

علقہ ہے بمعنی جما ہوا خون یعنی خون کا تھکا۔ نطفہ رحم میں خون کے ساتھ علقہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہی خون بدون نطفہ کے حیض سے خارج ہونے کے لائق ہوتا ہے، پس عجیب شان کبریائی ہے کہ صاف ہو کر چہ پیدا ہونے میں کام آتا ہے (85)۔ یہاں علق کے معنی کے علاوہ اس کی تشکیل میں حیض کے خون کا بطور خوراک استعمال ہونا بیان کیا گیا ہے جو کہ جدید تحقیق کے مطابق درست نہیں۔ حاملہ عورت جو خوراک کھاتی ہے، وہ ہضم ہو کر اس کے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور پھر یہ خون گردش کے دوران (Placenta) کے ذریعہ جنین کو خوراک فراہم کرتا تھا۔ اس عرصے میں حیض کا سلسلہ بند ہو چکا ہوتا ہے۔ حیض کا خون صاف ہو کر بچے کی خوراک نہیں بنتا۔

مولانا امین احسن اصلاحی بھی روایتی انداز میں علق کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”خالق کی قدرت و حکمت کا یہ حال ہے کہ وہ خون کی ایک حقیر پھٹکی کو عامل و مدرک اور سمیع و بصیر انسان بنا کر کھڑا کر دیتی ہے“ (86)۔ جب خون جمتا ہے اور پھٹکی کی شکل اختیار کرتا ہے تو اس کے خلیات مردہ ہو جاتے ہیں اور زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علقہ کے مرحلے پر تو جنین جمے ہوئے خون کے بجائے جونک کی شکل کا ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد حسین ہٹ نے علق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ”خون“ خون بستر + انسان جو غذا کھاتا ہے اس سے مادہ تولید بنتا ہے جب مادہ تولید عورت کے رحم میں جاتا ہے تو چند دن بعد علق یعنی جما ہوا خون بن جاتا ہے“ (87)۔ مولانا ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلوی کے مطابق علق علقہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خون بستہ۔ مختلف غذاؤں نے ہضم ہونے کے بعد جسم میں ایک نیارنگ بدلا اور سب کا عطر کھینچ کر ایک دوسرا جوہر تیار ہوا جس کو منی کہتے ہیں جس میں جملہ کمالات جو تدریجاً ظاہر ہوں گے، ودیعت رکھے ہوتے ہیں۔ یہ پہلا استحالہ یا اول ترقی تھی اس کے بعد جب وہ منی عورت کے رحم میں جاتی ہے تو چند روز کے بعد خون بستہ ہو جاتی ہے یہ دوسرا استحالہ ہوا (88)۔ مولانا حقانی کی طرح مولانا مفتی محمد شفیع نے بھی معارف القرآن میں لفظ علق کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے ”علق کے معنی منجمد خون کے

ہیں۔ انسان کی تخلیق پر مختلف دور گزرے اور گزرتے ہیں۔ اُس کی ابتداء مٹی اور عناصر سے ہے پھر نطفہ سے اُس کے بعد علقہ یعنی منجمد خون بنتا ہے“ (89)۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے ”اُس کی شان خالقیت اور حکمت کے سوتے تو اظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ اس نے پیدا کیا انسان کو ایک جے ہوئے خون سے جو نطفہ کی شکل سے جے ہوئے خون کی شکل اختیار کرتا ہے“ (90)۔

علوم نقلیہ پر انحصار کرنے والے علماء کرام نے علق کے ایک ہی معنی پر انحصار کیا ہے اور اس کے دیگر معانی پر غور کرنے کو در خواہ اعتنا نہیں سمجھا، حالانکہ عربی لغات میں اس کے دوسرے معانی موجود تھے جو جدید تحقیق سے ہم آہنگ ہیں۔ روایتی علوم پر دسترس رکھنے والے علماء کرام کے علاوہ عقلیت پسند متحد دین سے بھی وحی اول میں مذکور لفظ ”علق“ کو سمجھنے میں سہو ہوا ہے۔ غلام احمد پرویز نے سورۃ العلق کا مفہوم ان الفاظ میں لکھا ہے ”لیکن اشیائے کائنات میں سے انسان کی کیفیت سب سے الگ ہے۔ ایک طرف اس کی حالت یہ ہے کہ یہ مدنی الطبع واقع ہوا ہے یعنی اس نے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے، دوسری طرف اس کا یہ عالم ہے کہ (اگر یہ وحی کی راہ نمائی اختیار نہ کرے تو ہر فرد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ) وہ سامان رزق کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ جائے اور دوسروں کا خون چوستا ہے“ (91)۔

پرویز صاحب نے سورۃ علق کی دوسری آیت کا جو مفہوم بیان کیا ہے اس کا آیت کے متن سے کوئی تعلق نہیں۔ آیت میں انسانی تخلیق کا ذکر ہے اور موصوف نے نہ جانے کس طرح اس کو مدنی (Sociology) اور معیشت (Economics) سے خلط ملط کر دیا۔ متحد دین کے ایک اور نمائندے احمد الدین نے ”بیان“ ”للناس“ میں علق کا مفہوم یوں بیان کیا ”علق کے معنی ایسے کیڑوں کے ہیں جو آبِ مرد میں جونک کی طرح پیدا ہو جاتے ہیں اور رحمِ مادر سے چمٹ جاتے ہیں اور علاقہ پکڑتے ہیں۔ انسان اسم جنس ہونے کے سبب جمع کے حکم میں ہے۔ پس انسان ان کیڑوں سے پیدا ہوتے ہیں“ (92)۔ آبِ مرد (Semen)

میں کسی قسم کے کیڑے پیدا نہیں ہوتے بلکہ اس میں سپرم پہلے ہی موجود ہوتے ہیں جن میں سے ایک بیضہ کے ساتھ مل کر زائیگوٹ (Zygote) بناتا ہے جو تقسیم کے ذریعے خلیات کی تعداد میں اضافہ کر کے جو تک کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور رحم مادر (Uterus) کی اندرونی دیوار کے ساتھ (Placenta) کے ذریعے چمٹ کر خوراک حاصل کرتا ہے۔

حمید نسیم نے ”تعارف القرآن۔ عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں“ میں کافی سائنسی انداز میں علق کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے معنی وہی ”لہو کی پھٹکی“ کے لکھے ہیں (93)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مجددین اور عقلیت پسند بھی زیادہ تر جدید علوم سے نااہل ہیں اور ان کے بیان کردہ قرآنی مطالب بھی جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں درست نہیں۔

مندرجہ بالا بحث کا مقصد امت مسلمہ کے محسنین مفسرین عظام اور علماء کرام پر تنقید یا ان کی تحقیر ہرگز نہیں۔ قرآن فہمی کیلئے ان کی مساعی لائق صد آفرین ہے۔ راقم کا مطمح نظر یہ ہے کہ ہمیں قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے جدید علوم سے بھی مدد لیننی چاہیے کیونکہ ابھی تک تو ہم سب سے پہلے نازل ہوئے پانچ آیات کے مفہوم کو کامل طور پر سمجھ لینے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ہمیں تفکر فی القرآن کا حکم دیا ہے۔

حواشی

1. ابو الکلام آزاد۔ رسولِ رحمت ﷺ، مرتبہ غلام رسول مہر، ص ۱۰۰
2. جلال الدین سیوطی، علامہ۔ الاقان فی علوم القرآن۔ مترجم محمد حلیم انصاری ردو لوی (لاہور: ادارہ اسلامیات، اگست ۱۹۸۶ء) حصہ اول۔ ص ۵۶
3. ایضاً ص ۵۷۔
4. ایضاً
5. ایضاً ص (۷۰)۔
6. محمد مالک کاندھلوی، مولانا۔ منازل العرفان فی علوم القرآن (لاہور: ناشران قرآن مجید لمیٹڈ) ص ۷۰
7. محمد ثناء اللہ پانی پتی، علامہ قاضی۔ تفسیر مظہری، اردو (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، جون ۱۹۷۹ء) جلد دواز دہم۔ ص (466)۔
8. ایضاً ص ۳۶۷۔
9. محمد قطب الدین خان دہلوی، علامہ نواب، مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف اردو (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۳ء) جلد پنجم، ص ۳۸۳، ۳۸۵۔
10. محمد مالک کاندھلوی۔ منازل العرفان فی علوم القرآن۔ ص ۶۹۔
11. محمد طاہر القادری، پروفیسر۔ سورۃ فاتحہ اور تعمیر شخصیت (لاہور: مرکزی ادارہ منہاج القرآن ۲۰۷۔ شادمان، دسمبر ۱۹۸۲ء) ص ۶۷۔
12. امین احسن اصلاحی۔ تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، مارچ ۱۹۸۰ء) جلد ہشتم، ص ۳۵۹۔۳۶۰
13. Mustansir Mir, Coherence in Qur'an-A Study of Işlāhi's Concept of Nazm in Tadabbur-i-Qur'an (Indianapolis (U.S.A) : Trust Publications, 1406/1986) P.63
14. امین احسن اصلاحی، مولانا۔ نظم قرآن۔ قرآنی مقالات ماہنامہ "الاصلاح" کے منتخب قرآنی مضامین

- (لاہور : دارالمد کیر، ۱۹۹۳ء) ص ۲۷۔
15. رشید محمود راجا۔ نزول وحی۔ نعت (ماہنامہ) لاہور جلد 11، شماره ۱۰ (جنوری ۱۹۹۸ء) ص ۳۸'۳۷۔
16. القرطبی۔ الجامع لاحکام القرآن
17. محمد ثناء اللہ پانی پتی۔ تفسیر مظہری جلد ۱۲، ص ۳۶۶۔
18. عماد الدین ابن کثیر، علامہ حافظ۔ تفسیر ابن کثیر اردو (لاہور : تعمیر انسانیت اردو بازار، بار اول ۱۹۸۶ء) ص ۶۶۷۔
19. ابو الاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن۔ (لاہور : ادارہ ترجمان القرآن، اگست ۱۹۹۶ء) جلد ہشتم۔ ص ۳۹۲۔
20. عبد الماجد دریابادی مولانا۔ معارف القرآن (لاہور : مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، نومبر ۱۹۸۶ء) ص ۶۱۵۔
21. محمد مالک کاندھلوی مولانا۔ معارف القرآن (لاہور : مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، نومبر ۱۹۸۶ء) ص ۶۱۵۔
22. محمد نعیم الدین مراد آبادی مولانا۔ خزائن العرفان (مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" پر تفسیری حاشیہ) (لاہور : قرآن کمپنی لٹریچر اردو بازار، س۔ن) ص ۸۶۳۔
23. محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن، جلد ۸۔ ص ۷۷۸۔
24. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء القرآن (لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز) جلد پنجم، ص ۶۱۱۔
25. فرمان علی، مولانا۔ ترجمہ قرآن مجید (لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ناشران قرآن، س۔ن) ص ۸۲۶۔
26. محمد طاہر القادری، پروفیسر۔ سورۃ فاتحہ اور تعمیر شخصیت (لاہور : مرکزی ادارہ منہاج القرآن، دسمبر ۱۹۸۲ء) ص ۶۷۔
27. احمد سعید، مولانا حافظ۔ ترجمہ القرآن المسکبہ کشف الرحمن (کراچی : مکتبہ رشیدیہ، س۔ن) ضمیمہ ص ۱۱۔
28. نذیر احمد، مولوی ڈپٹی۔ غرائب القرآن (لاہور : کمپنڈ پبلشرز، ۱۹۸۸ء) ص ۱۱۰۱۔
29. تنزیل الرحمن، جسٹس ڈاکٹر، خلاصہ مطالب قرآن (اسلام آباد : مطبوعات حرمت، دسمبر

۱۹۸۱ء) ص ۲۳۴۔

30. عبدالصمد صدام الازہری، پروفیسر۔ تدریج القرآن (لاہور: مکتبہ معین الادب بدھنم ۱۹۸۵ء) ص ۱۶۔
31. محمد میاں صدیقی۔ قرآن ایک نظر میں (رولپنڈی: مطبوعات حرمت، دسمبر ۱۹۸۱ء) ص ۳۵۵۔
32. رشید محمود، راجا۔ نزول وحی۔ ص ۱۲۹۔
33. محمد کرم شاہ، جسٹس پیر۔ ضیاء القرآن۔ جلد ۵، ص ۶۰۹۔
34. مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد ششم، ص ۳۹۲۔
35. العلق ۹۴: ۱۔ ۵۔
36. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر۔ مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ (لاہور: ادارہ منہاج القرآن، جلد اول، ص ۲۰۰۔
37. محمد متعین ہاشمی، مولانا سید۔ پہلی وحی کی پہلی آیت۔ اسلام کا نظریہ علم۔ مجلہ فاران "سیرت نمبر (لاہور: اسلامیہ کالج سول لائسنز، ۱۹۸۲ء) ص ۷۱۶۔
38. ایضاً۔ ص ۱۳، ۱۴۔
39. ابو الاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن) طبع نہم، ۱۹۸۱ء) جلد ششم۔ ص ۳۹۶، ۳۹۷۔
40. محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ خزائن العرفان، کنز الایمان پر تفسیری حاشیہ (لاہور: قرآن کمپنی لمیٹڈ) ص ۸۶۴۔
41. محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر۔ مناجج العرفان فی لفظ القرآن (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، اشاعت سوم، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۳۰۔
42. ابو الکلام آزاد۔ ترجمان القرآن (لاہور: اسلامی اکادمی، اردو بازار، دسمبر ۱۹۸۲) جلد سوم ص ۶۳۴۔
43. امیر علی بیچ آبادی، علامہ سید۔ مواہب الرحمن (لاہور: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، اکتوبر ۱۹۷۸ء) ص ۶۳۴۔
44. اشرف علی تھانوی، مولانا۔ تفسیر بیان القرآن (لاہور: مکتبہ الحسن ۹/۲۹ عبدالکریم روڈ قلعہ گجر سنگھ، س۔ ن) جلد ۱۲، ص ۱۰۷۔
45. ابو الاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۱ء) طبع نہم) جلد ۶،

ص ۳۹۶۔

46. عبدالحق الحقانی الدہلوی، ابو محمد۔ تفسیر حقانی (لاہور: مکتبہ العزیزیہ اردو بازار، ۴ شعبان ۱۳۱۳ھ کوکتابت تمام ہوئی) جلد ہشتم، ص ۱۹۰۔

47. ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابو الوفا۔ تفسیر ثنائی (لاہور: ادارہ ترجمان السنہ، ایک روڈ انارکلی، ستمبر ۱۹۷۱ء) جلد سوم، ص ۳۸۵، ۳۸۶۔

48. محمد شفیع، مولانا مفتی۔ معارف القرآن (کراچی: ادارہ المعارف، جولائی ۱۹۸۳ء) جلد ہشتم، ص ۷۷۸۔

49. عبد الماجد دریابادی، مولانا۔ القرآن حکیم مع ترجمہ و تفسیر (کراچی: تاج کمپنی لٹڈس۔ن) ص ۱۲۰۲۔

50. نقوش، شمارہ نمبر ۱۳۳ (لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۹۸ء) قرآن نمبر، جلد اول ص ۲۰۸۔

51. احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت امام۔ کنز الایمان فی ترجمہ القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز) ص ۷۱۹۔

52. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز) جلد پنجم، ص ۶۱۱۔

53. وحید الدین خان۔ تذکیر القرآن (لاہور: دارالمنہ کیر، رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار) جلد دوم ص ۶۷۷۔

54. حمید نسیم۔ تعارف القرآن، عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں (کراچی: فضلی سنز اردو بازار، دسمبر ۱۹۹۶ء) ص ۸۲۶۔

55. حسن نظامی دہلوی، خواجہ۔ قرآن مجید کا ترتیلی اردو ترجمہ (لاہور: دفتر ماہنامہ درویش، س۔ن) ص ۹۵۰۔

56. فہیم الدین احمد صدیقی، مولانا حافظ۔ القرآن المبین (دہلی: فرید بھٹو پبلی کیشنز) لیبڈ ۳۲۲۔
میٹا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد) ص ۵۲۳۔

57. نذیر احمد، مولوی حافظ ڈپٹی۔ غرائب القرآن (لاہور: کمپانڈ پبلشرز 10- ایک روڈ انارکلی، ۱۹۸۸ء) ص ۱۱۰۔

58. احمد سعید، مولانا حافظ۔ ترجمہ القرآن المسما بہ کشف الرحمن (کراچی: مکتبہ رشیدیہ قادری منزل) ص ۹۵۸۔

59. احمد علی لاہوری، مولانا۔ قرآن عزیز (لاہور: انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ مجون ۱۹۸۲ء) ص ۹۵۵۔
60. جاوید احمد غامدی۔ البیان..... الملک۔ الناس (لاہور: دانش سرا، ماڈل ٹاؤن، ستمبر ۱۹۹۸ء) ص ۲۰۸۔
61. امین احسن اصلاحی۔ تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، نومبر ۱۹۸۰ء) جلد ہفتم، ص ۳۵۱۔
62. محمد حسین ہٹ، پروفیسر۔ قرآن مجید مع ترجمہ بزبان اردو و حواشی (لاہور: محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۹۵ء) ص ۹۵۳۔
63. احمد الدین۔ بیان للناس (لاہور: دوست ایسوسی اٹس، ۱۹۹۹ء) جلد ہفتم ص ۶۲۰۔
64. فرمان علی، مولانا۔ قرآن مجید مترجم (لاہور: شیخ غلام اینڈ سنز ناشران قرآن) ص ۸۲۶۔
65. محمد جونا گڑھی، مولانا (مترجم) صلاح الدین یوسف، مولانا (مفسر)۔ قرآن کریم مع اردو ترجمہ تفسیر (المدينة المنورة: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپنیز) ص ۱۷۳۱۔
66. پرویز، مفہوم القرآن (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ۲۵/۲۵ جلی گلبرگ، ۱۹۷۰ء) جلد سوم۔ ص ۱۳۶۵۔
67. حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر سید۔ (مرتب) فیوض القرآن (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، نومبر ۱۹۸۳ء) ص ۱۳۸۳۔
68. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر۔ مناج العرفان فی لفظ القرآن۔ ص ۳۰۔
69. A. Yusuf Ali, The Holy Quran- Translation & commentary (Beirut: Daral-Quran al-Karim, 1403) p.1761
70. Marmaduke Pickthall, The Meaning of the Glorious Qur'an (Lahore: Taj Company Ltd, N.D) p.629
71. Abdul Majid Daryabadi, Maulana, Tafsir-ul-Qur'an (Islamabad: Islamic Book foundation) Vol. IV. p. 515
72. Arberry, Arthur J., The Koran Interpreted (Oxford University Press, 1985) p.651
73. Dawood N.I.. The Quran-An English Translation of the Meaning of the Q... Al-Choura Clemenceau St.Tajer Bldy, 1980) p.457
74. Rodwell, Rev. J.M. The Koran: Translation from Arabic (London : Williams and Norgate, MDCCCLXI) p.1

75. Shakir, M.H., Holy Qur'an (New York : Tahrike Tarsile Qur'an Inc, 1984) p.626
76. La'l Muhammad Chawla, A study of Al- Qur'an-ul- Karim (Lahore : Islamic Publications (Pvt. Ltd, 1994) vol IV) p.1289
77. Ahmad Ali, Al-Qur'an: a contemporary Translation (Karachi : Akrash Publishing, 1984) p.543
78. Muhammad Asad, The Message of the Qur'an (Gibraltar: Dar al-Andalus, 1980) p.963
79. Lane, E.W., Arabic-English Lexicon (Combridge: The Islamic Text Society 1984) p.2134
80. Steingass Arabic-English Dictionary p.72
81. Salmone, H.Anthony, An Advanced Learner's Arabic Dictionary (Lahore : al-Beruni al-Rehman Building) p.594
82. Maurice Bucaille, The Bible, the Qura'an and Science. (Karachi: Idaratul Qura'an) p. 204
83. پرویز۔ لغات القرآن (لاہور : ادارہ طلوع اسلام، جنوری ۱۹۶۱ء) جلد سوم۔ ص ۱۱۳۸۔
84. المؤمنون ۲۲: ۱۲-۱۳
85. امیر علی علامہ سید۔ مواہب الرحمن (لاہور : مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، اکتوبر ۱۹۷۸ء) جلد ہشتم، ص ۳۳۶۔
86. امین احسن اصلاحی۔ تدبر قرآن (لاہور : فاران فاؤنڈیشن نومبر ۱۹۸۰ء) جلد ہشتم، ص ۳۵۴۔
87. محمد حسین بٹ، پروفیسر۔ قرآن مجید مع ترجمہ بزبان اردو و حواشی (لاہور : محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۹۵ء) ص ۹۵۳۔
88. عبدالحقانی الدہلوی، ابو محمد۔ تفسیر حقانی (لاہور : مکتبہ العزیزہ اردو بازار) جلد ہشتم، ص ۱۹۵۔
89. محمد شفیع، مولانا مفتی۔ معارف القرآن (کراچی : ادارۃ المعارف، جولائی ۱۹۸۳ء) جلد ہشتم، ص ۷۸۳، ۷۸۵۔
90. محمد مالک کاندھلوی۔ معارف القرآن (لاہور : مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، نومبر ۱۹۸۶ء) جلد ہفتم، ص ۶۱۴۔
91. پرویز۔ مفہوم القرآن (لاہور : ادارہ طلوع اسلام ۱۹۷۰ء) جلد سوم، ص ۳۶۵۔
92. احمد الدین۔ بیان کائنات۔ جلد ہفتم، ص ۲۵۹۔
93. حمید نسیم۔ تعارف القرآن۔ عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں۔ جلد پنجم، ص ۸۲۶، ۸۲۷۔

معراج النبی ﷺ اور جدید سائنس

مذہب عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دنیا کے اکثر مذہب جدید علوم خصوصاً سائنس سے متصادم ہیں۔ ہندومت، بدھ مت، کنفیوشزم جیسے غیر الہامی مذہب سے قطع نظر، یہودیت اور عیسائیت جیسے آسمانی مذہب کی موجودہ مقدس کتب ایسے انسانی قصوں سے اٹی پڑی ہیں، جنہیں جدید سائنس تو دور کنار، عقل بھی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ اگر تمام مذہب کا سائنسی طور پر جائزہ لیا جائے تو صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کی ہر بات کی جدید سائنس تصدیق کرتی ہے اور اگر تصدیق نہ بھی کرے تو تکذیب ہرگز نہیں کرتی (1)۔ جوں جوں سائنس ترقی کر رہی ہے، اسلامی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں کی سائنسی توجیہات سامنے آرہی ہیں۔ بہر حال یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ وحی کے الفاظ ہوں یا مہبط وحی ﷺ کی حیات مبارکہ کا کوئی پہلو، ان میں اور ثابت شدہ سائنسی حقائق (Established facts of Science) میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ اس باب میں معراج مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے واقعہ کو جدید سائنسی علوم کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسان ان دیکھی چیز کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ کسی چیز کی طلب انسان میں تحریک یا ترغیت (Inducement) پیدا کرتی ہے جس سے انسان اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ولیم میک ڈوگل (William McDougall) اور سگمنڈ فرائڈ (Sigmund Freud) کے مطابق جب تک انسان اس چیز کو پا نہیں

لیتا، جدوجہد جاری رہتی ہے (2)۔

انوار الہی کا مشاہدہ کرنے کی خواہش عالمگیر ہے۔ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً (3)۔

(ہم ہر گز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کو ظاہر نہ دیکھ لیں)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے، بارگاہ رب العزت میں عرض کی:

رَبِّ ارْنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ (4)۔

(اے میرے رب! مجھے دیکھنے کو قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ”لَنْ تَرَانِي“ (تو مجھے ہر گز نہ دیکھ سکے گا)۔ البتہ اپنے پیارے کلیم کی درخواست رد نہیں کی بلکہ پہاڑ کا مشاہدہ کرنے کا حکم صادر فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ قائم رہ سکے تو پھر آپ بھی میرا دیدار کر سکیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ پاش پاش ہو گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے لیکن حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین، حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا نہیں کی انہیں معراج کرائی جائے بلکہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے انوار دکھانے کے لئے آپ ﷺ کو آسمانوں پر بلایا۔ شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے:

موسیٰ زہوش رفت بہ یک جلوہ صفات

تو عین ذات می نگری در تبسمے! (5)۔

قرآن پاک میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (6)۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی)۔

قرآن پاک میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اس سیر کا ذکر ہے۔ لیکن احادیث مبارکہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ ہر آسمان پر کسی نہ کسی پیغمبر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے بھی آگے، حتیٰ کہ ”قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ“ سے انوارِ الہیہ کا مشاہدہ فرمایا۔ ”اسرا“ کے معنی رات کو سیر کرانے یا رات کو لے جانے کے ہیں۔ لیلا کا لفظ تنکیر کی وجہ سے ایک خاص حصہ سے وقوع پذیر ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی رات کے ایک خاص حصے میں یہ سیر کرائی گئی (7)۔

مشہور روایت کے مطابق یہ واقعہ ۲۷۔ رجب شبِ دو شنبہ، ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا (8)۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا یہ حیرت انگیز معجزانہ سفر ”اسراء“ اور پھر وہاں سے ”لامکاں“ تک کا سفر ”معراج“ کہلاتا ہے۔ کونسلن ور جیل جار جیونے پہلی منزل یعنی مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو ”سفر خاکی“ اور دوسری منزل یعنی مسجد اقصیٰ سے آگے کے سفر کو ”آسمانی سفر“ قرار دیا ہے (9)۔

اس سفر پر کتنا وقت گا؟ اس کے متعلق سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے، بستر مبارک ہنوز گرم تھا اور زنجیر (کنڈی) ہنوز ہلتی تھی (10)۔ روضۃ الاحباب میں زمانہ آمدورفت تین ساعت لکھا ہے (11)۔ کونسلن ور جیل جار جیونے لکھا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) ہفت آسمان کو طے کر کے سدرہ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے مگر جب واپس پہنچے تو آپ (ﷺ) کے جگرے کی کنڈی یا آپ (ﷺ) کے خانہ مبارک کی کنڈی جو روانگی کے وقت کھلی تھی، ابھی تک ہل رہی تھی (12)۔

اُس عہد مبارک میں مسجد حرام سے جو مکہ المکرمہ میں واقع ہے، بیت المقدس کا سفر موجودہ دور کے ذرائع آمدورفت نہ ہونے کے باعث گھنٹوں یا دنوں کی بات نہ تھی بلکہ یہ کئی ہفتوں کی طویل مسافت تھی۔ مفتی احمد یار نعیمی بدایونی نے ”تفسیر نور العرفان“ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کی یہ مسجد (مسجد اقصیٰ) مکہ معظمہ سے بہت دور ایک ماہ کے راستے

پر ہے (13)۔ اور امین احسن اصلاحی کے مطابق یہ مسجد حرم مکہ کے باشندوں سے کم و بیش ۴۰ دن کی مسافت پر یروشلم میں تھی (14)۔ لیکن کچھ مفسرین کرام نے مسجد اقصیٰ سے یروشلم کی مسجد کے بجائے وہ دور ترین مسجد مرادلی ہے۔ جو زمین سے دور ساتویں آسمان پر ہے یعنی بیت المعمور۔ اگر مسجد اقصیٰ سے بیت المعمور مراد لیا جائے تو یہ آسمانی معراج کا ثبوت ہوگا (15)۔

ایک معروف مستشرق Schriek P.B. Horovitz نے بھی لکھا ہے۔

Muhammad Probably meant by al-Masjid al-Aksa a place in the heaven , such as the Place in the highest of the Seven heavens in which the engels sing praises of Allah(16)-

(حضرت) محمد (ﷺ) کی مسجد الاقصیٰ سے مراد شاید آسمان میں ایک مقام تھا جیسا کہ ساتوں آسمانوں میں سب سے بلند آسمان پر ایک خاص مقام جہاں ملائکہ اللہ (تعالیٰ) کی حمد و ثنا پڑھتے ہیں۔

حاجی غلام حسن اپنی کتاب ”قرآن اور کائنات“ میں رقمطراز ہیں کہ ہمارے ۳۶۵۰۰۰ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روز یا ۲۴ گھنٹے بنتے ہیں۔ جب Angular وقت اور فاصلہ کی تکون (Triangle) شکل بنائی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ عرش کے کنارے یا حد پر ایک روز کا وقت ہے اور زمین پر ۳۶۵۰۰۰ دن کا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرش کے مرکز پر وقت صفر یعنی Zero ہے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ عرش کے کنارے یا حد سے جہاں وقت ایک روز (۲۴ گھنٹے) ہے، عرش کے مرکز تک جہاں وقت صفر یعنی Zero ہے، یہ نصف قطر فاصلہ اعشاریہ صفر صفر دو سات (0.0027) نوری سال بنتا ہے۔ قطر بنانے کے لیے اس کو دو گنا کر دیا جائے تو کل اعشاریہ صفر صفر پانچ چار (0.0054) نوری سال (Light year) بنتا ہے اگر اسے میلوں میں تبدیل کیا جائے تو ۳۲۔ ارب میل کے قریب بنے گا (17)۔ کونسلن درجیل جارچیو کے مطابق معراج کی سرعت رفتار روشنی کی

سرعت سے بھی زیادہ تھی۔ حضرت محمد (ﷺ) چند لمحوں میں فضائے بکراں کے دور ترین منطقے تک پہنچ کر واپس آگئے ہم آج کل کے لوگ جانتے ہیں کہ اس جہان کے قطر کی وسعت آئن سٹائن کے نظریہ کے مطابق تین ہزار بلین نوری سال ہے۔ یعنی اگر نور ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلو میٹر کی سرعت سے حرکت کرے اور دنیا کی ایک سمت سے چلے تو تین ہزار بلین سال بعد دوسری طرف پہنچے گا (18)۔

اب ذرا اندازہ کیجئے کہ حضور نبی اکرم (ﷺ) سے یہ طویل ترین سفر کتنے مختصر وقت میں کیا اور ایسا ہونا بالکل ممکن ہے کیونکہ حدیث پاک کے مطابق جس سواری پر آپ (ﷺ) سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے اس کا نام براق تھا۔

براق کا مادہ برق ہے جس کے معنی بجلی (Electricity) کے ہیں۔ حدیث پاک میں یہ بیان ہوا ہے کہ براق کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ اس کا قدم حدِ نگاہ پر پڑتا تھا (19)۔

ڈاکٹر البرٹ آئن سٹائن نے ۱۹۰۵ء میں نظریہ اضافیت (Theory of Relativity) پیش کیا جس کی مطابق مکال (Space) اور زمان (Time) دونوں مطلق (Absolute) نہیں بلکہ اضافی (Relative) ہیں (20)۔ اس نظریے کی رو سے زمان (Time) قطعی نہیں بلکہ ہر شاید کے نقطہ نظر سے اضافی ہے۔ وقت کی پیمائش اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کا تعلق کسی مکان سے ہو کوئی جسم ”لامکان“ (Beyond the Space) ہو کر لازمان (Beyond the time) ہو جاتا ہے۔ مکان کی قیود سے آزاد ہو جائیں تو زمان کی قیود خود خود ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ نے زمان و مکان کو روح و جسم سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی زمان روح اور مکان جسم ہے (21)۔ جس طرح جسم کے ذریعے روح کا احساس ہوتا ہے اسی طرح جب مکان سے زمان کا تعلق ہو تو اس کے گزرنے کا احساس ہوتا ہے۔ جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اسے محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح لامکان ہو کر وقت کی قیود بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت کے مطابق کوئی جسم جو حرکت کر رہا ہو اس کی

(33)

کیت (Mass) سکون کی حالت میں کیت سے مختلف ہوتی ہے۔ اگر کوئی جسم روشنی کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو تو اس کی کیت اور محدود ہو جاتی ہے (22)۔ جس کو مندرجہ ذیل فارمولا سے معلوم کیا جاتا ہے۔

$$m = \frac{m^0}{\sqrt{1 - \frac{v^2}{c^2}}}$$

اسی طرح کسی حرکت کرتے ہوئے جسم کی لمبائی سکون کی حالت کی لمبائی سے مختلف ہوتی ہے اگر جسم روشنی کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو تو اس کی لمبائی صفر ہو جاتی ہے (23)۔ جس کو اس کلیہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔

$$l' = l^0 \sqrt{1 - \frac{v^2}{c^2}}$$

اس طرح یہ ممکن ہے کہ سفر معراج کے دوران حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک اتنا لطیف ہو گیا ہو کہ کیت صفر ہو گئی ہو اور وہ کلی طور پر نور میں تبدیل ہو گیا ہو جیسا کہ وہ حضور سید ہر عالم ﷺ کے بھڑیت کے لبادے میں اس دنیا میں تشریف لانے سے قبل موجود تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے استفسار میں اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا تھا۔

خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء نور نبیک میں نور ہ

اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کا نور اپنے نور سے پیدا کیا

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ

ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکان اور

نظریہ اضافیت کی رو سے مادہ فنا ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہو اس کے برابر توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح توانائی سے مادہ وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ توانائی کا ترجمہ ”نور“ کیا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اسرار و معراج کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ کے جسد اطہر کو ایک بار پھر نور میں تبدیل کر دیا ہو۔ نظریہ اضافیت کے مطابق جب کوئی جسم روشنی کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو تو اس کے لیے ٹائم سٹاپ ہو جاتا ہے (24)۔

$$t' = \frac{t^0}{\sqrt{1 - \frac{v^2}{c^2}}}$$

چنانچہ آئن سٹائن کی تھیوری کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں واقعہ معراج کو سائنسی طور پر حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں آتا! مولانا احمد خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ”فتوحات احمدیہ شرح المنزیہ للشیخ سلیمان الجمل“ کے حوالے سے رقم فرمایا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ آسمان ہفتم سے گزرے سدرہ حضور ﷺ کے سامنے بلند کی گئی اس سے گذر کر مقام مستوی بریکھے پھر حضور ﷺ عالم نور میں ڈالے گئے۔ وہاں ستر ہزار پردے نور کے فرمائے ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ پھر ایک سبز پتھرنا حضور ﷺ کے لیے لٹکایا گیا۔ حضور ﷺ اس پر عرش تک پہنچے اور عرش سے ادھر گزر نہ فرمایا، وہاں اپنے رب سے قاب تو سین اوادنی پایا (25)۔

عہد حاضر میں آنحضرت ﷺ کا جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنا بالکل بعید از قیاس نہیں۔ کیونکہ انسان نہ صرف انتہائی سریع رفتار ہوائی جہاز تیار کر کے فضاؤں میں محو پرواز ہے بلکہ وہ کرہ ارض سے نکل کر چاند تک پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے آگے جانے کے لیے کوشاں ہے۔ انسان کی تسخیر کی پیش گوئی بھی حضور ﷺ نے وحی الہی کے ذریعے آج سے پندرہ سو سال قبل کر دی تھی بلکہ یہاں تک خبر دے دی تھی کہ چاند پر قدم رکھنے والے ایمان نہیں لائیں گے۔ سورہ انشقاق میں اس صدیوں بعد کی جانے والی انسانی کوشش کو یوں

بیان کیا گیا ہے :

وَالْقَمَرَ إِذ تَسَقَّ لَتَرَ كَبْنٌ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (27)۔

قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے یقیناً تم ایک طبق (زمین) سے دوسرے طبق (چاند) تک اوپر جاؤ گے۔ پس انہیں کیا ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

قرآن کریم کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی اور نیل آرم سٹرائنگ اور کلونل ایلڈرن ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو چاند کی سطح پر اترے اور ان کا تیسرا ساتھی بھی راکٹ میں چاند کے گرد چکر لگاتا رہا مگر جہ بالا آیت میں ”لَتَرَ كَبْنٌ“ کے لفظ کے ذریعے یہ بتایا ہے کہ ایسا ضرور ہو گا۔ چاند پر جانے والے کسی سواری پر جائیں گے اور چاند کے طبق میں پہنچنے والے کم از کم تین افراد ہوں گے۔ کیونکہ یہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور عربی زبان میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ امریکہ کے خلائی تحقیق سے وابستہ سائنسدان اب مرتخ پر جانے کی تیاری کر رہے ہیں مصنوعی سیاروں کے ذریعے وہاں کی تصاویر اور دیگر معلومات جمع کی جا رہی ہے تاکہ انسان مرتخ پر بھی پہنچ سکے۔ انسانی پرواز کی یہ کامیاب کادشیں واقعہ معراج کی روشن مادی دلیلیں بنتی جا رہی ہیں شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا تھا۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (28)۔

حضور اکرم ﷺ سے قبل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مع الجسد آسمانی سفر کا ذکر فرقان حمید میں ملتا ہے۔ جب یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا اور عیسائیوں نے ان کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو جھوٹا قرار دیا اور ارشاد فرمایا۔

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ه بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (29)۔

بے شک انہوں نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا

اور اللہ غالب حکمت والا ہے

یہاں فقط اس حقیقت کو بتانا مقصود ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے پر قادر ہے، وہ پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام کو بھی آسمانوں کی سیر کرانے پر قدرت رکھتا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں مولانا ہادی کا ایک عیسائی سے مناظرہ ہوا جو ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء کو ”رڈ نصاریٰ“ کے نام سے طبع ہوا۔ اس مناظرے میں عیسوی نے کہا کہ تم محمد صاحب (ﷺ) کے بارے میں کہتے ہو کہ ان کو معراج حاصل ہوئی۔ ہم اس کو ناممکن سمجھتے ہیں کیونکہ نہ آسمان پھٹا ہے نہ پھٹنے کے بعد جڑا ہے اور نہ اس کا دروازہ ہے۔

مولانا ہادی نے جواب دیا کہ اگر تم اس کو ناممکن سمجھتے ہو اور عیسائی، ہو تو پولوس نبی کا آسمان پر جانا کیسے ممکن ہو۔

عیسوی نے کہا کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰ قبر سے اٹھ کر آسمان پر چلا گیا ہے اس پر مولانا نے کہا ”جب آسمان پر جانا ممکن ہے تو محمد ﷺ کا جانا بھی ممکن ہے۔“ (30)۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ”رفع الی السماء“ ماننے والوں کو حضور سید الانبیاء علیہ الخلیۃ والثناء کی جسمانی معراج کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کا تذبذب نہیں ہونا چاہیے۔

حواشی

1. محمد سلطان شاہ 'سید۔ واقعہء معراج اور جدید سائنس۔ ماہنامہ نعت لاہور، جلد ۲، شماره ۳ (مارچ ۱۹۸۹) ص ۷۵
2. ایضاً۔ ص ۷۶
3. البقرة ۲: ۵۵
4. الاعراف: ۱۳۳
5. ماہنامہ "نعت" لاہور جلد ۲ شماره ۳ (مارچ ۱۹۸۹ء) ص ۹۸
6. بنی اسرائیل ۱: ۱۷
7. عبدالحق حقانی دہلوی۔ تفسیر حقانی (لاہور: المکتبۃ العزیریہ) جلد ۳۔ ص ۱۱۱
8. محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ مترجم مولوی محمد عادل قدوسی (کراچی: کمپنی لٹریچر) ص ۲۱۷
9. جارجیو، کولسن در جیل۔ محمد (ﷺ) اردو ترجمہ مولانا عبد الصمد صارم۔ پیغمبر اسلام ﷺ
10. عنایت احمد کوردی، مفتی علامہ۔ تواریخ حبیب اللہ (ﷺ)۔ ص ۴۶
11. ایضاً
12. جارجیو، کولسن در جیل، کتاب مذکور۔ ص ۱۳۷
13. احمد یار نعیمی، مفتی۔ تفسیر نور العرفان (لاہور: پیر بھائی کمپنی، س۔ ن) ص ۴۴۹
14. امین احسن اصلاحی، مولانا۔ تفسیر قرآن (لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، ۱۹۷۱ء) جلد ۱، ص ۷۱۸۔
15. احمد یار نعیمی۔ تفسیر نور العرفان۔ ص ۴۴۹
16. First Encyclopaedia of Islam (Leiden :E. J. Brill) vol. V, p.505
17. غلام حسن حاجی۔ قرآن اور کائنات (لاہور جنگ پبلشرز، ستمبر ۱۹۹۳ء) ص ۲۱۷
18. جارجیو، کتاب مذکور۔ ص ۱۴۱
19. صحیح مسلم۔ کتاب الاسرا
20. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, The Re construction of

Religious Thought in Islam, p.30

21. فکر و نظر (ماہنامہ) اپریل مئی ۱۹۷۹ء (اقبال نمبر) ص ۱۳
22. شہناز کوثر۔ معراج ابنی ﷺ قرآن و سنت اور عصری تحقیقات کی روشنی میں (لاہور، پنجاب یونیورسٹی، غیر مطبوعہ مقالہ، ۱۹۸۷ء) ص ۱۶۵
23. ایضاً۔ ص ۱۶۶
24. احمد رضا خان قادری بریلوی، امام۔ مجموعہ رسائل (لاہور: رضافاؤنڈیشن، جنوری ۱۹۸۹ء) ص ۱۶
25. احمد رضا خان بریلوی طیب المنیر فی وصول الحیب للعرش والرویۃ (لاہور: بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ، ۱۴۱۲ھ) ص ۱۰
26. شہناز کوثر۔ معراج ابنی ﷺ قرآن و سنت اور عصری تحقیقات کی روشنی میں، ص ۱۳۳
27. الاشفاق ۸۳: ۲
28. محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر۔ کلیات اقبال (اردو) ص ۳۱۹/۳۱۹ جبریل ص ۲۷
29. الحساء ۴: ۱۵۷-۱۵۸
30. رخشندہ گل۔ اردو ادب میں عیسائیوں کی خدمات۔ مقالہ برائے پی ایچ ڈی نگران ڈاکٹر وحید قریشی (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، س۔ن) ص ۳۰۰، ۳۰۱

رسول اللہ ﷺ کی جسمانی و نفسیاتی صحت

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے برگزیدہ بندے ہیں، جنہیں منصب رسالت کے لیے انسانوں میں سے ہی چن لیا گیا۔ اسے قرآنی اصطلاح میں ”اصطفا“ کہا گیا ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے، اس سے نہ فکر و اجتہاد کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں نہ اعمال و اخلاق کی لغزشیں۔ نفس اور شیطان کی دراندازیوں سے اس کے جذبات، اخلاق، افکار اور اعمال کبھی پاک ہوتے ہیں (1)۔ جس انسان سے گناہ سہزد نہ ہو وہ احساس گناہ (Guilt Complex) جیسی نفسیاتی بیماری سے محفوظ ہوتا ہے اس کے علاوہ جو شخص ایمان، تقویٰ، عبادات، دعا اور اخلاق کی دولت سے مالا مال ہو، وہ اعلیٰ نفسیاتی صحت اور متوازن شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں یہ صفات بدرجہ اولیٰ موجود ہوتی ہیں، اس لیے وہ ہر قسم کی نفسیاتی عوارض سے مبرا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس ہستی کو نبی مبعوث فرمایا وہ اپنے عہد کے تمام انسانوں سے نہ صرف روحانی و نفسیاتی لحاظ سے افضل و اکمل ہوتا ہے بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی منفرد ہوتا ہے بعض علماء اکرم نے اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ایسے امراض لاحق نہیں ہو سکتے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت و حقارت ہوں کیونکہ اگر وہ ایسے عوارض کا شکار ہو جائیں تو فریضہ تبلیغ کی جا آوری میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔ مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جانب ایسے امراض منسوب

کرنا بھی گناہ ہے (2)۔ یہاں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر بے جا نہ ہو گا جن کو اسرائیلی روایات میں جذامی اور جراثیم زدہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز ہرگز کوڑھ اور جذام میں مبتلا نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کے بدن مبارک پر کچھ آپلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ کو برسوں تکلیف اور مشقت برداشت کرنا پڑی اور برابر صابر و شاکر رہے چنانچہ عبدالمصطفیٰ اعظمی نے عہمتِ انبیاء کا دفاع کرتے ہوئے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسد اطہر میں جذام کے لگنے کی یوں تردید کی ہے۔

”عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری تھی چنانچہ بعض غیر معتبر داستانوں میں بھی یہ بات تحریر ہے مگر یاد رکھو کہ یہ باتیں سر تا پا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی اور نبی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے۔ اس لیے یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت و حقارت ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا!“

یہ درست ہے کہ پیغمبر بیمار ہو سکتا ہے لیکن اسے ہرگز ایسی بیماری لاحق نہیں ہوتی جو عوام کے نزدیک قابلِ نفرت ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کے بیمار ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ اگر پیغمبر بالکل بیمار یوں سے محفوظ ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعانہ فرماتے:

وَإِذْ أَمْرَضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (4)۔

اور جب میں بیمار ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر موجود ہے لیکن بیماری کا نام نہیں بتایا گیا۔ یہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ اللہ کے رسول نے امتحان میں صبر کیے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت لوٹادی۔ حضور اکرم ﷺ بھی وصال سے قبل بیمار

ہوئے (5)۔ امام بخاری نے آنحضرت ﷺ کی وفات سے قبل آپ کے بیمار ہونے کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتی ہے (6)۔ لیکن اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں ہمیشہ تندرست و توانا رہے اور انہیں اپنے مشن کی تکمیل میں کسی جسمانی عارضہ کے باعث کبھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جو سید المرسلین اور امام الانبیاء ہیں، تمام جسمانی و نفسیاتی عوارض سے پاک تھے۔ آپ ﷺ مکمل طور پر جسمانی کمالات سے سرفراز کیے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری زندگی صحت کاملہ سے نوازے رکھا۔ اس ضمن میں علامہ عنایت اللہ المشرقی بانی خاکسار تحریک رقمطراز ہیں۔

”رسول (ﷺ) کو جس خاص طریقہ سے وحی ہوتی تھی اس کے متعلق شکوک ہیں کہ ان کی صحت جسمانی درست نہ تھی یا کم از کم کوئی ذہنی یا دماغی بیماری تھی جو عود کر آتی تھی اور وہ اس کو وحی سے تعبیر کرتے تھے۔ پینسٹھ برس تک کی ایک بیوی حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مسلسل پانچ یا چھ چوں کا تندرست پیدا ہونا اور تمام عمر تندرست رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ ہر طرح صحت مند تھے بلکہ انہیں کوئی جنسی یا مردانہ بیماری بھی نہ تھی۔ ان کی اپنی اکٹھ برس کی عمر میں ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن سے لڑکے کا پیدا ہونا کم از کم ان کی جنسی تندرستی کا مزید ثبوت ہے۔ دماغی بیماری اگر ان میں ہوتی تو یہ عظیم الشان شخص (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کمال تدبیر، حوصلہ اور استقامت سے اپنے تمام دشمنوں پر مکمل فتح حاصل نہ کر سکتا تھا۔ ایک عالمگیر اور انتہائی طور پر سلجھا ہوا قانون پیش نہ کر سکتا تھا۔ اپنی تیس برس کی جانکاہ اور زہرہ گذار زندگی میں کئی دفعہ بیمار اور کئی دفعہ بے ہوش ہو جاتا بر خلاف اس کے رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی میں ان کو سوائے مرض الموت کے کسی ایک دفعہ بھی بیمار نہیں سا گیا اور اگر وہ وحی کے دوران بیمار نظر آتے تو ان کے فدائیوں کی بیماری کی ایک ایک تفصیل قلم بند کرتے“ (7)۔

علامہ مشرقی کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ میں انتقال

سے پہلے کی بیماری کے علاوہ کبھی بھی آپ کے علیل ہونے کا ذکر نہیں ملتا۔ جہاں سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے جسم اطہر کے ایک ایک حصے کے حسن و جمال کا ذکر کیا ہے وہاں کہیں کسی بیماری کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جب کبھی انسان اپنے رہائشی علاقے کے علاوہ کسی دوسرے شہر یا قصبے میں قدم رکھتا ہے تو وہاں کی آب و ہوا اس کی صحت پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں لیکن حضور نبی مکرم، رسول معظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عہد طفولیت میں اور پھر عنقوان شباب میں تجارتی اسفار پر تشریف لے جاتے ہیں، پھر مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کو اپنا مستقل مسکن بناتے ہیں اس کے علاوہ غزوات کے لیے سفر کرتے ہیں لیکن کبھی بیمار نہیں ہوتے۔ عنایت اللہ المشرقی نے مزید لکھا ہے۔

”سب غزوات میں جن میں وہ (ﷺ) بذات خود شریک تھے اور ان میں صد ہا میل سفر کیا بلکہ مہینوں اور ہفتوں تک میدان جنگ میں رہے کسی ایک دفعہ بھی ان کو کسی نے بیمار نہیں پایا۔ مدینے کی بخار کی وبا میں جو مسلمان مہاجرین پر پہلے برس آئی صرف رسول خدا ﷺ ہی بخار سے بچے رہے۔“ (8)

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عمر بھر بیماریوں سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ فتح خیبر کے موقع پر جب حرث کی بیٹی زینت (سلام بن مشکم یہودی کی بیوی) نے بحری کا بھنا ہوا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا یہ گوشت زہر آلود تھا۔ حضور ﷺ نے اس گوشت میں سے ایک بوٹی اٹھا کر منہ میں رکھی اور چبانے کے بعد اسے تھوک دیا۔ ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوالہ کھا کر وفات پا گئے لیکن حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر اس عورت نے اقرار کیا کہ گوشت زہر آلود تھا۔ اس نے مزید یہ کہا ”میں نے سوچا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو میں تم کو زہر دے کر نجات پاؤں گی اور اگر تم نبی ہو تب تم کو ضرور اس زہر کی خبر ہو جائے گی“ (9)۔

رسول اللہ ﷺ کا فہم و ذکا

چونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی منتخب ہستی ہوتا ہے، اس لیے وہ دیگر انسانوں سے ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی اکمل و افضل ہوتا ہے وہ فہم و فراست اور ذہانت و فطانت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ پیغمبر براہ راست یا ملائکہ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ مکرم ﷺ کو خلاق عالمین ہر ذی روح سے زیادہ عقل عطا فرمائی جیسا کہ علامہ محمد بن یوسف الصالحی نے سبل الہدیٰ میں لکھا ہے کہ اگر عقل کی سو جزئیں تصور کی جائیں تو ان میں سے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اور زانی فرمائے اور ایک حصہ ساری مخلوق کو عطا فرمایا (10)۔ اگر اس قول کی روشنی میں مختلف ادوار کے ذہین لوگوں کے کارناموں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے اور بھی پوری انسانی تاریخ کے محیر العقول کارناموں، سائنسی ایجادات و اکتشافات اور بنی نوع کے مفاد کے لیے مختلف سماجی مسائل کے بارے میں ماہرین کے نظریات کا بنظرِ غائر جائزہ لینے سے آج کا انسان انگشت بندال رہ جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ تمام انسانوں کی مجموعی عقل ایک فیصد سے بھی کم ہے کیونکہ اس ایک فیصد میں بھی انسانیت کے علاوہ دیگر مخلوق بھی شامل ہے اب حضور ﷺ کی عقل کا اندازہ کیجئے جو کل عقل کا ننانوے فیصد ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے ”ضیاء البنی ﷺ“ میں ارقام پذیر ہیں کہ حضور ﷺ کی عقل کی برتری ثابت کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے حکیمانہ انداز سے ہر قسم کے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ ان کے مزاج اور ان کی فطرت بدل کر رکھ دی (11)۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ“ میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند اور ذہین و فہیم تھے۔ اگر کوئی صاحب عقل و دانش رسول اللہ ﷺ کی ان تدابیر میں ذرا بھی غور و فکر

کرائے گا جو آپ ﷺ نے خلق خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے اختیار فرمائیں اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق اور محیر العقول سیرت کو سامنے رکھ کر جب ان سیاسی امور پر نظر دوڑائے گا جو آپ ﷺ نے ہر خاص و عام کے ساتھ رعایت برتی اور ساتھ ہی یہ بھی مد نظر رکھے گل کہ دنیا میں آپ ﷺ نے کسی سے علم حاصل نہیں کیا نہ سابقہ تھی اور نہ کبھی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے باوجود علوم و فنون کے کس طرح دریا بہا دیئے۔ احکام شرعیہ کو کیسے انداز میں پیش کیا کہ سنتے ہی منصف مزاج کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا تو ان باتوں پر نظر کرنے سے ایک صاحب عقل و دانش ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ نبی آخر الزماں ﷺ عقل و فہم میں سب سے بدرجہا آگے ہیں اور اس فیصلے تک پہنچنے کی راہ میں شلوک و شبہات ہرگز حائل نہیں ہوں گے (12)۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کے لیے کسی لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات مسلمہ اور ثابت شدہ ہے۔ یہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نزول وحی سے قبل فہم و فراست کے لحاظ سے بے مثل تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب قریش کعبہ کے انہدام سے فارغ ہوئے تو تعمیر کے لیے ہر ایک قبیلہ نے جدا جدا پتھر جمع کرنے شروع کیے اور بنانے میں مشغول ہو گئے جب یہ تعمیر مقام رکن تک پہنچی تو ہر ایک قبیلہ نے چاہا کہ اس کو ہم پورا کریں اور یہاں تک اس معاملہ نے طول کھنچا کہ سب باہم قتل و قتال پر آمادہ ہو گئے اور بنو عبدالدار نے خون سے ایک پیالہ بھر کر رکھا اور ان کے سب ساتھیوں نے اس خون میں ہاتھ ڈبوئے اور جنگ پر عہد کیا یعنی ہم جان دے دیں گے مگر پیچھے نہ ہٹیں گے۔ غرضیکہ اس قضیے میں چار پانچ راتیں گزر گئیں اور کسی طرح معاملہ طے نہ ہوا۔ آخر سب قریش مسجد حرام میں جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ان ایام میں قریش کے اندر سب سے زیادہ عمر رسیدہ ابو امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا اس نے کہا "اے قریش تم یہ کام کرو گے کہ اب

جو شخص دروازہ میں سے مسجد میں آئے۔ اس کو حکم بناؤ اور جو وہ فیصلہ کرنے اس کو قبول کر لو (13)۔ ابن سعد کے مطابق آخر یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہو وہی حجر اسود کو اٹھا کر (اپنی جگہ پر) رکھ دے۔ سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کر لیا (14)۔ اور دروازے کی طرف منتظر ہو کر بیٹھے کہ جو شخص آئے ہم کو اس حکم بنائیں۔ اُس وقت رسول خدا ﷺ تشریف لائے۔ سب لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے بے شک یہ شخص امین ہے جو فیصلہ کریں گے ہمیں بخوشی منظور ہے جب حضور ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے آپ (ﷺ) کو حکم بنایا ہے آپ ہمارا فیصلہ فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔ لوگ فوراً ایک کپڑا لائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے اُس کپڑے میں رکن یعنی حجر اسود کو رکھا اور فرمایا تم سب لوگ ہر قبیلہ کے اس کپڑے کو پکڑ لو اور اس کو اٹھا کر دیوار کے پاس لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ پھر اس کے اوپر سے تعمیر جاری ہو گئی (15)۔ اس طرح حضور ﷺ سے اس فہم و فراست سے جنگ پر آمادہ مختلف قبائل کو خونریزی سے بچالیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم بناتے وقت سب نے خوشی کا اظہار کیا کیونکہ انہیں آپ ﷺ کی دیانت و امانت اور فہم و ذکا پر پورا اعتماد تھا۔

حضور ختمی المرتبت ﷺ کے عقلی کمالات اور آپ کی عملی برتری کے متعلق علامہ زینی دحلان نے ”السیرۃ النبویہ ﷺ“ میں جو تجزیہ کیا ہے اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو تمام مخلوقات کے ظاہری و باطنی احوال پر آگاہ کر دیا تھا تاکہ حضور ﷺ ان احوال کی اصلاح فرمائیں اور جو بہترین حالات ہیں ان کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام بندوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں کہ اور یہ کام اس وقت تک انجام پذیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کے ظاہر و باطن کی اصلاح نہ کر دی جائے اور

اس بات کا دار و مدار ان کے ظاہری و باطنی حالات کے جاننے پر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو ہمارے ظاہر و باطن کا علم عطا فرمایا۔ حضور ﷺ مخلوقات کے ظاہر و باطن کے جملہ احوال کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور ہر شخص کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے جس طرح اس کے ظاہری و باطنی حالات کا تقاضا ہوتا“ (16)۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقلی برتری کے حوالے سے رقمطراز ہیں :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَأَفْضَلُهُمْ رَأْيًا (17)۔

یعنی حضور ﷺ عقل و دانش کے لحاظ سے تمام لوگوں سے برتر تھے۔ ہر معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے تمام لوگوں کی آراء سے افضل تھی۔ وہب بن منبہ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے ”ابتداءً آفرینش سے لے کر قیام قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو فہم و فراست عطا فرمائی ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل و رائے کے سامنے اس کی حیثیت اتنی بھی نہ تھی جتنی ریت کے ایک ذرہ کی دنیا کے تمام ریگستانوں کے ذرات سے ہوتی ہے“ (18)۔

بعض مستشرقین نے آپ ﷺ پر التباس حواس کے عارضہ میں مبتلا ہونے کا الزام لگایا ہے کیونکہ وہ نزول وحی اور اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر جان ولیم ڈرپرنے ”معرکہ مذہب و سائنس“ Conflict Between Religion and Science میں لکھا ہے :

اطبا اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو شخص صائم الدہر ہوتا ہے اور عرصہ تک دماغی پریشانیوں اور فکروں میں مبتلا رہتا ہے، اسے التباس حواس کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے یعنی وہ چیزیں محسوس ہونے لگتی ہیں جن کی خارجی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔ نفس کش راستباز اور مستقیم العزم اشخاص نے جن مذاہب کی بنیاد ڈالی ہے ان میں سے شاید ایک بھی مذہب ایسا نہ ہوگا جس میں فوق العادت آزمائشات و امتحانات اور فوق القدرت احکام و اوامر کی مثالیں نہ

ملتی ہوں۔ پُر اسرار آوازیں عربی پیغمبر (ﷺ) کو سنائی دیتی تھیں جس میں آپ کو استقامت کی ہدایت ہوتی تھی اور عجیب و غریب صورتوں کی پرچھائیاں آپ (ﷺ) کے سامنے سے گذرتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں“ (19)۔

ڈاکٹر ڈیرپرنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صائم الدہر رہنے کے علاوہ پریشانیوں کا شکار رہتے تھے۔ جس کے باعث آپ (ﷺ) کو پُر اسرار آوازیں سنائی دیتی تھیں اور عجیب و غریب صورتیں نظر آتی تھیں۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف نے وحی اور اس کے لانے والے فرشتے سے انکار کرنا تھا اس لیے اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو افکار کے باعث التباس حواس میں مبتلا قرار دیا جو کہ سر اسر غلط ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ذہنی و نفسیاتی لحاظ سے مکمل طور پر صحت مند تھے۔

فرانسیسی مستشرق موسیو سدیو نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) یوں تو محض امی تھے مگر عقل و رائے میں یگانہ روزگار تھے (20)۔ اس طرح ایک غیر مسلم نے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کا اعتراف کیا ہے۔ عربی کے ایک شعر کا ایک مصرع ہے۔

الفضل ماشہدت بہ لاعداء

حقیقی فضیلت تو وہی ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیں۔

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) نے بھی حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق Hero and Hero Worship میں لکھا ہے۔

”یہ درست ہے کہ آپ (ﷺ) بہت زیرک تھے۔ آپ (ﷺ) کا مشاہدہ عمیق اور یادداشت بہت عمدہ تھی“ (21)۔

یورپ کے ایک فاضل کے۔ ٹی۔ لاؤل کا کہنا ہے :

”محمد (ﷺ) ایک عظیم بادشاہ، ایک مہیب فاتح، بہت بڑا عالم اور دانا انسان تھا۔“ (22)۔

جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ کو سخت گراں گزرا اور وہ آپ (ﷺ) کے دشمن بن گئے۔ انہیں یہ تکلیف تھی کہ حضور اکرم (ﷺ) ان کے

سنگ و گل کے تراشے اضام کو معبود ماننے کے بجائے انہیں خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف کیوں بلاتے ہیں اور بتوں کی پرستش کے برعکس اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حضور سر بسجود ہونے کی تعلیم دیتے ہیں۔ قریش کے سرداروں نے سمجھا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ ﷺ شاہد بیمار ہیں اس لیے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر آپ کو کوئی بیماری ہے تو ہم اس کا علاج کرادیں، اگر دنیاوی عیش و عشرت کی خواہش ہے تو اس کا سارا سامان مہیا کر دیں۔ آپ صرف ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں تو ہم بھی آپ سے تعرض نہ کریں (23)۔ اس پر سورۃ القلم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيْدُ هِنُونَ (24)۔

وہ تو تمنا کرتے ہیں کہ کہیں آپ (ﷺ) نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفار مکہ یہ سمجھتے تھے کہ شاید آپ ﷺ کو کوئی بیماری ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دین حق کی تبلیغ سے روکنا چاہا لیکن پیغمبر اس مشن کو کیسے ترک کر سکتا ہے جس کے لیے اُسے مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُلُوہی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام جاری رکھی۔ اس پر کفار نے آپ کو کاہن، ساحر، شاعر اور مجنون کہہ کر اہل مکہ کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس اتہام کی یوں تردید فرمائی۔

مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ (25)۔

آپ (ﷺ) اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ • وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ • قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ • وَلَا بِقَوْلِ

كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ • (۲۶)

بے شک یہ ایک کرم والے رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتنا کم یقین رکھتے ہو اور نہ کسی کاہن کی بات سے کتنا کم دھیان کرتے ہو۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لیے فرمایا ہے کہ مخلوق خدا میں سے شاعر اور مجنون

مجھے سب سے بُرے لگتے ہیں میں ان دونوں قسم کے لوگوں کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا
(27)۔ قرآن پاک میں شعرا کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ
يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ (28)۔

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شعرا ہر وادی میں سرگرداں
پھرتے رہتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کیا کرتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے۔
لیکن قرآن پاک صرف گمراہ شعرا کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نعتیہ
شاعری کو پسند فرمایا۔ حضرت عباس، حضرت حسان اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ
عَنْهُمْ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا کلام سُنایا اور اللہ کے پیارے حبیب ﷺ سے
دعائیں لیں۔ یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
عرض کیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے
بھرنا شعر کے بھرنے سے بہتر ہے تو جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ اللہ رحم فرمائے انہوں نے حدیث کا ابتدائی حصہ یاد رکھا اور آخری حصہ یاد نہیں
رکھا کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ کی ہجو بیان کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے
کسی کا پیٹ پیپ سے بھرنا رسول اللہ ﷺ کی ہجو کے اشعار سے بہتر ہے وہ اس وجہ سے کہ نبی
کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شعر حکمت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت عبداللہ
بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر کی مثال دیتے ہوئے سنیں (29)۔

شاعری کسی شاعر کی ذہنی اختراع ہوتی ہے، شعر کا خالق خود شعر گھڑتا ہے لیکن پیغمبر کچھ
بھی خود اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نازل کردہ پیغام اپنی امت تک
پہنچاتا ہے اسی لیے اس کی تردید کر دی گئی کہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں اور نہ ہی حضور ﷺ
شاعر ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے جبکہ شعرا کی پیروی کرنے

والے کو گمراہ بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح اعلان فرمادیا کہ میرا پیارا حبیب ﷺ مجنون نہیں ہے۔ اس سے دائمی نفی نکل آئی یعنی نہ مجنون تھا، اور نہ ہے اور نہ ہو گا اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جس نے قرآن مجید کا التزام کیا وہ جنون و جذام سے محفوظ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی عقل خرف نہیں ہوتی ہے۔ خرف جس کو سٹھیا یا ہوا کہتے ہیں (30)۔

حضور ﷺ کی جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبدِ مکرم ﷺ کو بے پناہ جسمانی قوت سے نوازا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ”مدارج النبوة“ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ قوت، زور بازو اور مضبوطی میں ایسے تھے کہ جہان بھر کے کشتی گیر (پہلوان) آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے (31)۔ رکانہ عرب کا ایک نامور پہلوان تھا جس کی جسمانی قوت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ اکیلا سو آدمیوں کا مقابلہ کر کے انہیں پچھاڑ سکتا ہے۔ سنن ترمذی میں ہے۔ ایک روز نبی کریم ﷺ عرب کے کسی کو ہستانی علاقہ (مکہ مکرمہ کی کسی گھائی) سے گذرے رہے تھے کہ رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ سرورِ عالمین ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص بھی ملاقات کرتا حضور ﷺ اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت ضرور دیتے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے رکانہ کو بھی دعوت دی کہ تم ہمت پرستی سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ جو وحدہ لا شریک ہے، اس پر ایمان لے آؤ۔ اُس نے کہا کہ میں ایک شرط پر آپ ﷺ کی اس دعوت قبول کرنے کو تیار ہوں، اگر آپ ﷺ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ حضور پر نور ﷺ نے اس شرط کو قبول کیا۔ فرمایا ”اے رکانہ! اگر تم اس شرط پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہو تو میں وہ شرط پوری کرنے کو تیار ہوں“ چنانچہ رکانہ لنگوٹ کس کر میدان میں اکھڑا ہوا۔ نورا انبیاء علیہ التحیۃ والثناء بھی اکھاڑے میں تشریف لائے۔ اس کا بازو پکڑا اور ایک جھبکے

میں اسے چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ حیران و مبہوت ہو کر رہ گیا لیکن پھر اٹھا اور کہنے لگا کہ میں ابھی سنبھلا نہیں تھا۔ بے دھیانی میں آپ (ﷺ) نے مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ایک مرتبہ پھر آپ مجھے گرا دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ اس داعی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اس چیلنج کو قبول کیا۔ حضور علیہ السلام اکھاڑے میں تشریف لائے۔ اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور زمین پر ٹنچ دیا۔ اسے سان و گمان بھی نہ تھا کہ اس کو یوں گرا دیا جائے گا۔ سرا سیمہ ہو کر پھر اٹھا اور تیسری بار پھر کشتی کی دعوت دی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یہ نہیں کہا کہ دو مرتبہ میں نے تمہاری شرط پوری کر دی۔ اب تم ایمان نہیں لاتے تو تمہاری قسمت بلکہ حریص علیکم کی جو شان تھی اس کا اظہار فرماتے ہوئے تیسری بار بھی فرمایا تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ پھر اس کو اس طرح جھٹکا دیا کہ وہ چشم زدن میں زمین پر آ پڑا۔ اب اسے یارائے انکار نہ رہا۔ اس نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور اعلان کیا کہ یہ جسمانی قوت نہیں۔ آپ (ﷺ) نے مجھے روحانی قوت سے تین بار چننا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہوں آپ (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں (32)۔

حضور اکرم ﷺ سے رکانہ کے علاوہ اور لوگوں نے بھی کشتی لڑی ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب پر غالب رہے ہیں۔ چنانچہ ابو الاسد بھی ایک بڑا شہ زور تھا۔ وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور لوگ اس کے نیچے سے کھال کھینچنے کے لیے پوری قوت صرف کرتے کھال پھٹ جاتی مگر اس کے نیچے سے نکال نہ سکتے تھے۔ ایک روز اس نے حضور ﷺ کو پکارا کہ آپ اس کے ساتھ کشتی لڑیں۔ اس نے کہا اگر آپ مجھے زمین پر گرا دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے زمین پر چت کر دیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لایا (33)۔

حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر انتہائی پرکشش تھا۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ نے سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا (34)۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک متوازن تھا۔

(52)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرعتِ رفتار میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب حضور ﷺ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین خود بخود لپٹی جا رہی ہے۔ ہم چلتے تو پوری قوت کے ساتھ چلتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی بے پرواہی سے جا رہے پھا ہوتے۔ پھر بھی کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہ کر سکتا (35)۔

<http://t.me/Tehqiqat>

حواشی

1. صدر الدین اصلاحی، مولانا اسلام ایک نظر میں (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، اکتوبر ۱۹۹۱ء) ص ۶۵
2. احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت۔ الحق المحتلی فی حکم المبتلی (لاہور: مرکزی مجلس رضا، ستمبر ۱۹۹۲ء) ملاحظہ ہو تقدیم، ص ۵
رسالہ ہذا ڈاکٹر قمر الدین اشرفی نے کی ہے اور اس کی تقدیم سید خواجہ معزز الدین اشرف کی تحریر کردہ ہے۔
3. عبدالمصطفیٰ اعظمی، علامہ۔ عجائب القرآن۔ مطبوعہ لکھنؤ، ص ۲۲۱
4. الشعر آء ۷۹: ۲۶
5. سیرت ابن ہشام (اردو)، ص ۲۲۵
6. صحیح بخاری۔ کتاب المغازی، باب ۵۵۳، حدیث ۱۵۷۵
7. محمد عنایت اللہ المشرق، علامہ رسول صادق ﷺ، ترتیب و تلخیص غلام قدیر خواجہ (لاہور: جنگ پبلشرز ۱۹۹۲ء) ص ۳۲
8. ایضاً
9. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۶، ۲۳۷ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ۵۱۰، حدیث ۱۲۸۸/ابن ہشام ۲: ۲۳۳، ۲۳۴
10. محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ (قاہرہ ۱۹۸۶ء) جلد ۷، ص ۱۱
11. محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بدلول، ۱۳۱۸ھ) جلد ۵، ص ۲۷۱
12. قاضی عیاض مالکی اندلسی۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ اردو ترجمہ عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری (لاہور: مکتبہ نبویہ تنخیش روڈ، ۱۹۸۰ء) جلد اول، ص ۱۲۹، ۱۳۰
13. سیرت ابن ہشام۔ جلد اول، ص ۱۲۸
14. طبقات ابن سعد، حصہ اول، ص ۲۲۵

15. سیرت لکن ہشام ۱: ۱۲۸ تاریخ طبری ۱: ۶۸
16. احمد بن زینی دہلان۔ السیرة النبویة (الاهلیہ للنشر والتوزیع) جلد ۳، ص ۲۳ ضیاء البنی علیہ السلام، جلد ۵، ص ۲۷۲
17. قاضی عیاض۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق ^{ص ۱۱} معصومی ^{ص ۸۲} ص ۸۲
18. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء (النبی ^{ص ۱۱} علیہ السلام)، جلد ۵، ص ۲۷۳
19. ڈر پیر، ڈاکٹر جان ولیم۔ معرکہ مذہب و سائنس، اردو ترجمہ ظفر علی خان (لاہور: رفاہ عالم شمیم پریس، ۱۹۱۰ء) ص ۱۱۳
- یہ کتاب لائف ممبر زالیوی ایشن پنجاب پبلک لائبریری لاہور نے ۱۹۹۲ء میں دوسری بار شائع کی ہے۔
20. موسیو سیدیو۔ تاریخ عرب، اردو ترجمہ مولوی عبدالغفور رامپوری، مولوی محمد حلیم انصاری (کراچی: نفیس اکیڈمی، جولائی ۱۹۸۶ء) ص ۱۰۳
21. محمد یحییٰ خان۔ پیغمبر اسلام غیر مسلموں کی نظر میں (لاہور: ۳۵۶۔ جہانزیب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، مئی ۱۹۹۹ء) ص ۴۱
22. غلام جیلانی برق، ڈاکٹر۔ رمز ایمان (اسلام عقل کی روشنی میں)۔ (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س، ن) ص ۱۱۵
23. احمد یار نعیمی، مفتی۔ تفسیر نور العرفان، ص ۹۰۱
24. القلم ۶۸: ۹
25. القلم ۶۸: ۳
26. الحاقہ ۶۹: ۴۰-۴۲
27. سید قطب شہید۔ فی ظلال القرآن، اردو ترجمہ سید معروف شاہ شیرازی (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، جولائی ۱۹۹۶ء) جلد ششم، ص ۱۰۳۲
28. الشعر آء ۲۶: ۲۲۳، ۲۲۶
29. احمد رضا خان۔ الحق الجبلی فی حکم المبتلی (لاہور: مرکزی مجلس رضا، ستمبر ۱۹۹۲ء) ص ۲۸
30. امیر علی بیچ آبادی، سید۔ مواہب الرحمن (لاہور: مکتبہ رشیدیہ) پارہ ۲۹، ص ۳۰
31. عبدالحق محدث دہلوی۔ مدارج النبوة ص ۹۸
32. محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاء النبی ^{ص ۱۱} علیہ السلام، جلد ۵، ص ۲۷۳، ۲۷۵ قاضی عیاض، الفضل، الشفاء

(55)

بتعريف حقوق المصطفى ﷺ اردو ترجمہ مولانا سید محمد متین ہاشمی (پنڈی بھٹیاں : انجمن اصلاح
المسلمین اپریل ۱۹۸۳ء) ص ۸۴

33. عبدالحق محمد شاد دہلوی، شیخ مدارج النبوة (اردو ترجمہ)، ص ۱۹۹، ۹۸ مولانا اسد قادری، سیرت

الرسول ﷺ (کراچی : محمود جمیرز، ۱۹۸۱ء) ص ۵۶۶، ۵۶۵

34. ابن جوزی، امام عبد الرحمن۔ الوفا باحوال المصطفى ﷺ اردو ترجمہ علامہ محمد اشرف سیالوی (لاہور :

فرید بک سٹال، اردو بازار) ص ۴۵۲

35. الشفاء، ص ۱۸۴ ضیاء النبی ﷺ، جلد ۵، ص ۲۷۳

<http://t.me/Tehqiqat>

باب چہارم

ورزش اور کھیل پیغمبر اسلام ﷺ کی نظر میں

مشہور فلسفی اور سماجی علوم کے ماہر برٹنڈر سل کا کہنا ہے کہ رنجیدہ کاروباری شخص اپنی گمشدہ خوشیاں چھ میل روزانہ سیر کر کے واپس لا سکتا ہے (1)۔ ایک اور مشہور مصنف کا قول ہے ”اگر میں روزانہ چند ساعتیں کھیتوں، پہاڑوں اور درختوں کے جھنڈ میں ہر قسم کی فکرو تشویش سے آزاد ہو کر نہ گزار لوں تو میں اپنی تندرستی اور امنگ کو برقرار نہیں رکھ سکتا“ (2)۔ برطانیہ کے سترھویں صدی کے ایک طبیب نے کہا تھا ”اگر کسی کو ورزش کے فوائد کا علم ہو جائے مگر وہ اپنی معلومات کسی اور کو نہیں بتائے تو اس راز سے وہ بے انتہا دولت کما سکتا ہے“ (3)۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ورزش کو جسم کے افعال کو بہتر بنانے کی جسمانی تربیت قرار دیا گیا ہے۔

Exercise is the Physical training of the body in order to improve its function(4)

ورزش انسانی جسم کے مختلف نظاموں (Systems) کی کارکردگی بہتر بناتی ہے۔ اس سے بدن کی فالتو چربی کم کی جاسکتی ہے۔ اعصاب (Muscles) مضبوط ہوتے ہیں۔ نظام دوران خون اور عصبی نظام کی کارکردگی بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ ورزش کرنے والے کا نظام انہضام صحیح طرح کام کرتا ہے اور اسے خوب نیند آتی ہے (5)۔ ورزش کے بغیر ہمارے جسم پر انحطاط آتا ہے، مٹاپا چڑھتا ہے۔ ذرا سی مشقت پر

سانس پھولنے لگتا ہے۔ مستقل تھکن سوار رہتی ہے۔ ٹانگوں کی نیلی رگیں نمایاں اور پھولی پھولی ہو جاتی ہیں۔ جسم کی سرخ رگوں میں صلاحت (سختی و تنگی) آتی ہے، مرض قلب ہوتا ہے اور تمام جسم میں بادی درد ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے ببائے طب بقراط نے کہا تھا ”جس شے کو استعمال کیا جاتا ہے اس میں نمو اور ارتقاء ہوتا ہے اور جو استعمال نہیں کیا جاتا اس پر زوال آتا ہے“ (6)۔

اچھی صحت کے لیے جہاں صحت بخش، متوازن غذا ضروری ہے وہاں ورزش بھی ایک لازمی شے ہے۔ بغیر ورزش کے غذا ٹھیک طرح جزو بدن نہیں بنتی اور اس سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے جو ہونے چاہئیں۔ ورزش سے نہ صرف آپ کی غذا صحیح طرح ہضم ہوگی اور آپ اپنے آپ کو ایک جیتا جاگتا انسان محسوس کریں گے (7)۔

ڈاکٹر سید اسلم ورزش نہ کرنے کے نقصانات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ”جن عضلات کی ورزش نہیں کی جاتی وہ انحطاط پذیر، کمزور اور ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اگر بازو کو پلاسٹر کے خول میں مقید کر دیا جائے جیسا کہ ہڈی ٹوٹنے پر کیا جاتا ہے تو ایک ہفتہ میں ہی اس کی قوت ۳۰ فی صد کم ہو جاتی ہے۔ کم استعمال سے جسم کی ہڈیوں کی ساخت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ نتیجتاً ہڈیاں باآسانی ٹوٹ سکتی ہیں۔ جن جوڑوں کی ورزش نہیں ہوتی وہ سخت ہو جاتے ہیں۔ عضلات کی سختی و تان میں کمی آجاتی ہے اسی وجہ سے گردن میں سختی، ٹخنوں میں کمزوری اور تھکن سے ہوتا ہے جو نتیجہ ہے ورزش نہ کرنے کا یا کم ورزش کرنے کا۔۔۔ پابندی سے ورزش کرنے سے ہم چھریے بھی رہتے ہیں۔ علم غذائیت کے مطالعہ سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ موٹاپے کی وجوہ میں بسیار خوری کے علاوہ ورزش نہ کرنے کا بھی اہم کردار ہے زندگی کے دوران پیدا ہونے والی بیزاری، چڑچڑاہٹ، مایوسی اور ناکامی کے احساسات میں توازن پیدا کرنے کے لیے بھی ورزش ایک مددوار ہے۔ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ نفسیاتی عوارض بہ نسبت ورزشی افراد کے ورزش نہ کرنے والے افراد میں زیادہ ہوتے ہیں“ (8)۔

جسمانی مشقت اور ورزش کئی بیماریوں سے بچنے کے علاوہ بعض امراض کے علاج میں ی بہت فائدہ دیتی ہیں۔ بلند فشار خون (High Blood Pressure) کے مریضوں کو کئی پھلکی ورزش سے افاقہ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ قلب کے جملہ امراض کے علاج میں بھی ورزش مدد و معاون ثابت ہوتی ہے، حتیٰ کہ جن مریضوں کا ”بائی پاس“ آپریشن ہو چکا ہے نہیں بھی ڈاکٹر حضرات کے مشورے کے مطابق ورزش کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ دل کو تندرست رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ موٹاپا نہ ہونے دیا جائے۔ اس کے لیے ہلکی پھلکی ورزش باقاعدہ طور پر یا تھوڑا بہت مشقت کا کام کرتے رہنا چاہیے (9)۔ ڈاکٹر ایم اے صوفی اور ڈاکٹر مسز اقبال صوفی اپنی کتاب ”معاشرتی طب“ (کیمونٹی میڈیسن) میں لکھتے ہیں۔

”ایک تحقیقاتی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ خون میں شکر کی مقدار (ذیابیطس) زیادہ تر ان لوگوں میں ہوتی ہے جو آرام زدہ زندگی اور زیادہ خوراک کے عادی ہوتے ہیں۔ محنتی اور ورزش کرنے والے لوگ اس مرض کا شکار نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ یہی حال کول اسٹرال کا ہے۔ اس کی زیادتی انہی لوگوں میں ہوتی ہے جو ہر وقت بیٹھے رہتے ہیں۔ ورزش نہیں کرتے اور بعد میں امراض قلب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ امراض قلب سے بچنے کے لیے ورزش کرنا لازمی ہے (8 الف)۔

مذکورہ بالا ماہرین طب کا خیال ہے کہ ورزش سے پھیپھڑوں اور پسلیوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے ”گہرے سانس لیتے وقت جو اکثر ورزش کے دوران لیے جاتے ہیں، ہمارے پھیپھڑے ہی نہیں پھولتے بلکہ پسلیوں کا پورا ڈھانچہ پھول جاتا ہے۔ اس سے صحت کو بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن عمر کے ساتھ ساتھ پسلیوں کی لچک کم ہو جاتی ہے اور اس کمی کو دور کرنے کیلئے ورزش کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے“ (8 ب)۔

جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ اور تعلیمات مبارکہ کا مطالعہ کریں تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرمایا، نوجوانوں میں ایسے کھیلوں کو فروغ دیا جس سے ان کی جسمانی نشوونما ہو اور انہیں کفار سے نبرد آزما

ہونے کے لیے تیار کیا جاسکے۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین کی تعلیمات ایک مومن کو مضبوط، توانا اور صحت مند بناتی ہیں کیونکہ حدیث پاک میں حضور ختمی المرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ (10)۔

اس فرمان رسول ﷺ سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مضبوط اور صحت مند مومن اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ کے پسندیدہ ہیں اور ایک ٹھوس اور توانا مسلم معاشرہ قائم کرنے کے لیے ہمیں ایک طرف جینیٹکس (Genetics) کے سائنسی اصولوں کا اطلاق کرنا چاہیے اور دوسری طرف ورزش، کھیل کود اور جسمانی مشقت کے ذریعے مسلم سوسائٹی کے افراد کو طاقتور اور صحت مند رکھنا چاہیے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین کی ان گنت خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی تعلیمات کی تعمیل کے جہاں روحانی فوائد ہیں وہاں یہ انسانی صحت کیلئے بھی بہت سود مند ہیں۔ اگر ہم رسول معظم، نبی محتشم ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ سے کام کرنے کو اپنی سنت بنا دیا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ کیسے سعادتمند میں ارقام فرماتے ہیں۔

”آنحضرت ﷺ موسیٰ کو چارہ خود ڈالتے۔ اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوہ لیتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے، خادم کو اس کے کام میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے، خود اسے اٹھا کر لاتے“ (11)۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے عبادات کا ایسا نظام عطا فرمایا کہ ان کی پابندی کرنے والا شخص موجودہ دور کی دورہ دل (Heart attack)، بلند فشار خون (High Blood Pressure)، ذیابیطس (Diabetes) اور موٹاپے جیسے عوارض سے بڑی حد تک محفوظ رہتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز فی نفسہ حفظان صحت کا اعلیٰ اصول ہے (12)۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے الفاظ میں ”اگر ہم رسول اکرم ﷺ

کھے ارشاد اور عمل کے مطابق صحیح طریق سے نماز ادا کریں تو جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جس کی احسن طریقے سے ہلکی بھلکی ورزش نہ ہو جائے۔ عضلات کی حرکت ان کی صحت اور دوران خون کے لیے ضروری ہے“ (13)۔ اس کے علاوہ نماز باجماعت کے لیے پانچ وقت مسجد جانا، جمعۃ المبارک کی نماز کے لیے جامع مسجد اور عیدین کی نمازوں کیلئے عید گاہ یا کھلے میدان تک پیدل چلنے سے بہترین جسمانی ورزش ہو جاتی ہے۔ کھانسی کی پابندی کرنے والا شخص اگر اور کسی قسم کی جسمانی مشقت یا ورزش نہ کرے تب بھی اس کے جسم پر فالتو چربی نہیں چڑھتی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقے کے مطابق حج کرنا سراسر جسمانی ریاضت ہے۔ صفا مروئی کی سعی، طواف کعبہ، رمی جمرات، وقوف عرفات کیلئے میدان عرفات پہنچنا، منیٰ و مزدلفہ کا سفر، یہ سبھی ارکان ایک مومن کو جسمانی ورزش کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اللہ رسول (جل و شانہ، و صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کی بجا آوری، انسانی مساوات کا عملی مظاہرہ اور بے شمار روحانی فوائد کے علاوہ حج ایک مسلمان کی ایسی جسمانی عبادت ہے جو اسے جسمانی مشقت کا درس دیتی ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو جہاد کیلئے ہمہ وقت تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس کا مقتضی ہے کہ امت مسلمہ کے افراد مضبوط، توانا، صحت مند اور تربیت یافتہ ہوں۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کو امت کی تعمیر درپیش تھی اس لیے آپ ﷺ نے صحت سازی کے فن کو سائنس اور آرٹس بنا دیا۔۔۔ ملت میں (جذبہ جہاد) کا شوق پیدا کرنے اور بطور فن سیکھنے کے لیے آپ ﷺ نے بہت سی تدبیریں اختیار کیں۔ جن میں ایک طریقہ ورزش اور بازی (اسپورٹس) ہے۔ چونکہ ان دنوں مستقل فوج یعنی اسٹینڈنگ آرمی کا رواج نہ تھا۔ بلکہ عارضی ردیف (ملیشیا) لشکر رکھا جاتا تھا۔ اس لیے کوئی فوجی چھاؤنی نہ تھی۔ ان دنوں رواج یہ تھا کہ جنگ کی ضرورت پڑنے پر ایک عام پکاردی جاتی تھی اور جو چاہتا فوراً آکر بھرتی ہو جاتا ہے۔ جنگ جب تک رہتی یہ شہری سپاہی ہو جاتے تھے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد یہ سپاہی پھر شہری بن جاتے تھے چونکہ سپاہیوں کی بھرتی عام شہریوں سے ہوتی تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے عام شہریوں کی جسمانی تعمیر و ترقی کے لئے بہت سارا انتظام کر رکھا تھا۔ وہاں

لڑنے کی تربیت بھی دی جاتی تھی اور نئے نئے اسلحہ کا استعمال بھی سکھایا جاتا تھا (14)۔
 ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں ”مردانگی اور چستی پیدا کرنے کے لیے جہاں ذہنی
 تربیت کی ضرورت پڑتی ہے وہیں جسمانی ریاضت بھی ناگزیر ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ سوال
 دلچسپ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں اسپورٹ کی کس حد تک سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی
 جاتی تھی“ (15)۔

ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی ورزش کھیل کود اور تفریحات کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر
 کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے اور حد درجہ اطمینان
 ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات کی بیشتر شکلوں مثلاً نماز، روزہ اور حج میں بعض پہلو ریاضت اور
 ورزش کے بھی پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ بیادی طور پر اور اپنی فطرت کے لحاظ سے روحانی
 اغراض کے لیے تجویز کیے گئے ہیں لیکن اسلام کے جسم اور اخلاقی رویہ کے درمیان مسلسل
 باہمی تعامل سے کون انکار کر سکتا ہے؟

تاہم کھیل کود اور تفریحات کے موضوع پر اسلام کے پاس کہنے کے لیے بس اتنی سی
 مختصر بات نہیں ہے۔ ہر اس کام کو جو صحت مند فکر پیدا کرنے میں معاون ہو یا دماغ کو تروتازہ
 کر دے اور جسم کی کھوئی ہوئی توانائی کو پھر ایک بار واپس لے آئے، جس سے انسان تندرست
 و تواندار رہ سکے، اسلام اس کی بہت حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کے لیے دعوت دیتا ہے
 بشرطیکہ وہ کسی گناہ کا پیش خیمہ نہ بن جائے یا خود گناہ نہ ہو، نہ وہ دوسرے فرائض کی ادائیگی
 میں نقص پیدا کر دے۔ نہ ان میں تاخیر کا باعث ہو، نہ ان میں رکاوٹ ڈالے۔ اس معاملے میں
 عمومی نظیر نبی کریم ﷺ کا وہ بیان ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ”اللہ پر ایمان لانے والے
 سب ہی اچھی صفات کے حامل ہوتے ہیں مگر قوی الحبشہ اور مضبوط مسلمان کو ضعیف
 مسلمان پر ترجیح حاصل ہے“ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ ان کھیلوں اور تفریحات کو پسند
 فرماتے تھے جو جسم کی قوت برداشت، مکان اور امراض کے خلاف مزاحمت کو بڑھائیں اور
 اخلاقی انضباط اور اتحاد پیدا کریں (16)۔

گھوڑ دوڑ

مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء سے ثعیۃ الوداع تک چھ میل تھی۔ جہاں گھوڑ دوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔ گھوڑے جو مشق کے لیے تیار کرائے جاتے تھے ان کی تیاری کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ان کو خوب دانہ گھاس کھلاتے۔ جب وہ موٹے تازے ہو جاتے تو ان کی غذا کم کرنی شروع کر دیتے اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کتے، پسینہ آتا اور خشک ہوتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ جس قدر گوشت چڑھ گیا تھا، خشک ہو کر ہلکا پھلکا جبریا بدن نکل آتا۔ یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی (17)۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں گھوڑوں کی دوڑ بہت مقبول تھی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق آنحضرت ﷺ اس پر خود انعام دیا کرتے تھے۔ تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کے لیے الگ الگ مسافیتیں مقرر تھیں۔ وہ مقام اب تک مدینہ منورہ میں محفوظ ہیں جہاں سے شرط کے گھوڑے وغیرہ روانہ ہوتے تھے اور وہ مقام بھی جہاں کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ جیتنے والے کا تعین کرتے تھے۔ اس آخر الذکر مقام پر اب ایک مسجد ہے جو مسجد السبق (دوڑ کی مسجد) کے نام سے موسوم ہے۔ دوڑ میں انعام اول، دوم، سوم چہارم متعدد افراد کو ملتے تھے۔ کبھی یہ انعام کچھ کھانے کی چیزیں مثلاً کھجور ہوتے تھے اور کبھی کوئی چیز جن کی تفصیل سیرت شامی میں ملتی ہے (18)۔

امام بخاری نے کتاب الجہاد والسیر کے باب السبق بین الخیل میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو گھوڑے شرط کے لیے تیار کیے تھے ان کی تو حد آنحضرت ﷺ نے حنیا سے ثعیۃ الوداع تک رکھی اور جو گھوڑے تیار نہیں کیے گئے تھے ان کی حدینہ سے مسجد بنی زریق تک رکھی (19)۔ اول الذکر فاصلہ پانچ یا چھ میل اور مواعظ الذکر ایک میل تھا۔ صحیح البخاری کے اگلے دونوں ابواب بھی گھوڑ دوڑ سے متعلق ہیں (20)۔

گھوڑ دوڑ کا اہتمام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے

سراقہ بن مالک کو یہ خدمت سپرد کی اور اس کے چند قاعدے مقرر کیے جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں :

1. گھوڑوں کی صفیں قائم کی جاتیں۔ تین دفعہ پکارا جاتا تھا کہ جس کو لگام درست کرنی کر لے، بچے کو ساتھ رکھنا ہو تو رکھ لے، زین الگ کرنی ہو الگ کر لے۔
2. جب کوئی آواز نہ آئے تو تین دفعہ تکبیر کہی جاتی۔ تیسری تکبیر پر گھوڑے میدان سے ڈال دیئے جاتے۔
3. جس گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ آگے نکل گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر آدمیوں کو دو کناروں پر کھڑا کر دیتے۔ گھوڑے ان ہی دونوں کے درمیان سے ہوتے نکلتے (21)۔

نشانہ اندازی

نشانہ اندازی کے انعامات اور اس کی ترغیب و تحریص کا ذکر کثرت سے احادیث میں ہے، امام بخاری نے باب النحریص علی الرمیٰ میں حضرت سملہ بن اکوع سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اسلم قبیلے کے کچھ لوگ باہم تیر اندازی کر رہے تھے آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا۔

ارموانیٰ اسماعیل فان اباکم کان رامیا (22)۔

اے اسماعیل کے چوتیر اندازی کرو۔ تمہارے باپ اسماعیل تیر انداز تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں اس گروہ کے ساتھ ہوں (جس میں ابن الاکوع تھے) یہ سن کر دوسرے گروہ نے ہاتھ روک لیے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تیر کیوں نہیں چلاتے۔ انہوں نے کہا (تیر) کیونکر چلائیں آپ ﷺ تو دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے حضور نبی کریم علیہ

الصلوة والتسليم نے فرمایا تم لوگ تیر اندازی کرو۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

حضور ختمی المرتبت ﷺ جب غزوات میں مسلم فوج کی سپہ سالاری فرماتے تو تیر چلانے کے متعلق مجاہدین کو ہدایات جاری فرماتے غزوہ بدر کے دوران جب کفار مکہ کی فوج مومنوں کے ایک مختصر سی سپاہ کے سامنے صف آرا ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب وہ تمہارے نزدیک (تیر کی زد میں) آجائیں، اس وقت تیر چلاؤ (23)۔

تیرا کی

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق عرب میں خاص کر حجاز (مقدس) میں تیر نے کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ اس کے باوجود خود آنحضرت (ﷺ) نے کم عمری میں اپنی ننھیال کے کونین میں تیرنا سیکھا تھا اور اس کی آئینہ اوروں کو ترغیب بھی دیتے رہے (24)۔ حضور ﷺ نے تیرنا اس وقت سیکھا تھا جب آپ علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ چھ برس کی عمر میں یثرب (جو بعد میں مدینہ طیبہ کہلایا) تشریف لے گئے تھے۔ اس بات کا اظہار آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”بنی عدی بن النجار کے حوض میں میں نے اچھی طرح پیرا کی سیکھ لی تھی“ (25)۔

علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے ”رسول اللہ ﷺ کو قیام مدینہ کی بہت سی باتیں یاد رہ گئی تھیں جب آپ ﷺ قیام مدینہ کے زمانے میں ایک دفعہ بنو عدی کے منازل پر گذرے تو فرمایا کہ اسی مکان میں میری والدہ ٹھہری تھیں۔ یہی وہ تالاب ہے جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا“ (26)۔

لامعین واعظ الکاشفی نے یہاں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک روز چاہ بنی عدن النجار میں مدینہ کے لڑکوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ تیر رہے تھے آپ ﷺ

کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت نظر آرہی تھی۔ یہودیوں کی ایک جماعت یہاں سے گذری۔ ان میں ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور دوسرے ساتھ کودیکھا کر کہا کہ یہ لڑکا پیغمبر آخر الزمان (ﷺ) ہوگا (27)۔ نعیم صدیقی حضور اکرم ﷺ کی تیراکی سیکھنے اور اس کی ترغیب دینے کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

”تیر نے کا مشغلہ بھی تھا اور احباب کے ساتھ کبھی کبھار تالاب میں تیرا کرتے۔ دو دو ساتھیوں کے جوڑ بنائے جاتے اور پھر یہ جوڑ کے ساتھی دور سے تیر کر ایک دوسرے کی طرف آتے۔ ایک موقع پر اپنا ساتھی حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند کیا“ (28)۔ بارش ہوتی تو تہہ بند باندھ کر نہایا کرتے۔ کبھی تفریحاً کسی کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر اس کے دہانے پر بیٹھتے تھے۔

برچھے کی مشق کرنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے کتاب الجہاد والسير کے باب اللہو بالجرباب ونحوها میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے جبشی لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے برچھے سے کھیل رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ یہ دیکھ کر کنکروں کی طرف جھکے کہ انہیں کنکر ماریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ان کو کھیلنے دو (29)۔

باغات کی سیر

شخصی طور پر آپ ﷺ کو باغوں کی سیر کا شوق تھا۔ کبھی رفا کے ساتھ باغوں میں چلے جاتے اور وہیں مجلس آرائی بھی ہو جاتی (30)۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

مدینہ طیبہ میں سب انصار سے زیادہ مال رکھتے تھے۔ یعنی کھجور کے درخت سب سے زیادہ ان کے پاس تھے اور سب مالوں میں ان کو ایک باغ بہت پسند تھا جس کو **بیر حاء** کہتے تھے اور وہ مسجد نبوی ﷺ کے سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس میں جایا کرتے تھے اور وہاں کا پانی جو بہت اچھا تھا، پیا کرتے تھے (30 الف)۔

وزنی پتھر اٹھانے کا مقابلہ

ابن القیم نے اپنی کتاب الفروضیہ میں ذکر کیا ہے کہ علاوہ اور چیزوں میں مسابقت کے عہد نبوی (ﷺ) میں وزنی پتھروں کے اٹھا سکنے کے مقابلہ ہوا کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ اسے روار کہتے تھے (31)۔

وزن اٹھانے (Weight-Lifting) کے مقابلے تمام عالمی اور علاقائی کھیلوں میں ہوتے ہیں اور یہ اولمپک گیمز میں بھی شامل ہیں۔ موٹے لوگ اپنا وزن کم کرنے کے لیے یہ ورزش کرتے ہیں (32)۔

خواتین کے کھیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ شروع میں ایک ذیلی پتلی لڑکی تھیں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوڑ کے مقابلے میں آگے نکل جاتی تھیں، آخری عمر میں جب ان کا جسم فریبہ ہو گیا تو پھر رسول اللہ ﷺ ان سے دوڑ جیت جاتے تھے (33)۔

یہ دوڑ کوئی مقابلہ نہیں تھا کیونکہ کوئی شخص پیغمبر سے مقابلہ نہیں کر سکتا یہ تو محض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دل بہلانے کے لیے تھا۔ پہلے چونکہ ان کا جسم دبلا پتلا تھا اس لیے وہ تیز دوڑ سکتی تھیں۔ بعد میں ان کا جسم فریبہ ہونے کے باعث وہ زیادہ تیز نہ دوڑ سکتی تھیں۔ بہر حال اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں بیوی اس طرح کے اسپورٹس میں

ایک دوسرے سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر علما کی اصطلاح استعمال کی جائے تو یوں کہیں گے کہ خاندوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ مقابلہ دوڑ لگانا سنتِ رسول ﷺ ہے (34)۔

قرآن و حدیث میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں کہ جس کی بنا پر کھیلوں میں عورتوں کی شمولیت کو حرام قرار دیا جاسکے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اس کا واضح جواز ملتا ہے (35)۔ لیکن اس سلسلے میں چند باتوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

- اولاً جہاں عورتیں کھیل رہی ہوں وہاں کوئی مرد موجود نہ ہو۔
- ثانیاً لڑکیوں اور عورتوں کا لباس شریعتِ اسلامیہ میں موجود احکام کے منافی نہ ہو۔
- ثالثاً عورتوں کے کھیلوں کی میڈیا کے ذریعے تشہیر نہ کی جائے۔
- رابعاً خاند اور اس کی اہلیہ رات کے اندھیرے میں یا ایسی جگہ پر جہاں کوئی اور شخص نہ ہو، آپس میں کسی کھیل میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ ہمارے بعض جدید ذہن رکھنے والے اسکالرز عورتوں کو مردوں کے سامنے کھیلنے اور پھر ان کے کھیلوں کو ٹیلی ویژن پر دکھانے یا اخبارات میں ان کی تصاویر کی اشاعت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ رفیع اللہ شہاب نے حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غلط تشریح کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ نے جو دوڑیں لگائی تھیں، دوسرے صحابہ کرام نے بھی دیکھا تھا (36)۔ شہاب صاحب کے اس قول کی تصدیق کسی روایت سے نہیں ہوتی۔ اسلام میں پردے پر بہت زور دیا گیا ہے کوئی مسلمان خاتون غیر مردوں کے سامنے بغیر اوڑھنی کے نہیں آسکتی۔ کھیلوں کے دوران چادر وغیرہ نہیں لی جاسکتی نیز جسم کے مختلف اعضا کی نمائش ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام عورتوں کے کھیلوں پر کوئی قدغن نہیں لگاتا اگر مذکورہ بالا باتوں کا خیال رکھا جائے۔

کھیلوں کا نظارہ کرنا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ عید

کے دن مسجد میں حبشی کھیل اور بازی کرتے تھے۔ رسول مقبول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو؟ میں نے کہا، ہاں چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہوئے اور دست مبارک بڑھادیئے حتیٰ کہ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ ﷺ کے دست مبارک پر رکھی اور اتنی نظارت اور سیر کی کہ آپ ﷺ نے کئی بار فرمایا کہ بس نہ کرو گی۔ میں نے کہا، نہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے، جس سے پانچ اجازتیں اور رخصتیں معلوم ہوئیں:

1. ایک یہ کہ کھیل اور لہو اور اس کے نظارت اور سیر اگر گاہ گاہ ہو تو حرام نہیں اور حبشیوں کا کھیل رقص و سرور تھا۔

2. دوسرے یہ کہ مسجد میں بازی کرتے تھے۔

3. تیسرے یہ کہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ جس وقت حضرت عائشہ کو وہاں لے گئے تو فرمایا ”کھیل میں مشغول ہو“ اور یہ حکم ہے تو جو چیز حرام ہوتی، اس کا آپ کیوں حکم فرماتے۔

4. چوتھے یہ کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہل کی اور فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو؟ اور فرمانا تقاضا ہے۔ یہ ویسا نہیں کہ دیکھتی ہوتی اور آپ ﷺ خاموش رہتے تو ممکن تھا کہ کوئی یہ کہتا کہ آپ ﷺ نے ان کو رنجیدہ کرنا نہ چاہا۔

5. پانچویں یہ کہ آپ ﷺ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دیر تک کھڑے رہے باوصف اس کے کہ نظارہ بازی آپ ﷺ کا کام نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور لڑکوں کی موافقت کے واسطے ایسے کام کرنا خلق نیک ہے تاکہ ان کا دل خوش ہو۔

حواشی

1. سید اسلم، ڈاکٹر۔ صحت سب کے لیے (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، پطرس بخاری روڈ، جنوری ۱۹۹۹ء)۔ ص ۷۵
2. ایضاً
3. ایضاً، ص ۶۸
4. **The New Encyclopaedia Britannica, (Encyclopaedia Britannica Inc. 15th edition, 1986) Vol 19, P. 28**
5. سید اسلم، ڈاکٹر۔ کتب مذکورہ۔ ص ۶۷۔
6. آغا شرف۔ ورزش اور صحت (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، س۔ن) ص ۸
7. سید اسلم، ڈاکٹر۔ کتاب مذکورہ۔ ص ۶۷، ۶۸
8. محمد فاروق، ڈاکٹر۔ اللہ آپ کو شفا دے (لاہور: تجلیقات، اکرم آرکیڈ ٹمپل روڈ، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۳۶
8. (الف)۔ ایم اے صوفی، ڈاکٹر، ڈاکٹر مرزا اقبال صوفی۔ معاشرتی طب۔ کیونٹی میڈیسن (لاہور ٹائمز میڈیکل پبلی کیشنز، بار دوم، س۔ن) حصہ اول، ص ۴۰۹
8. (ب)۔ ایضاً، ص ۳۰۷
9. صحیح مسلم۔ کتاب القدر۔ جلد ۵ ص ۵۲۰-۵۲۱
10. **Sultan Shah, Sayyed. The Origin of Life and its Continuity, Ph.D.Thesis (Bahawalpur: Islamia University, 1997) Vol II, p.356**
11. امام غزالی۔ کیمیائے سعادت (نول کشور پریس، ۱۸۸۲ء) ص ۲۸۰
12. ابن قیم الجوزیہ، امام۔ طب نبوی ﷺ، مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، ۲۹۸۵) ص ۴۶۵
13. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۷ (اس مقالے کا بیشتر حصہ چودھویں آل

پاکستان سائنس کانفرنس انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں 10 مارچ 1973ء کو پڑھا گیا جو بعد میں مجلہ "قومی صحت" لاہور میں شائع ہوا۔ لاہور سے اسے الگ کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔ بیروت (لبنان) کے ڈاکٹر احسان حق پی ایچ ڈی نے اسے عربی کے قالب میں ڈھالا۔

14. اسد القادری، مولانا۔ سیرت الرسول ﷺ (کراچی: المعین لپیڈ محمد محمود چیمبرز، زیر اہتمام حاجی مشتاق احمد فاروقی، 1981ء) جلد اول۔ ص 559-561

15. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ستمبر 1981ء) ص 293۔

16. حمودہ عبدالعاطی، ڈاکٹر۔ اسلام ایک روشن حقیقت۔ مترجم شریف احمد خان (لاہور: فینس بکس اردو بازار ستمبر 1989ء) ص 216، 217

اصل کتاب انگریزی زبان میں ہے جس کا نام **Islam in Focus** ہے۔

17. شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی۔ سیرت ابنی ﷺ جلد دوم، ص 210

18. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ستمبر 1981ء) ص 295

19. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسریر، باب 101، حدیث 132

20. ملاحظہ ہوں ابواب "اضمار الخیل للسبق" اور "غایۃ السبق للخیل المضمرة"

21. شبلی نعمانی و سلیمان ندوی۔ سیرۃ ابنی ﷺ (کراچی: دارالاشاعت، اگست 1983ء) حصہ دوم۔ ص 130

22. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسریر، باب 122، حدیث 160

علامہ جلال الدین سیوطی نے یہ حدیث شہقی کے حوالے سے نقل کی ہے ملاحظہ ہو خلاصہ البخاری،

اردو (لاہور: سنج شکر اکیڈمی) جلد دوم، ص 121

23. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسریر، باب 122، حدیث 161

24. محمد حمید اللہ ڈاکٹر، کتاب مذکور۔ ص 295

25. اسد القادری، مولانا۔ کتاب مذکور۔ ص 563

26. شبلی نعمانی، علامہ۔ سیرۃ ابنی ﷺ (کراچی: دارالاشاعت، اگست 1983ء) جلد اول، ص 111

27. ملا معین واعظ الکاشفی۔ معارج النبوت، جلد دوم، ص 136، نامہ نعت لاہور مجلہ 4، شمارہ 12،

(71)

دسمبر ۱۹۹۱ء (حضور ﷺ کا عین از سید محمد سلطان شاہ)

28. نعیم صدیقی۔ محسن انسانیت ﷺ، ص ۱۲۱، ۱۹۹
29. صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۶۲
30. اسد القادری، کتاب مذکور، ص ۵۶۳
30. (الف)۔ موطا امام مالک، باب التَّوْبِ فِي الصَّدَقَةِ مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی، ربیع الاول ۱۳۹۹ھ ص ۶۹۵، ۶۹۶)
31. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، کتاب مذکور، ص ۲۹۶
32. اردو انسائیکلو پیڈیا (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، تیسرا ایڈیشن، جنوری ۱۹۸۳ء) ص ۱۰۲۵
33. سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، جلد دوم، ص ۲۸۷
34. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر۔ منصب حکومت اور مسلمان عورت (لاہور: سگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۲۰۷
35. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر۔ عورتوں کے بارے میں قرآنی احکامات (لاہور: دوست ایسوسی ایشن، ۱۹۹۵ء) ص ۱۲۳، ۱۲۴
36. ایضاً
37. عطاء اللہ پالوی۔ قرآن اور فنون لطیفہ (لاہور: دوست ایسوسی ایشن، اپریل ۱۹۹۳ء) ص ۱۶۲، ۱۶۳

مردم شماری..... تعمیل ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام دنیا کے مہذب ممالک میں ہر دس سال کے بعد مردم شماری ہوتی ہے تاکہ اس کے ذریعے آبادی اور وسائل میں توازن رکھا جاسکے۔ شاید مردم شماری کو جدید دنیا کی ایجاد سمجھا جاتا ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کا آغاز اللہ کے پیغمبروں نے اس کے ہی حکم سے کیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد مسلم اُمہ کی مردم شماری کرائی جیسا کہ امام بخاری نے کتابُ الجہادِ و السیر کے باب کِتَابَةُ الْأِمَامِ النَّاسِ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْتُبُوا إِلَيَّ مِنْ تَلَفَّظَ

بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكُتِبْنَا لَهُ أَلْفَاوُ خَمْسِمِائَةَ رَجُلٍ (1)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں میں جس نے اسلام کا کلمہ پڑھا ہو اس کا نام لکھو۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے نام لکھے تو ایک ہزار پانچ سو مرد ہوئے۔

اُس زمانے میں مسلمانوں کو اپنی تعداد کا علم ہوا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالائے۔ مسلمان کہنے لگے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر ہے ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر

طرف سے دشمن کا خوف لگا رہتا تھا۔

بخاری شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ پانچ سو مرد ہوئے جبکہ ابو معاویہ کی روایت کے مطابق چھ سو سے سات سو تک (2)۔ امام مسلم نے کتاب الایمان کے باب 'خَوَازِ الْأَسْقِسْرَارِ بِالْإِيْمَانِ لِلْخَائِفِ' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

فَقَالَ أَحْصُوا لِي كَمْ يَلْفِظُ الْإِسْلَامَ

رسول ﷺ نے فرمایا "گنو" کتنے آدمی اسلام کے قائل ہیں؟ راوی کے مطابق ہم (مسلمان) چھ سو سے سات سو تک ہوئے (3)۔

امام نووی نے ان تمام روایات میں تطبیق کرتے ہوئے اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ عورتیں بچے سب ملا کر ایک ہزار پانچ سو ہوں گے اور مرد چھ سو سات سو ہوں گے اور لڑنے کے قابل پانچ سو ہوں گے (4)۔

ڈاکٹر صحیحی صالح عالم اسلام کی اس پہلی مردم شماری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال حکم دیا تھا کہ مردم شماری کی جائے اور مدینہ کے مسلمان ہندوں، عورتوں اور بچوں کو شمار کیا جائے۔ صحیح بخاری کی روایت "باب کتابۃ الامام للناس" اس ضمن میں واضح ہے کہ مردم شماری کا ریکارڈ کھا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "لوگوں میں سے اپنی زبان سے جو شخص اسلام کا اقرار کرتا ہے اس کا نام لکھ لو۔" تعمیل ارشاد میں ہم نے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھے (5)۔

لیکن ڈاکٹر ایم ایس ناز بخاری شریف کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا تھا" اس لیے محدثین نے مختلف رائے ظاہر کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ غالباً یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب صحابہ جنگ احد کے لیے جا رہے تھے۔ ابن تین کے نزدیک یہ حکم غزوہ خندق میں

دیا گیا تھا اودی کے نزدیک یہ حدیبیہ کے زمانے کا واقعہ ہے“ (6)۔

یہاں اس کا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ مختلف غزوات و سرایا کے لیے مجاہدین کے اسما باقاعدہ لکھے جاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص آنحضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا نام فلاں فلاں جہاد میں جانے کے لیے لکھا گیا ہے لیکن میری جو روح حج کو جا رہی ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تو لوٹ جا اور اپنی جو رو کے ساتھ (پہلے) حج کر (7)۔ اگر حضور سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے لیے جانے والوں کی اسم نویسی کو رواج نہ دیا ہوتا تو آج ہمیں مختلف غزوات و سرایا میں شرکت کرنے والوں اور جام شہادت نوش کر جانے والوں کی تفصیلات نہ مل سکتیں۔ مردم شماری کو انگریزی زبان میں سینس (Census) کہا جاتا ہے جو دراصل لاطینی لفظ ہے۔ اگر مردم شماری کی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہمیں تورات (Bible) کے عہد نامہ عتیق (Old Testaments) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس مردم شماری کا پتا چلتا ہے جو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جس کا ذکر صحیفہ ”گنتی“ (The Book of Numbers) میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

On the first day of the second month, in the second year after Israel's migration from Egypt, the LORD spoke with Moses in the wilderness of Sinai as he was in the meeting-tent saying, "Take a census of entire assembly of the people of Israel, according to their families and clans, name by name; and get a record of every male".(8)

(بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکل آنے کے دوسرے برس کے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کو سینا کے بیابان میں خداوند نے خیمہ اجتماع میں موسیٰ سے کہا۔ تم ایک ایک مرد کا نام لے لے کر گنو اور ان کے ناموں کی تعداد سے بنی اسرائیل کی ساری جماعت کی مردم شماری کا حساب ان کے قبیلوں اور آبائی خاندانوں کے مطابق کرو) (9)۔

قدیم رومن حکومت عوام کے متعلق ریکارڈ رکھتی تھی جس میں ہر شخص کے خاندان

اولاد غلام اور ملازمین کے متعلق پوری واقفیت درج ہوتی تھی۔ اس لیے مردم شماری کی ایجاد کا سرارومیوں کے سر باندھا جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی قیصر اگسٹس شہنشاہ روم کے حکم سے ایک مردم شماری ہوئی تھی اور اسی مردم شماری کے فرمان کی تعمیل میں یوسف نجار اور حضرت مریم کوائف درج کرانے کے لیے اپنے اصلی وطن ”بیت اللحم“ میں مقیم تھے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن یہ ظاہر ہے کہ گنتی کی کتاب اس سے قریباً ہزار سال پہلے لکھی گئی تھی اور وہ سر تا پا مردم شماری کی داستان ہے جس میں اس وقت کے حالات درج ہیں (10)۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردم شماری الٰہی حکم کی تعمیل کا نام ہے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مردم شماری کرائی۔ موجودہ اسلامی دنیا کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی افرادی قوت کے صحیح اعداد و شمار کاریکار ڈرکھے اور اپنے وسائل سے صحیح منصوبہ بندی کے ذریعے بھرپور استفادہ کریں۔

حواشی

1. صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب ۲۲۳، حدیث ۳۰۳
2. ایضاً۔ حدیث ۳۰۴
3. صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب جواز الاستمرار بالایمان للخائف
4. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی۔ مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) ج ۱: ص ۲۳۷
5. سحی صالح، ڈاکٹر۔ علوم الحدیث مترجم پروفیسر غلام احمد حریری (فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز کارخانہ، بازلامنی ۱۹۷۸ء ص ۳۳، ۳۴)
6. ایم ایس ناز ڈاکٹر۔ انسائیکلو پیڈیا اصحاب النبی ﷺ (لاہور: مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ، ۱۹۹۷ء) ص ۱۵۷
7. صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب ۲۲۳، حدیث ۳۰۵
8. The Book of Numbers 1:1-2, The Holy Bible (The Gideons International, 1992) p.102
9. گنتی۔ باب اول: ۱-۲/ کتاب مقدس (لاہور: بائبل سوسائٹی 93/95 سیریز) ص ۱۲۳
10. اردو انسائیکلو پیڈیا۔ (لاہور: فیروز سنز لٹریچر ایڈیشن، جنوری ۱۹۸۳ء) ص ۹۲۰

تحفظ جنگلی حیات سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

جنگلی حیات کا تحفظ دورِ حاضر کا ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے اور اقوامِ عالم مختلف قسم کی انواعِ حیات کو معدوم ہونے (Extinct) سے بچانے کے لیے طرح طرح کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ السائیکلو پیڈیا آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں تحفظ جنگلی حیات (Wild life conservation) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

The science and art of making decisions and taking actions to manipulate the structure, dynamics and relations of wild animal population, habitats and wildlife resource. (1)

السائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مطابق تحفظ جنگلی حیات سے مراد یہ ہے کہ جنگلی حیوانات و نباتات کو اس انداز سے باضابطہ بنانا کہ بطور قدرتی ذریعہ ان کا تسلسل قائم رہے۔

(It is) the regulation of wild animals and plants in such a way as to provide for their continuance as a natural resource. (2)

زاہد بیگ مرزا کے مطابق کسی نوع کے تحفظ کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ تعداد میں کم ہو جائے۔ لہذا اس نوع کی تعداد اور وسعت کا علم ہونا اور ان وجوہ کو جاننا جس سے اس کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہو اس نوع کے تحفظ کے لیے بہت اہم ہے (3)۔ جنگلی حیات کے تحفظ و انتظام کے ماہرین مندرجہ ذیل تین طریقوں سے جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے کوشاں ہیں۔

1. گیم ریزرو (Game Resesve)

یہ وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں چند سالوں کے لیے کسی خاص پرندے یا حیوان کا شکار مکمل طور پر بند کر دیا جاتا ہے اور پھر صرف پر مٹ پر ایک خاص تعداد میں ان کو مارنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ عام طور پر گیم ریزرو اہم شخصیتوں کو زیادہ تعداد میں شکار مہیا کرنے کے لیے بنائی جاتی ہیں جہاں عام آدمی کو شکار کا پر مٹ نہیں دیا جاتا (4)۔

2. گیم سنچری (Game Sanctuary)

یہ وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں ہر قسم کا شکار ایک خاص مدت کے لیے بند ہوتا کہ پرندوں اور دیگر جنگلی حیوانات کی تعداد میں اضافہ ہو اور وہ سنچری کے حلقے سے باہر اپنی تعداد میں اضافے کی وجہ سے دوسرے علاقوں سے سنچری میں آئیں۔ عام طور پر گیم سنچری کے ملحقہ گیم ریزرو میں ملحق گیم ریزرو بھی بنادی جاتی ہے تاکہ جب گیم سنچری میں شکار کی تعداد میں اضافہ ہو تو وہ بھی اپنی تعداد بڑھالیں اور اس گیم ریزرو میں شکار کیا جاسکے (5)۔

3. نیشنل پارک (National Park)

کسی علاقے کو مع اس کی جنگلی حیات کے محفوظ کر کے سیاحت، علم و سائنس کی تحقیق اور تفریح کے لیے مخصوص کر کے نیشنل پارک کا نام دیے دیا جاتا ہے۔ نیشنل پارک بنیادی طور پر قدرتی علاقہ ہوتے ہیں اور ہونا چاہئیں جو انسان اور حیوانات کے اشغال کے لیے مخصوص ہوں اور ان کا انتظام اسی مقصد کے حصول کے لیے ہو اگرچہ نیشنل پارک میں قدرتی ماحول فراہم کیا جاتا ہے لیکن انسان اس میں مداخلت کا اہل ہے۔ اس لیے سیاحت کا

انتظام اس طریقہ سے ہونا لازم ہے کہ قدرتی ماحول محفوظ رہے۔ نیشنل پارک کا بنیادی مقصد قدرتی مناظر، تاریخی نشانیوں، وہاں کی نباتات اور جنگلی حیات کو تحفظ دینے کا ہے۔ اس سے انسان کے لطف اندوز ہونے کے آداب ایسے ہوں کہ قدرتی ماحول کو برقرار رکھنے میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہو تاکہ آئندہ نسلیں بھی اسی طرح سے لطف اندوز ہوتی رہیں اور جن خصوصیات کی بنا پر وہ علاقہ نیشنل پارک قرار دیا گیا تھا وہ خصوصیات برقرار رہیں (6)۔

اگر ہم تحفظِ جنگلی حیات کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ اس کی ابتدائی شکل وہ پابندیاں اور کنٹرول تھا جو شکار، ماہی گیری اور جانوروں کو پھندے کے ذریعے پکڑنے کو باضابطہ بنانے کے لیے عائد کیا جاتا ہے تھا۔ خاص طور پر شکار پر نسل کشی کے موسم میں پابندی بہت مفید تھی (7)۔ آج بھی محکمہ ماہی پروری (Fisheries Department) مچھلی کی قدرتی افزائش نسل (Natural Spawning) کے مہینوں میں اس کا شکار پر پابندی کے قانون پر سختی سے عمل کراتا ہے تاکہ مچھلی کی پیداوار میں کمی واقع نہ ہو (8)۔

بنی اسرائیل کو بھی چھ دن مچھلی کا شکار کرنے کی اجازت تھی اور ساتویں دن یعنی ہفتہ کو ان کے لیے شکار حرام تھا۔ کتاب مقدس کے عہد نامہ عتیق کے مطابق چھ دن کام کرنے کے لیے اور ہفتہ (Sabbath) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرام کا دن مقرر کیا گیا اور اس دن کو انہیں آگ تک جلانے کی اجازت نہ تھی (9)۔ اس طرح سب سے پہلے شکار پر پابندی کا حکم بنی اسرائیل کو دیا گیا لیکن انہوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کرنے کے لیے حیلے تلاش کرنے شروع کر دیے۔ چونکہ بنی اسرائیل پر ہفتہ کے دن شکار حرام تھا انہوں نے اس حیلہ سے مچھلیوں کا شکار کیا کہ دریا کے کنارے غار کھودے تاکہ ہفتہ کے دن مچھلیاں ان میں آجائیں (10)۔ قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سبت کے قانون کے نافرمانی کرنے والوں کو "قَرْدَةَٰ حَسِبِیْنَ" (پھٹکارے ہوئے بندر) بن جانے کا حکم دے دیا (11)۔ اس سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ممنوعہ ایام یا موسم میں جنگلی حیات، جس سے فائدہ حاصل کرنا قانونِ خداوندی کے تحت جائز بھی ہے، کا شکار کرنے والوں کو سزا دی جاسکتی ہے۔ آج

(Conservation of Nature) کے حامی ممالک اور اقوام ایسے قوانین بنا رہے ہیں حالانکہ اس کی سب سے پہلے سزا خود اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے بنی اسرائیل کو دی تھی۔

قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی نگاہوں میں حیوانی زندگی کی بھی وہی قدر ہے جو انسانی حیات کی ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اور انہیں کوئی زمین پر چلنے والا (جانور) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر وہ تمہاری مانند امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو نظر انداز نہیں کیا“ (12)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جانور بھی ہماری مثل ہے۔

سید امیر علی نے اپنی معروف تصنیف (Spirit of Islam) (روح اسلام) میں لکھا ہے کہ عالم عیسائیت نے کہیں صدیوں میں جا کر حیوانی مخلوق کے بارے میں احساس فرض اپنے اندر بیدار کیا ہو، رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے پر اثر الفاظ میں اس فرض کا اعلان کیا جو انسان پر اپنے بے زبان اور بے بس خدمت گزاروں کے بارے میں عائد ہے (13)۔ اسلام ایسا دن جس میں حدودِ حرم سے باہر شکار کرنا مباح ہے اور اجماع امت بھی اسی پر ہے۔ البتہ امام مالک علیہ الرحمہ کے مسلک کی ایک کتاب ”رسالہ ابن ابوزید“ میں لکھا ہے کہ محض لہو و لعب کی خاطر شکار کرنا مکروہ ہے اور لہو و لعب کے قصد و ارادے کے بغیر مباح ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے بنفس خود کبھی شکار کیا ہو لیکن یہ ثابت ہے کہ اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کسی نے شکار کیا تو آپ ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا (14)۔ امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک خرگوش پکڑا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس کو کانا اور اس کی رانیں اور سیرین کا گوشت آنحضرت ﷺ کو تحفہ میں بھیجا جسے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول فرمایا (15)۔ اس کے علاوہ کئی اور احادیث مبارکہ بھی شکار کے جائز ہونے کی دلالت کرتی ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں کسی حلال جانور یا پرندے کو کھانے

کے لیے شکار کرنا جائز ضرور ہے لیکن اس کو گوشت وغیرہ کی ضرورت کے علاوہ محض لہو و لعب کے ارادے سے مار کر پھینک دینا جائز نہیں۔ شہداء شریف کی ”کتاب الصیڈ والذبایح“ میں مسند احمد، نسائی اور دارمی کے حوالے یہ حدیث پاک نقل کی گئی ہے جس کے راوی حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ میں انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”اگر کوئی شخص کسی چڑیا یا اس سے چھوٹے بڑے کسی جانور پرندہ کو ناحق مار ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس (ناحق مارنے) کے بارے میں باز پرس کرے گا۔“ عرض کیا گیا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ! اس (چڑیا وغیرہ) کا کیا حق ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ کہ اس کو ذبح کیا جائے (کسی اور طرح اس کی جان نہ ماری جائے) اور پھر اس کو کھایا جائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے“ (16)۔ اس حدیث مبارکہ کی شرح علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے بڑی تفصیل سے رقم کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق خدا کی اس وسیع کائنات میں ہر جاندار اپنی جان کی حفاظت کا حق رکھتا ہے خواہ وہ اشرف المخلوقات انسان ہو یا حیوان، جس طرح کسی انسان کی جان کو ناحق مارنا شریعت کی نظر میں بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے اسی طرح کسی حیوان کی جان ناحق ختم کرنا بھی ایک انتہائی غیر مناسب فعل اور انتہائی بے رحمی کی بات ہے۔

اگر قادر مطلق نے انسان کو طاقت و قوت عطا کر کے حیوانات پر تسلط و اختیار عطا کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی اس طاقت اور اپنے اس اختیار کے بل پر محض اپنا شوق پورا کرنے کے لیے یا محض تفریح طبع کی خاطر بے زبان جانوروں کو اپنا تختہ مشق بنائے اور ان کی جانوں کو کھلونا بنا کر ان کو ناحق مارتا رہے۔

جس جانور کے گوشت کو حق تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال قرار دیا ہے اگر وہ اس جانور کو بطور شکار مار کر یا اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھاتا ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے اختیار کا جائز استعمال کرتا ہے اور اگر محض لہو و لعب اور تفریح طبع کے لیے اس جانور کی

جان ناثق یعنی بلا فائدہ ختم کرتا ہے اور اس کے گوشت وغیرہ سے کوئی نفع حاصل کیے بغیر اس کو مار کر پھینک دیتا ہے تو اس طرح نہ صرف وہ اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرتا ہے بلکہ ایک جاندار پر ظلم کرنے والے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس لیے حدیث میں ایسے شخص کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تمہارا یہ فعل (یعنی جانوروں اور پرندوں کو ناثق مارنا) بارگاہِ احکم الحاکمین میں قابلِ مواخذہ ہے اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے اس بارے میں سخت باز پرس کرے گا اور تمہیں عتاب و عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ابنِ ملک کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کسی جانور کو کھانے کے مقصد کے علاوہ ذبح کرنا یا کسی اور طرح اس کی جان مارنا مکروہ ہے لیکن دوسرے علماء لکھتے ہیں کہ یہ کراہت بھی تحریمی ہے اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان جانوروں کی جان مارنے سے منع فرمایا ہے جو کھائے نہیں جاتے یا جن کا کھانا حلال نہیں ہے (17)۔ حضور سید الانبیاء علیہ التحیة والثناء نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُصَبَّرَ بِهِمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ (18)۔
میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کوئی جانور چوپایہ وغیرہ قتل کے لیے باندھانہ جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یحییٰ بن سعید بن عاص کے پاس گئے۔ اس وقت ان کا ایک بیٹا ایک مرغی کو باندھے ہوئے اس کو تیروں کا نشانہ بنا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر اس مرغی کو کھول دیا پھر اس مرغی کو لے کر مع اس لڑکے یحییٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنے لڑکے کو اس طرح جانور باندھ کر مارنے سے منع کرو (19)۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی جو جانور کا مثلہ کرے (20)۔

حدیث کے اکثر اماموں نے مختلف طریقوں سے جن سے ایک دوسرے کو تقویت

حاصل ہوتی ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک صحرا میں تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہائف کو تین دفعہ یا رسول اللہ (ﷺ) کہتے سنا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک ہرنی کمرے میں بندھی ہوئی ہے اور ایک بدو چادر اوڑھے دھوپ میں سو رہا ہے۔ ہرنی سے پوچھا، ”مجھ سے تیرا کیا کام ہے؟“ کہنے لگی۔ ”اس بدو نے مجھے پھانس لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے آزاد کیجئے تاکہ میں انہیں دودھ پلاؤں اور پھر لوٹ آؤں۔“ دریافت فرمایا ”کیا تو وعدہ کرے گی۔ کہنے لگی ”خدا مجھے عشر جمع کرنے والوں کا سزا عذاب دے اگر میں واپس نہ آؤں۔ آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا، وہ گئی، واپس آئی اور آپ علیہ السلام نے اسے باندھ دیا۔ بدو جاگ اٹھا، پوچھا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں“ فرمایا ”اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ اُس نے تعمیل کی، ہرنی خوشی سے بھاگتی جاتی تھی اور پاؤں زمین پر مارتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتی جاتی تھی۔ یہ واقعہ ابو الفضل قاضی عیاض (21) نے الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ میں اور امام یوسف بن اسماعیل نہہانی (22) نے ”الانوار الحمدیہ علیہ ﷺ“ میں نقل کیا ہے۔

ایسی یہ ایک روایت حضرت زید بن ابی ار قم رضی اللہ عنہ سے حضرت العلام نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ نے ”شواہد النبوة“ میں نقل فرمائی ہے جس کے مطابق حضور علیہ السلام مدینہ منورہ کی گلیوں سے ہوتے ہوئے اچانک ایک اعرابی کے خیمہ میں پہنچے جہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جب اعرابی آیا جو پانی کا مشکیزہ بھرنے گیا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے ہرنی خریدی اور اسے آزاد کر دیا (23)۔ حضرت عامر الرامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک ایک شخص آیا جس پر ایک کملی تھی جسے اُس نے پیٹ رکھا تھا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! میں درختوں کے ایک جھنڈ میں سے گذراتا تو میں نے وہاں کسی پرندے کے بچوں کی آواز سنی۔ میں نے ان بچوں کو لے لیا اور ان کو اپنی کملی میں رکھ لیا۔ پھر ان کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر کاٹنے لگی۔ میں نے اس کے سامنے ان بچوں کو کھول دیا وہ ان پر گر پڑی۔ میں نے ان

سب کو اپنی کمری میں لپیٹ لیا اور وہ سب میرے پاس ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”ان کو رکھ دو“۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان سب کو رکھ دیا اور ان کی ماں سے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے وہیں رکھ آنے کا حکم صادر فرمایا جہاں سے انہیں سے لایا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کی گئی (24)۔

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک لال مادہ دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا۔ وہ لال مادہ اپنے بچوں پر بٹھی جاتی تھی۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا اسے کس نے بچوں کی طرف سے دکھ دیا ہے، اس کے بچے اسے واپس کر دو (25)۔

ایک مرتبہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوج کے ہمراہ جاتے ہوئے ایک کتیا کو دیکھا جس کے بچے ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ایک سپاہی کو کتیا کے پاس کھڑا کر دیا، اُسے حکم دیا گیا کہ وہ ساری فوج گزرنے تک کتیا کے پاس کھڑا رہے اور کسی کو اسے پریشان نہ کرنے دے (26)۔ ہمام بن منبہ تلمیذِ اہل ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے ”صحیفہ ہمام بن منبہ“ میں یہ روایت نقل کی ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے کہ حضور سید انس و جاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت تھی جو اپنی بلی کی وجہ سے دوزخ میں گئی۔ چنانچہ نہ تو وہ اس کو کھانا کھلاتی تھی اور نہ ہی چھوڑ دیتی تھی کہ وہ خود ہی زمین کے کیرے مکوڑے، پرندے پکڑ کر کھالے، یہاں تک کہ وہ بلی فاتقے کر کے مر گئی (27)۔ اس حدیث پاک میں پرندوں کو پالنے والوں اور انہیں پنجروں میں بند کر کے رکھنے والی کے لیے نصیحت ہے کہ وہ پالتو جانوروں یا پرندوں کو اُن کو خوراک بروقت مہیا کریں یا پھر انہیں آزاد کر دیں۔ اگر انہیں بھوکا قید رکھا تو عذاب کے مستوجب ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک دن حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لوگ بہت سی چڑیاں ذبح کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا!

”اے فلاں! تمہیں کچھ پتا ہے یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں؟“ جب راوی نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا ”یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور آج کی روزی طلب نہیں کرتیں“ (28)۔

ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرنی آکر آپ کے پاس کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر زور سے چیخنے لگی کیونکہ اس کا چہ ایک قریشی نے اٹھا لیا تھا آپ نے اس سے پوچھ لایا کہ کیا، جب وہ پوچھ لے آیا تو اس نے ہرنی کا دودھ پیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس قریشی سے کہا کہ وہ ہرنی کا چہ چھوڑ دے۔ اس طرح آپ نے ہرنی اور اس کے بچے کو آزادی دلوا دی (29)۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مینڈک کو قتل کرے اُس پر ایک بحری ہے خواہ وہ (مارنے والا) محرم ہو یا حلال (30) ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں اور ابو داؤد اپنی سنن میں اس طرح نسائی اور حاکم، عبدالرحمن بن عثمان سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ ایک طبیب نے آنحضرت ﷺ سے دو امیں مینڈک کے استعمال کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ (ﷺ) نے اُس کو اس کے قتل سے روکا (31)۔

اگر ہم تھلہ جنگلی حیات کے سلسلہ میں موجودہ دور کی متمدن تہذیب کی کاوشوں کا جائزہ لیں تو ہمیں مندرجہ ذیل تین اقدامات کا پتا چلتا ہے۔

(الف) کچھ علاقوں میں کچھ لوگوں کو شکار کی اجازت ہوتی ہے جن کو پر مٹ دیا جاتا ہے۔ دیگر لوگ اس علاقے میں شکار نہیں کر سکتے۔ اسے وائلڈ لائف کا محکمہ گیم ریزرو کا نام دیتا ہے۔

(ب) ایسے علاقے جہاں زیادہ شکار کرنے سے جنگلی حیات کی بعض انواع کے معدوم یا کم ہونے کا خطرہ ہو، وہاں شکار قطعی طور پر بند کر دیا جاتا ہے جسے گیم سٹیری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(ج) بعض علاقوں میں قدرتی مناظر، تاریخی نشانیوں، وہاں کی نباتات اور جنگلی حیات کو تحفظ دینے کے لیے نیشنل پارک بنادئے جاتے ہیں۔

جنگلی حیات کے تحفظ کے مختلف اقدامات ایسے علاقوں میں ناگزیر ہو جاتے ہیں جہاں لوگوں کی بہت زیادہ تعداد کا آنا جانا ہو۔ لہذا اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے بعض ایسی پابندیاں لگائیں ہیں جس سے جنگلی حیات کا تحفظ ہو سکے۔ چونکہ دُنیا بھر کے انسان حج اور عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کرتے ہیں اس لیے قرآن و سنت میں کچھ ایسے ضابطے مقرر کر دیے گئے ہیں جس سے حرمین شریفین اور ان کی طرف جانے والے راستوں پر مناظر فطرت، عالم نباتات و حیوانات کے توازن کو بگاڑا نہ جاسکے۔ اس سلسلے میں اسلام درج ذیل پابندیاں عائد کر دیں۔

1. محرم (جس نے احرام باندھ رکھا ہو) شکار نہیں کرے گا اس کے علاوہ بھی اُسے کچھ پابندیوں کا احترام کرنا پڑے گا۔
2. مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح میں میلوں علاقے کو حرم مقرر کیا گیا۔
3. حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کو بھی مثل مکہ حرم مقرر کر دیا۔

بھا

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت

مکہ مکرمہ کی طرف حج و عمرہ کی نیت سے جانے والے لوگوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک مخصوص لباس زیب تن کریں جسے احرام کہا جاتا ہے۔ مکہ معظمہ کی جانب جانے والوں راستوں پر ایسے مخصوص مقامات ہیں جہاں پر احرام باندھنا ضروری ہے۔ اصطلاح میں ایسے مقام کو میقات کہا جاتا ہے۔ شام سے آنے والوں کے لیے جحفہ، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف سفر کرنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ، نجد والوں کے لیے قرن، ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ سے بحری سفر کرنے والوں کے لیے یلم، عراق والوں کے لیے ذات العرق اور طائف سے آنے والوں کے لیے قرن المنازل کو میقات مقرر کیا گیا ہے۔

بیت اللہ شریف کی زیارت کی نیت سے مکہ مکرمہ کی جانب عازم سفر ہونے والا ہر شخص جب احرام باندھ لیتا ہے تو حلال جانوروں کا شکار بھی اُس کے لیے حلال نہیں رہتا، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ (32)۔
حلال کیے گئے ہیں تمہارے لیے بے زبان جانور سوائے ان کے جن کا حکم تمہیں (آگے) پڑھ کر سنایا جائے گا۔ شکار کو حلال نہ سمجھو جب تم احرام باندھے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ (33)

اے ایمان والو! نہ مارو شکار کو جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ حالت احرام میں شکار جائز نہیں ہے۔ چنانچہ عمرہ و حج کے ارادے سے سفر کرنے والے مسافر احرام باندھ لینے کے بعد دیگر پابندیوں کے علاوہ شکار سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔

حرمتِ مکہ - مکرّمہ

قرآن پاک میں حرمِ مکہ کا ذکر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے یوں فرمایا۔

أَوْلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا (34)۔

کیا بسا نہیں دیا ہم نے انہیں حرم میں جو امن والا ہے۔

أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا (35)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنایا

حرم وہ علاقہ ہے جو مکہ مکرمہ کو چاروں اطراف سے محیط ہے اور نمز لہ بیت اللہ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محدود علاقہ کو بھی عظمت و حرمت اور فضیلت و منقبت میں مکہ مکرمہ کے برابر قرار دیا ہے۔

حد حرم مدینہ منورہ کے راستے سے ”تنعیم“ ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے تین میل ہے۔ یمن کے راستے سے ”اضاءة لبن“ ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے سات میل ہے اور عراق کے راستے سے ”شینہ خل“ ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے نو میل ہے جعرانہ کے راستے سے ”شعب آل عبد اللہ“ ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے نو میل ہے طائف کے راستے ”عرنہ“ ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے سات میل ہے اور جدہ کے راستے سے ”حدیبیہ“ ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے دس میل ہے۔ ان مقامات پر حد حرم کے نشانات اور علامات نصب کیے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے حدود حرم حضرت آدم علیہ السلام نے قائم کی پھر طوفانِ نوح کی وجہ سے یہ حدود قائم نہ رہی اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی خبر کے موافق ان نشانات کو قائم کیا۔ پھر نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کے بعد حد بندی کرائی اور علامات حرم مقرر کیں۔ اس کے بعد خلفاء اور سلاطین ان نشانات اور علامات کی تجدید اور نگرانی کرتے رہے (36)۔

صحیح مسلم شریف کی ”کتاب الحج“ کے ”باب تحريم صيد مكة وغيره“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا اس دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک نہ اس (شہر) کا کاشا اکھاڑا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے..... اور نہ اس کی ہری گھاس اکھاڑی جائے“ ابو شریح عدوی کی روایت میں ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کہ اس (مکہ مکرمہ) میں درخت کاٹے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اس کا شکار نہ بھگایا جائے اور اس کا کاشا توڑا نہ جائے (37)۔

حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن حضور نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

ان مكة حرمها الله ولم يحرمها الناس وليبلغ الشاهد الغائب (38)۔

مکہ حرم ہے اور لوگ اسے حرم نہیں سمجھتے جو موجود ہے اسے غیر موجود تک پہنچا دینا چاہیے۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حدودِ حرم میں درج ذیل امور ممنوع ہیں۔

۱. شکار کرنا یا اسے بھگانا

۲. درخت کاٹنا

۳. ہری گھاس کو تلف کرنا

۴. درختوں یا جھاڑیوں وغیرہ کے کسی حصے کو کاٹنا۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ آج جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے

بھی گیم سٹری یا نیشنل پارک میں انہی امور پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔

چونکہ پودے (Plants) کسی بھی مسکن (Habitat) میں بنیادی کردار ادا کرتے

ہیں اور غیر نامیاتی مرکبات (Organic substances) تیار کرتے ہیں جنہیں

جانور (Animals) بطور خوراک استعمال کرتے ہیں۔ نیز فضا میں آکسیجن (Oxygen)

چھوڑتے ہیں جو تمام جانوروں کے عملِ تنفس (Respiration) میں استعمال ہوتی ہے۔

اسی لیے پودوں کو حیاتیات (Biology) میں (Producers) کہا جاتا ہے۔ جو جانور

پودے کھا کر گزارہ کرتے ہیں انہیں صارف (Consumers) کہتے ہیں۔ علم حیوانات

بالواسطہ یا بلاواسطہ پودوں کی تیار کردہ خورات پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ کسی

علاقہ میں پائے جانے والے جانوروں کا تحفظ چاہتے ہیں تو وہاں کی نباتاتی حیات کا پہلے تحفظ

لازمی ہے۔ چنانچہ اسلام نے حدودِ حرم میں ہر قسم کی جنگلی حیات (نباتات و حیوانات) کو کسی

طرح بھی نقصان پہنچانے پر پابندی عائد کر دی کیونکہ وہاں انسانوں کی کثیر تعداد میں حج و عمرہ

کے لیے جانا ہوتا ہے۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو حدودِ حرم میں انسان کے علاوہ زندگی کی دیگر

انواع کب کی ختم ہو چکی ہوتیں۔ انگریزی زبان میں حرم کو (Sanctuary) کہا جاتا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ عہد کے جنگلی حیات (Wildlife) کے

ماہرین سے چودہ صدیاں قبل حضور اکرم ﷺ نے گیم سٹری کا تصور دیا اور صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس پر عمل کرایا۔

مکہ معظمہ میں جنگلی حیات کا وجود ناپید نہیں۔ پیر غلام دستگیر نامی نے ”تاریخ مکہ معظمہ“ میں لکھا ہے ”شہر میں کبوتر بھرت اور چڑیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں، کتے بھرت ہیں“ (39) شکار کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے رقم کیا ہے کہ حرم منیٰ میں کسی جانور کو مارنے کی اجازت نہیں۔ وہاں کبوتر جو نبی و صدیق اکبر (ﷺ و رضی اللہ عنہ) کی چھپنے کی جگہ غار ثور کے دہانہ پر انڈے دینے والے کبوتروں کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں قابل رشک زندگی بسر کرتے ہیں، نہ شکاری کا خوف ہے نہ صیاد کا ڈر، کوئی شخص ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا۔ آزادی اور امان نے ان جنگلیوں کی وحشت دور کر کے ان کو انسانوں سے مانوس کر دیا ہے اور ان کی آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں کہ انسان جانور کو کس طرح مارتا ہے وہ آزادی میں پیدا ہوئے اور بے فکری میں پلے ہیں (40)۔

حرمتِ مدینہ طیبہ

حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کو بھی مثل مکہ حرم مقرر فرمایا۔ اس سلسلے میں کتب احادیث میں متعدد احادیث موجود ہیں۔ صحیح مسلم شریف کی کتاب الحج کے ”بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ“ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ حرم مقرر کیا اور اس کے لوگوں کے لیے دُعا کی اور میں نے مدینہ کو حرام کیا جیسے ابراہیم نے مکہ کو حرام کیا“ (41)۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ

لَا بَتَيْهَا يُرِيدُ الْمَدِينَةَ (42)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں دونوں کالے پتھروں

والے میدانوں کے بیچ میں حرم قرار دیتا ہوں مگر آپ ﷺ کی مدینہ ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم
علیہ السلام نے مکہ کو حرم مقرر کیا اور میں مدینہ کو حرم مقرر کرتا ہوں دونوں کالے پتھروالے
میدانوں کے بیچ میں (جو مدینہ منور کے دونوں طرف واقع ہیں) اس لیے کوئی کانٹے دار
درخت نہ کاٹا جائے اور نہ ہی کوئی جانور شکار کیا جائے (43)۔

صالح مولیٰ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد نے چند غلام دیکھے جو
مدینہ کے غلاموں میں سے تھے مدینہ کا درخت کاٹ رہے ہیں اس نے ان کا سامان چھین لیا اور
ان کے مالکوں سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ منع فرماتے تھے کہ مدینہ
کے درخت کاٹے جائیں (43 الف)۔

ایک اور حدیث کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کو میں حرام کرتا ہوں اس کا
خاردار درخت نہ کاٹا جائے اس کے شکار کو قتل نہ کیا جائے (43 ب)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مدینہ حرم ہے نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا جو ایسا
کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے“ (44)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی ہرن کو مدینہ میں چرتا دیکھتا
ہوں تو کبھی نہ ڈراؤں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دونوں کالے پتھروں والے
میدانوں کے بیچ میں حرم ہے (45)۔

حضرت ابو سعید مولیٰ مہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
”یا اللہ! ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ کو حرم ٹھہرایا دو
گھانٹیوں یا دو پہاڑوں کے بیچ میں کہ نہ اس میں خون بہایا جائے اور نہ اس میں لڑائی کے لیے
تھیار اٹھایا جائے نہ اس میں کسی درخت کے پتے جھاڑے جائیں مگر صرف چارے کے
لیے (46)۔“

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے مسوطا کی کتاب الجامع کے باب ماجاء فی تحریم المدینہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے اگر میں ہر نوں کو مدینہ طیبہ میں چرتے ہوئے دیکھوں تو ان کو ہر گز نہ چھیڑوں (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے دونوں کنارے حرام ہیں (47)۔

مسوطا امام مالک میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لڑکوں نے ایک لومڑی کو ایک کونے میں گھیر رکھا تھا تو آپ نے لڑکوں کو ہنکا دیا اور لومڑی کو چھوڑ دیا (48)۔ (کیونکہ مدینہ کے جانور کا پکڑنا بھی مکہ کی طرح حرام ہے)۔ ایک یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے جس کے مطابق ایک شخص (شرجیل بن سعد) نے کہا کہ میرے پاس زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) آئے اور میں اسواف (مدینہ کے اطراف میں ایک موضع ہے) تھا اور میں نے ایک چڑیا کا شکار کیا تھا۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے اس کو لے کر چھوڑ دیا (49)۔

حرم مدینہ کی حدود

شیخ عبدالحق محدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حرم میں نبوی ﷺ کی تحریم مثل مکہ ہے۔ چنانچہ اس کے ذکر میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اور اس کی حدود کی تعیین اور تحریم کے حکم مرتب ہونے میں علما اختلاف رکھتے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی تحریم کے معنی محض تعظیم اور تکریم کے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ مدینہ کی حرمت اور احکام کا مرتب ہونا بلا تفاوت حرم مکہ کے مثل ہے (50)۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے ”کتاب الخراج“ میں بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ حرم کا رقبہ بارہ مربع میل تھا (51)۔ صحیح بخاری و مسلم کے مطابق جبل رعیہ سے جبل ثور تک کا علاقہ حرام تھا۔ یہ علاقہ کم و بیش بارہ مربع میل ہوتا ہے (52)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ”عمد نبوی ﷺ کے میدانِ جنگ“ میں رقمطراز ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حدودِ حرم کا از سر نو تعین کر کے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی حسبِ ذیل مقامات پر بُرجیاں یا منارے تعمیر کرائے گئے۔ ذات الحیش کے ٹیلے، مُشیرب، مخیض کے ٹیلے، حنیاء، ذی العشیرہ، قیم۔ یہ سب مقامات ایک دوسرے سے ایک ایک منزل یعنی بارہ مربع میل کے فاصلے پر تھے۔ جبلِ قیم پر آنحضرت ﷺ کے تعمیر کردہ منارے کے کھنڈرات آج تک موجود ہیں یعنی امامِ مسلم، امامِ بخاری اور امامِ اہلِ یوسف نے حرم کی جن حدود کا ذکر کیا ہے وہ فتح مکہ کے بعد کی متعین کردہ ہیں (53)۔

<http://t.me/Tehqiqat>

حواشی

1. McGraw-Hill Encyclopaedia of Science and Technology (McGraw-Hill Book Company, 1987) Vol. 19, p. 452
2. The New Encyclopaedia Britannica (Encyclopaedia Britannica Inc., 1986) Vol.12, p. 658
3. زاہد بیگ مرزا، پاکستان کی جنگلی حیات کا تحفظ و انتظام، کرہ ارض کا حیوانی جغرافیہ از ڈاکٹر رفعت حسین جعفری (لاہور: مرکزی اردو بورڈ گلبرگ) طبع اول جون ۱۹۷۷ء، ص ۱۶۱
4. ایضاً۔ ص ۱۷۰، ۱۷۱
5. ایضاً۔ ص ۱۷۱
6. ایضاً
7. The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 12, P.659
8. Punjab Fisheries Ordinance
9. The Book of Exodus 35:3-4, The Holy Bible (The Gideons International, 1982), p.71
10. احمد یار نعیمی، مفتی۔ تفسیر نور العرفان (لاہور: پیر بھائی کمپنی) ص ۱۵
11. البقرہ ۲: ۶۵
12. الانعام ۶: ۳۸
13. امیر علی سید۔ روح اسلام (سپرٹ آف اسلام کا اردو ترجمہ) مترجم محمد ہادی حسین (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۲ء) ص ۲۷۰
14. محمد قطب الدین خان دہلوی، علامہ نواب۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۳ء) جلد چہارم، ص ۲۹
15. صحیح بخاری شریف، (کتاب الذبائح والصيد) باب ۲۵۹ ماجآء فی التصید، حدیث ۴۵۱
16. محمد قطب الدین خان دہلوی۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ۔ جلد چہارم، ص ۴۵
17. ایضاً۔ ص ۴۵، ۴۶

18. صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ۳۱۰، حدیث ۴۷۶
19. ایضاً۔ باب ۳۱۰، حدیث ۴۷۷
20. ایضاً۔ باب ۳۱۰، حدیث ۴۷۸
21. یوسف بن اسمعیل بہمانی، علامہ امام۔ الانوار المحمدیہ ﷺ۔ مترجم پرو فیسر غلام ربانی عزیز لاہور: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، (۱۹۸۳ء) ص ۳۵۷
22. قاضی عیاض، ابو الفضل۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ۔ مترجم مولانا سید محمد متین ہاشمی (پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ: انجمن اصلاح المسلمین رجسٹرڈ، اپریل ۱۹۸۳ء) جلد اول۔ ص ۳۳۸
23. عبدالرحمن جامی، حضرت نور الدین۔ شواہد النبوة۔ مترجم بشیر حسین ناظم (لاہور: مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، اپریل ۱۹۸۳ء) ص ۱۹۱
24. مشکوٰۃ شریف، ص ۳۵۸
25. سنن ابوداؤد ۲: ۷
26. نقوش، رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۶۶۰
27. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ صحیفہ ہمام بن منبہ (کراچی: ناشر رشید اللہ یعقوب، مکان نمبر ۸ زمزمہ سٹریٹ نمبر ۳ کلفٹن، ۱۹۹۸/۱۳۱۹) حدیث نمبر ۸۸ ص ۱۴۰
28. عبدالرحمن جامی۔ شواہد النبوة۔ ص ۳۱۲
29. ایضاً۔ ص ۳۱۳
30. مسند امام اعظم، اردو ترجمہ و تشریح مولانا دوست محمد شاکر (لاہور: حامد اینڈ کمپنی) حدیث نمبر ۳۹۸۱۲، ص ۳۱۶۔
31. ایضاً
32. للأئدة ۵: ۱
33. للأئدة ۵: ۹۵
34. القصص ۲۸: ۵۷
35. العنکبوت ۲۹: ۶۷
36. محمد احتشام الحسن کاندھلوی، مولانا۔ تجلیات کعبہ (لاہور: ادارہ اسلامیات، جمادی الاخر ۱۳۶۹ھ)

ص ۲۷۰

37. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، کتاب الحج، باب تعزیم صید مکہ وغیرہ مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) جلد سوم میں ۳۷۷، ۳۷۸۔
38. صحیح بخاری۔
39. غلام دستگیر نامی، پیر۔ تاریخ مکہ معظمہ (لاہور: پروگریسو بکس، اردو بازار ۱۹۸۷ء) ص ۱۸۰
40. ایضاً۔ ص ۱۳۵۔
41. صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینہ۔
42. ایضاً
43. ایضاً
43. (الف) مشکوٰۃ شریف باب حرم المدینہ دوسری فصل، حدیث ۲۱/۲۶۲۸
43. (ب) ایضاً حدیث ۲/۲۶۰۹
44. صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل المدینہ۔
45. ایضاً
46. ایضاً
47. موطا امام مالک۔ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان۔ کتاب الجامع۔ باب ما جاء فی تعزیم المدینہ۔ حدیث نمبر ۲ (لاہور: اسلامی اکادمی، ربیع الاول ۱۳۹۹ھ) ص ۶۲۰۔
48. ایضاً، حدیث نمبر ۳
49. ایضاً حدیث نمبر ۴
50. عبدالحق دہلوی، شیخ۔ راحت القلوب تاریخ مدینہ۔ اردو ترجمہ حکیم عرفان علی حنفی (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۶ء) ص ۳۰
51. امام ابی یوسف، کتاب الخراج، عن مالک بن انس، حدیث نمبر ۴۶۳۷۱۴
52. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ عمد نبوی ﷺ کے میدان جنگ ص ۱۲، ۱۳
53. محمد اسلم ملک، مدینہ کی قدیم تاریخ۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ شمارہ ۱۳۰۔ (دسمبر ۱۹۸۲ء) جلد دوم، ص ۴۴۴

شجرکاری قرآن و حدیث کی روشنی میں

پودے، درخت اور جنگلات کسی خطے کو حسین اور دلکش بنانے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔ یہ وہاں کے باسیوں کو سامان رزق مہیا کرتے ہیں، ان کے خوش ذائقہ اور رس بھرے پھل انسان بطور خوراک استعمال کرتا ہے، درختوں کی لکڑی سے فرنیچر بنتا ہے اور تعمیرات و آرائش میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ درخت طوفانوں اور سیلابوں کو روکنے کے علاوہ زمینی کٹاؤ جیسے خطرناک عمل کے سدباب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عالم نباتات ضیائی تالیف (Photosynthesis) کے عمل کے دوران ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے آکسیجن گیس خارج کرنے کا ذریعہ ہے جسے عالم حیوانات اور انسان سانس لینے کے عمل میں استعمال کرتے ہیں۔ اسی لیے درختوں کو فطرت کے پھیپھڑے (Lungs of nature) کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کا فضا میں توازن برقرار رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ درخت مختلف قسم کی جنگلی حیات (Wild Life) کو مسکن (habitat) مہیا کرتے ہیں، ان سے مختلف قسم کی ادویات بنائی جاتی ہیں اور متعدد کیمیائی مرکبات حاصل ہوتے ہیں۔ کاغذ بنانے کی صنعت کا انحصار عالم نباتات پر ہی ہے۔

درختوں اور جنگلات سے اس عہد کے لوگ ہی استفادہ نہیں کرتے بلکہ آنے والی نسلیں بھی مستفید ہوتی ہیں۔ ماہرین طبقات الارض کا خیال ہے کہ آج سے ہزاروں برس پہلے جب انسانوں کی تعداد کم تھی، زمین پر دور دور تک جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھیلوں اور

دریاؤں کے کنارے اونچی اور گھنی کائیاں تھیں۔ مرور زمانہ سے بوڑھے درخت جوان درختوں پر گرتے رہے اور سال خوردہ کائیاں ٹوٹ ٹوٹ کر انبار ہوتی رہیں۔ زلزلوں سے بھی پہاڑ جنگلات پر گرے اور زمین میں دب گئے، اوپر سے بارشیں برسیں، جن سے مٹی ان دبے ہوئے درختوں میں داخل ہو گئی۔ زمین کی حرارت سے یہ گلنے سڑنے لگے اور نسواری رنگ کے گوند میں تبدیل ہو گئے۔ بعد میں یہی گوند کالا ہو کر کوئلہ بن گیا۔ آج ہم یہی کوئلہ نکال کر جلا رہے ہیں (1)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے :

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ (2)۔

(وہی ہے جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی جسے تم سلگاتے ہو یا سلگاؤ گے)

اس آیت مبارکہ میں ایک طرف معدنی کوئلے اور دیگر Fossil Fuels سے ایندھن کے طور پر استفادہ کرنے کی طرف اشارہ ہے تو دوسری طرف اس میں آکسیجن کی پیشین گوئی کر دی گئی ہے جیسا کہ ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے لکھا ہے کہ

The main substance of combustion is produced by green trees. The event we term "fire" consists of oxidation. There can be no combustion without oxygen. Fire, therefore, implies oxygen emerging from the green tree. (3)

اخرق کا سب سے اہم جوہر سبز درختوں سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ وقوعہ جسے ہم آگ کا نام دیتے ہیں عمل تکسید پر مشتمل ہوتا ہے۔ اخرق یا جلنے کا عمل بغیر آکسیجن کے نہیں ہو سکتا۔ لہذا آگ کا ظہور سبز درختوں آگ کے نکلنے سے تعبیر ہے۔

قرآن مجید میں نباتات سے پٹرولیم کے بننے کی طرف سے بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ۖ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ (4)۔

(تمہارا پروردگار ہے) جس نے نباتات اگانیں اور پھر ان کو سیاہ کوڑیا سیلاب میں تبدیل کر دیا۔

ڈاکٹر ہلوک کا خیال ہے کہ ماضی میں زمین پر بہت زیادہ درخت تھے۔ زمین جنگلات سے ڈھکی ہوئی تھی یہ عظیم جنگلات زمین میں دفن ہونے کے باعث غٹا یعنی تیل میں تبدیل ہو گئے (5)۔

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ انسان کی ضروریات زندگی کے حصول اور نسل انسانی کی قیامت تک بقا کا ضامن ہے۔ اسلام کے مزاج میں ذوق جمالیات بھی ہے اس اعتبار سے یہ دین کرۂ ارض کو لہلہاتی فصلوں، ہرے بھرے درختوں، رنگ برنگے پھولوں اور سرسبز و شاداب گھاس سے آراستہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر زمین سے نباتات کے اگنے کا ذکر موجود ہے۔ چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ (6)

”اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اگنے والی چیز نکالی“

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتَّى (7)

اور آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ (8)۔

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا۔

مکہ مکرمہ بے آب و گیاہ وادی تھی جہاں پر کھیتی باڑی ہوتی تھی نہ پھل دار درخت اگتے

تھے۔ جب حضرت محمد اہم علیہ السلام اپنی کچھ اولاد کو یہاں بسایا تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی :

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا

لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَىٰ إِلِهِمُ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ

لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (9)

اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو اسی وادی میں بسا دیا ہے جس میں کوئی کھیتی

باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لیے تاکہ وہ

نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو کر دے کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

جب مکہ معظمہ ”یواد غیر ذی زرع“ تھی اس وقت بھی رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے قریب طائف اور وادی فاطمہ کے جنگل پھلوں سے بھر دیئے تھے جن کی وجہ سے مکہ شریف کے بازار ہر قسم کے پھلوں سے بھرے رہتے تھے (10)۔ اب وہ سر زمین جو پیدائشی طور پر زراعت، ثمرات، کنوؤں اور نہروں سے خالی تھی آج فضل خداوندی اور لوگوں کی عمرانی جدوجہد اور محنت کے باعث سرسبز و شاداب، پھلوااری اور پھلداری کے قابل ہو گئی ہے مختلف اوقات میں حدود حرم کے اندر مختلف باغات کا ذکر ملتا ہے جن میں سے بعض آج بھی موجود ہیں۔ محمد عبدالمعبود نے تاریخ مکہ المکرمہ میں ایسے بارہ باغات کا ذکر کیا ہے (11)۔

حکیم محمد سعید کے الفاظ میں ”وارز قہم من الثمرات“ (اور انہیں کھانے کو پھل دے) میں اشارہ موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کے لیے یہ دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل لانے والے درختوں کو لگانے اور ان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرما کہ پھلوں کے ذریعے اس بخر سر زمین میں اپنا رزق حاصل کریں (12)۔

قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ منشاء الہی کے مطابق زندگی بسر کرنے والے لوگوں کا مسکن ”جنت“ ہوگا۔ جنت کے لفظی معنی باغ کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخروی زندگی میں نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہشت عطا کرے گا جس میں باغ اور نہریں ہوں گی جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ جل مجدہ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (13)۔
جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

لندن یونیورسٹی سے فارمیسی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے والے محمد فاروق کمال رقمطراز ہیں ”اللہ تعالیٰ انسان کی توجہ نباتات کے علم کی طرف مبذول کراتا ہے اور اس حسن

و کمال کی طرف توجہ دلاتا ہے جو رنگ برنگ کے پھولوں میں اور سبزی و پھل کے پکنے کے دوران انسان کو نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ہمیں سائنس کی ایک نہایت اہم وضاحت کا پتا چلتا ہے جس کا سائنس دانوں کو حال ہی میں پوری طرح علم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑ بنایا ہے۔ بے شک ہر نباتات میں نر اور مادہ کے خواص والے حصوں کا وجود ثابت ہو چکا ہے جو مل کر بیج کی تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ اس اطلاع سے پہلے دنیا کی کسی کتاب میں نر و مادہ کے خواص والے حصوں کا ذکر موجود نہیں یہ اطلاع قرآن حکیم کے الہامی ہونے کا جیتا جاگتا قابل تردید ثبوت ہے“ (14)۔ ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی بھارت کے ایک معروف ماہر نباتات (Botanist) ہیں۔ وہ علم نباتات سے متعلقہ قرآنی آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”حقیقت یہ ہے کہ آیات ایک جانب انسان کو دعوت فکر دیتی ہیں تو دوسری طرف سائنسی حقائق کو آشکار کرتی ہیں تاکہ قدرت الہی اور رموز کائنات سمجھ میں آسکیں“ (15)۔

قرآن مجید میں جن نباتات کا ذکر آیا ہے ان کی تعداد ۲۲ ہے چند ایسے اشجار کا بھی ذکر ہے جن کا نام نہیں بتایا گیا۔ راقم الحروف نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں ۲۲ قرآنی نباتات پر مفصل بحث کی ہے۔ ان میں طلح، سدرۃ قنّاء، نخل، التین، عنب، فوم، رنجبیل، یقطین، الشجر الاخضر، کافور، عدس، المن، خردل، الزیتون، بصل، الرمان، وردہ، ریحان، اثل، خمط، الزقوم شامل ہیں (16)۔ ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی نے اس موضوع پر قابل تحسین کام کیا اور مختلف سائنسی علوم کے ماہرین کو یہ راہ سمجھائی کہ وہ اپنی سائنسی معلومات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ اشجار و اثمار زیادہ تر وہ ہیں جن سے قرآن پاک کے مخاطب اول یعنی عرب مانوس تھے (17)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زراعت و باغبانی سے اس قدر دلچسپی تھی کہ آپ ﷺ باغات میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے کئی موقعوں پر باغوں کے پھل اور ان کے خنک سایہ کو دیکھ کر اظہار مسرت فرمایا۔
 درخت لگانے اور بستیوں کو آباد کرنے کی متعدد بار ترغیب دلائی..... مدینہ طیبہ
 کے میوؤں اور فصلوں کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی مذکورہ بالا
 خوبی کا اعتراف مسلمانوں کے ایک پیروکار نے یہ کہہ کر کیا کہ ”محمد ﷺ تو اپنے
 پیروکاروں کے باغوں میں جاتے ہیں اور وہاں کے پھلوں، میوؤں اور کنوؤں کیلئے دعا مانگتے
 ہیں۔ اسی جھوٹے مدعی نبوت کے ایک دوسرے پیروکار نے مسلمانوں کو بتایا کہ محمد ﷺ
 نے تو اپنے پیروکار فلاں قبیلے کی شوزدہ زمین کیلئے دعا فرمائی اور زمین کا شور ختم ہو گیا (18)۔
 حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام نے آپ کے ارشادات کی پیروی کرتے ہوئے
 —زراعت اور شجرکاری میں گہری دلچسپی لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ابن
 ماجہ کی روایت ہے کہ یہ درخت لگا رہے تھے کہ وہاں سے نبی اکرم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ
 نے ازراہ مذاق پوچھا ”اے ابو ہریرہ کیا کاڑھتے ہو؟“ (19)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ
 کرام بڑی محنت و جانفشانی سے شجرکاری کیا کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ نے پودے چرا کر اپنی زمین میں لگا لینے پر قطعید کی حد جاری نہیں
 فرمائی۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے موطا میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک غلام نے ایک
 شخص کے باغ میں سے کھجور کا پودا چرا کر اپنے موٹی کے باغ میں لا کر لگایا۔ پودے والا اپنا پودا
 ڈھونڈنے نکلا اس نے (پودا) پالیا۔ رافع نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ
 پھل اور پودے کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا (20)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تسلیم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یثرب تشریف
 لائے تو یہ مدینہ النبی ﷺ بن گیا۔ اس شہر مقدس کے باسیوں کو حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی میزبانی کا شرف ملا تو ان پر بے پایاں رحمتوں کے دروازے کھل گئے۔ آپ ﷺ کی
 آمد سے مدینہ منورہ کے انسانوں کے علاوہ حیوانات و نباتات بھی رحمت للعالمین سے مستنیر
 ہوئے۔ مدینہ بھی مثل مکہ حرم ٹھہرا اور حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ حرم ہے

اس کا درخت نہ توڑا جائے گا اور جو ایسا کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے (21)۔ سرکارِ مدینہ ﷺ نے اپنے شہر میں اگے ہوئے درخت کے پتے بھی جھاڑنے سے منع فرمایا سوائے اس کے کہ انہیں چارے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے جھاڑا جائے (22)۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ معظمہ کی بابت بھی ارشاد فرمایا کہ اس کا نشانہ اکھاڑا جائے اور درخت نہ کاٹا جائے (23)۔

حضور سرور کائنات علیہ السلام و الصلوٰۃ والسلام کی صریح ہدایات احادیث میں مذکور ہے کہ مسلمان زراعت اور شجر کاری میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں تاکہ وہ خوراک میں خود کفالت کے علاوہ سفر و حضر میں درختوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں اور دیگر حیوانات کو بھی ان سے فائدہ پہنچ سکے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَمْنُ مَسْلِمٍ يَغْرَسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مِمَّا أَكَلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزُؤُهُ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ (24)۔

جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو چوری جائے گا اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو کبوتر کھائے گا کوئی اس کو مگر صدقہ کا ثواب ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام مہشر انصاریہ کے پاس اس کے باغ میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ کھجور کے درخت کس نے لگائے“ مسلمان نے یا کافر نے؟“ اس نے کہا ”مسلمان نے“ آپ ﷺ نے فرمایا ”جو مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کرے پھر اس میں سے کوئی آدمی یا چارہ پایہ یا کوئی کھائے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا“ (25)۔ ایک دوسری

روایت میں ہے تو اس کو قیامت کے دن تک صدقے کا ثواب ملے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان درخت لگائے یا کھیت (کاشت کرے) پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا آدمی یا جانور کھائے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا (27)۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانی معاشرے کے لیے درختوں کی اہمیت و افادیت کا جو صاف اعلان فرمایا اس کا ایک مقصد مسلمانوں میں شجر کاری اور کھیتی باڑی کا ذوق پیدا کرنا تھا لیکن ایک روایت ایسی بھی ملتی ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ زراعت کا شعبہ حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں ناپسندیدہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ قول نقل کیا گیا ہے ”جس گھر میں آلات زراعت آگئے ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی“ (28)۔ یہ روایت سنن دارمی میں ہے جہاں زمین کی کاشت کرنے کے متعلق حضور سید ہر عالم ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔

”جو دیران زمین آباد کرے گا اسے ثواب ملے گا“ (29)۔ امام نسائی علیہ الرحمہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے زمین کو آباد کرنے کی خاطر پہاڑ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں رہنے والوں کو جہاد کرنے والوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت دی (30)۔

حکیم محمد سعید مرحوم نے لکھا ہے کہ جدید تحقیقات کے مطابق درخت سے صرف پھل ہی حاصل نہیں ہوتے اور نہ ان سے صرف سائے کی نعمت حاصل ہوتی ہے بلکہ شجر کاری کا کسی ملک کی مجموعی معیشت سے گہرا تعلق ہے۔ شجر کاری کے تمام فائدے اگر مستحضر ہوں تو رسول اللہ ﷺ کی اس جامع حدیث کے صحیح معنی سمجھے جاسکتے ہیں کہ ”درخت چرندو پرند اور انسان سب کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ہے“ (31)۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں دو کھجور کے درخت ایسے بھی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول مقبول ﷺ کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے ہیں۔ نہایت بلند ہیں اور تقریباً خشک ہو چکے ہیں مگر ابھی تک پھل دیتے ہیں۔ زیتون کے درخت

کی عمر آٹھ نو صدیاں بتائی جاتی ہے۔ تعجب کی بات نہیں اگر کھجور کا درخت غیر معمولی اور مسلسل پراخت کے نتیجے میں چودہ صدیاں عمر پائے (32)۔ باغ سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں سے لگائے گئے کھجور کے دو درخت ۱۹۷۵ء تک زیارت گاہ عوام و خواص رہے۔ ۱۹۷۶ء میں یہ دونوں درخت اس لیے جلا دیئے گئے کہ لوگ ان کا ادب کرتے تھے (33)۔ ابوالنصر منظور احمد شاہ نے لکھا ہے کہ ان جلے ہوئے تنوں کو دیکھ کر سیدنی احمد سعید کاظمی جی بھر کر روئے اور ہمیں سب کو رلایا (34)۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق ایران کے صوبے رے کے ایک کاشتکار گھرانے سے تھا۔ انہوں نے غلامی سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ نے مالک سے (باختلاف روایت) تین یا پانچ جسد کھجور کے درخت لگانے کی شرط طے کی۔ قلموں کی اتنی بڑی تعداد کی فراہمی ان کی بساط سے باہر تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مسلمانوں نے ایک ایک دو دو قلمیں دے کر مطلوبہ تعداد پوری کر دی۔ پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق مسلمانوں نے گڑھے کھودنے میں ان کی مدد کی۔ گڑھے تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان میں پودے گاڑھے، تھاہوں کو اپنے ہاتھ سے برابر کیا اور درختوں کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ایک بھی درخت ایسا نہ تھا جس پر پھل ظاہر نہ ہوا ہو۔ محمد اسلم ملک نے لکھا ہے کہ پودوں کی اتنی بڑی تعداد کا بلوغ کو پہنچ کر ان میں سے ہر ایک درخت پر پھل لگتا تعجب انگیز ہے وہ اس لیے کہ زراعت کے جدید ترین طریقوں کو اختیار کر کے بھی سو فیصد نتائج حاصل کرنا شاید ممکن نہیں ہے (35)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی نصیر کی مسلسل بد عہدیوں سے تنگ آ کر مدینہ سے متصل ان کی بستیوں پر چڑھائی کر دی۔ چونکہ انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے رکھی تھی۔ اس لیے دوران محاصرہ قلعہ کے گرد جوان کے نخلستان تھے، حضور اکرم ﷺ نے ان کے چند درخت کٹوا دیئے (36)۔ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے ان کے باغات وغیرہ کو کاٹ ڈالنے اور جلا دینے کا حکم دیا (37)۔ تاکہ گھبرا کر باہر آجائیں۔ بعض

مسلمانوں نے درخت کاٹ دیئے بعض نے کہا نہ کاٹو یہ مال غنیمت ہے جو آخر ہمارے ہاتھ آئے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَ لِيُخْزِيَ
الْفَاسِقِينَ (38)۔

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

علامہ محمد احمد باشمیل نے اپنی تالیف ”غزوة احزاب“ میں لکھا ہے کہ مسلمان کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے میں سنجیدہ نہ تھے وہ صرف ان یہود کو بے چین کرنا چاہتے تھے جن کو ضیاع مال کی مانند کوئی چیز بے چین نہیں کرتی۔ اس بات کا پتا ہمیں اس سے چلتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے شروع میں صرف یہود کی کھجوروں کی ردی ترین قسم کو تلف کرنے کا حکم دیا، جس سے وہ خوراک حاصل نہیں کرتے تھے اور وہ قسم اللینۃ تھی جو الجوہ اور اس البرانی کی نوع کے مخالف ہے جو اہل مدینہ کی بڑی غذا ہیں اللینۃ کھجور گاؤہ درخت ہے جس کا پھل زیادہ تر اونٹوں کا چارہ ہوتا ہے۔ سہیلی نے روض الانف میں لکھا ہے کہ سب نخلستان نہیں کاٹا گیا بلکہ صرف لینۃ جو ایک خاص قسم کی کھجور ہے اور عرب کی عام خوراک نہیں ہے اس کے درخت کٹوادیئے گئے تھے (39)۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے گھبراہٹ کے جس منصوبے پر عمل کیا وہ کامیاب ہوا۔ جو نہی یہود نے کھجور کے درختوں کے تنوں سے دھونیں کو بلند ہوتے اور ان کھجوروں کی شاخوں کو قطع کی کارروائی سے گرتے دیکھا تو ان پر خوف چھا گیا اور کمزوری کی موج نے کھجوروں کے خوف سے ان کی بیخ کنی کر دی اور سپردگی کے بارے میں مذاکرات کرنے لگے (40)۔

امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک درخت وغیرہ میدان جنگ میں اس وقت کاٹے جاسکتے

ہیں جبکہ کانٹے بغیر چارہ نہ ہو۔ محدثین نے امام احمد کا یہ قول اسی واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ نیز اس موقع پر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر دشمن درختوں کے آڑ میں ہو تو ان کو آگ لگا دینا سنت ہے (41)۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صرف جنگی حکمت عملی کے تحت درختوں کو کاٹنا یا جلانا جائز ہے۔ جنگی مصلحت یا دفاعی حکمت عملی کے علاوہ اشجاد کو تلف کرنا یا اٹھار کو نذر آتش کرنا صحیحاً ناجائز ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجتے وقت جن دس باتوں کی تاکید فرمائی تھی ان میں عربوں کی مرغوب غذا کھجور کے درختوں کو کاٹنے یا جلانے کے علاوہ دیگر پھلدار درختوں کو بھی کاٹنے سے منع فرمایا تھا (42)۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات کے زیر اثر مسلم دنیا میں زراعت، باغبانی اور شجر کاری کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ مولانا وحید الدین خان نے اپنی کتاب ”اسلام دور جدید کا خالق“ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو زراعت اور باغبانی سے گہرا شغف تھا وہ جہاں بھی گئے وہاں کی سر زمین کو مختلف انواع کی فصلوں اور اٹھار کے پیڑوں سے متعارف کرایا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسپین کے مسلمانوں نے زراعت کو اس قدر ترقی دی کہ وہ ایک مکمل فن بن گیا۔ انہوں نے درختوں کا مطالعہ کیا اور زمین کی خاصیت سے واقفیت حاصل کی۔ اسپین کے لاکھوں مربع میل جو ویران پڑے ہوئے تھے، مسلمانوں نے ان کو میوہ دار درختوں اور لہلاتے ہوئے کھیتوں کی صورت میں بدل دیا۔ چاول، گنا، روٹی، زعفران، انار، آڑو، شفتالو وغیرہ جو موجودہ اسپین میں کثرت سے پائے جاتے ہیں وہ مسلمانوں ہی کے ذریعہ اسپین کو ملے۔ انہوں نے اندلوسیہ اور اشبیلیہ کے صوبوں میں زیتون اور خرما کی کاشت کو زبردست ترقی دی۔ غرناطہ اور مالقا کے علاقوں میں انگوروں کی پیداوار بڑے پیمانے پر ہونے لگی (43)۔

حواشی

1. غلام جیلانی برق ڈاکٹر۔ میری آخری کتاب (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز مس۔ن) ص ۲۸، ۲۹
2. ص ۳۶: ۸۰
3. **Haluk Nurbaki, Dr. Verses From the Holy Koran and Facts of Science, Translated by Metin Beynam (Karachi: Indus Publishing Corporation, 1992) p.132**
4. الا علیٰ ۸۷: ۴-۵
5. ہلوک نورباقی۔ کتاب مذکور۔ ص ۴۴-۵۰
6. الانعام ۶: ۹۹
7. الطہ ۲۰: ۵۳
8. لقمن ۳۱: ۱۰
9. البرہیم ۱۴: ۳۷
10. احمد یار نعیمی، مفتی، تفسیر نور العرفان (لاہور: پیر بھائی کمپنی) ص ۴۱۴
11. محمد عبد المعبود۔ تاریخ مکہ جلد اول، ص ۳۶۳-۶۷
12. محمد سعید، حکیم، نورستان (ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ۱۹۸۴ء) ص ۵۴۳
13. البروج ۸۵: ۱۱
14. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول ﷺ، ص ۵۶۸
15. محمد اقتدار حسین فاروقی، ڈاکٹر۔ نباتات قرآن۔ ایک سائنسی جائزہ (لکھنؤ: سدرہ پبلشرز، جولائی ۱۹۸۹ء ص ۱۷۲)
16. **Sultan Shah, Dr. Sayyed, The Origin of Life and its Continuity (Bahawalpur: Islamia University, 1997) p.229**
17. محمد اقتدار حسین فاروقی۔ نباتات قرآن ص ۱۱، ۱۲
18. محمد اسلم ملک۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی (راولپنڈی: ظہیر ایوسی ایٹس کلاسیک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء) ص ۱۰۴، ۱۰۵

19. لکن ماجہ 'ابواب الذکر
20. مؤطا امام مالک، مالا قطع فیہ۔ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی لکادمی اردو بازار، ربیع الاول ۱۳۹۹ھ) ص ۶۰۹ و ۶۱۰
21. صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ عن حضرت انس رضی اللہ عنہ
22. ایضاً۔ عن ابو سعید مولیٰ مری۔
23. ایضاً۔ باب تحریم صدمکے وغیرہ عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
24. ایضاً کتاب المساقات والمزارع، باب فضل الغرس والزرع
25. صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی، مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) جلد چہارم ص ۱۸۶
26. ایضاً
27. ایضاً
28. سنن دارمی، ۳: ۳۱۳
29. ایضاً، ص ۳۸۳
30. نسائی۔ کتاب الجہاد
31. محمد سعید، حکیم۔ نورستان، ص ۵۳۳
32. گلزار احمد، ریڈیئر، تذکرہ حجاز (راولپنڈی چھاوٹی: مکتبہ المختار گلستان کالونی، جمادی الاول ۱۴۰۲ھ) ص ۱۹۸
33. رشید محمود، راجا، تخییر عالمین اور رحمتہ للعالمین ﷺ (لاہور: اختر کتاب گھر، دسمبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۷۳، ۱۷۴
34. منظور احمد شاہ، ابو النصر۔ مدینۃ الرسول ﷺ، ص ۳۰۹، ۳۱۰
35. محمد اسلم ملک۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی۔ ص ۱۰۶
36. ابو الاعلیٰ مودودی، سید۔ سیرت سرور عالم ﷺ (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن اشاعت سوم، دسمبر ۱۹۸۰ء) جلد اول ص ۳۰۶
37. احمد یار نعیمی مفتی، تفسیر نور العرفان۔ ص ۸۷۲
38. الحشر ۵: ۵۹

(110)

39. محمد احمد باشمیل، علامہ۔ غزوہ احزاب۔ اردو ترجمہ اختر فتح پوری (کراچی: نفیس اکیڈمی، دسمبر ۱۹۸۸ء) ص ۷۲
40. ایضاً ص ۷۳
41. عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۱۹۱ / شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۵ء) ص ۲۳۰
42. لکن تہیہ۔ منتقى الاخبار۔ مترجم مولانا محمد ولاد راغب رحمانی (لاہور: دارالکتب السلفیہ، اکتوبر ۱۹۹۹ء) جلد دوم، ص ۳۱۲، ۳۱۳
43. وحید الدین خان مولانا۔ اسلام دور جدید کا خالق (لاہور: دارالتذکیر، ۱۹۹۲ء) ص ۸۵، ۸۶

<http://t.me/Tehqiqat>

باب ہشتم

آتش زدگی سے بچاؤ کے لئے ہدایات نبوی ﷺ

آگ انسان کے ان گنت کام کرتی ہے کھانا پکانے سے لے کر بڑی بڑی صنعتوں تک اس کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ جس زمانے میں بجلی ایجاد نہیں ہوئی تھی، آگ سے بے شمار کام لیے جاتے تھے۔ عصر حاضر بھی انسانی زندگی میں آتش کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جس طرح ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک روشن اور دوسرا تاریک اسی طرح آگ بھی انسان کے لیے سود مند ہونے کے ساتھ ساتھ ضرر رساں بھی ہے۔ اس کے غیر محتاط استعمال سے بلند ترین عمارات بھسم ہو سکتی ہیں، کروڑوں کی مالیت کے خزانے جل سکتے ہیں، انتہائی محنت سے جمع کی گئی نایاب کتب خاکستر ہو سکتی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ انسانی جانیں بھی آگ کی لپیٹ میں آکر ضائع ہو سکتی ہیں۔ آگ سے بعض اوقات سرسبز و شاداب جنگل اور تیار شدہ فصلوں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس سے انسانی جسم کو اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سرکش بندوں کے لیے آخرت میں جہنم تیار کر رکھی ہے جہاں انہیں آگ سے عذاب دیا جائے گا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ کے استعمال میں احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَافِسُونَ!
اپنے گھروں میں آگ کو مت چھوڑو جب سونے لگو۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات کو مدینہ طیبہ میں کسی کا گھر جل گیا جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

إِنَّ هَذِهِ النَّارَ إِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ فَإِذَا نَهْتُمْ فَاطْفِئُوا هَا عَنْكُمْ (2)

یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سونے لگو تو اس کی بجھاؤ

قدیم زمانے میں کچے گھر ہوتے تھے جن کی چھتیں لکڑی کی ہوتی تھیں۔ اس کے

علاوہ گھروں میں جلانے کے لیے خشک لکڑی کا ایندھن ذخیرہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص آگ

بھجائے بغیر سو جاتا تو اس کے گھر میں ہوا چلنے سے آتش زدگی کا واقعہ رونما ہو سکتا تھا۔ اس لیے

میں حضور اکرم، نبی معظم، رسول محتشم ﷺ نے سونے سے قبل آگ بجھا دینے کا حکم دیا۔ اس

سلسلے حضور پاک صاحب لولاک ﷺ نے مزید یہ احتیاط فرمائی:

وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ

اور (سوتے وقت) اپنے چراغوں کو بجھاؤ

مندرجہ بالا الفاظ جس حدیث کا حصہ ہیں اس کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی

اللہ عنہ ہیں اور اسے امام بخاری (3)۔ اور امام مسلم (4)۔ رحمہما اللہ دونوں نے نقل فرمایا ہے۔

آج کل ہم اپنے گھروں میں کھانا پکانے کے چولہوں، ہیٹروں اور لیمپوں میں گیس

(جسے پاکستان میں سوئی گیس کہا جاتا ہے) کا بھرت استعمال کرتے ہیں۔ اگر کمر بند ہو اور گیس

کا ہیٹریا لیمپ جل رہا ہوں تو یہ کمرے میں موجود آکسیجن استعمال کر کے اسے ختم کر دیتا ہے اور

جلنے کے عمل کے نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ پیدا ہو کر کمرے میں جمع

ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ گھنٹوں کے بعد کمرے میں آکسیجن ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص اس

کمرے میں سو رہا ہو تو آکسیجن کے بجائے اس کاربن مونو آکسائیڈ (CO) اور کاربن ڈائی

آکسائیڈ (CO₂) بذریعہ سانس پھیپھڑوں میں لے جانا پڑتی ہے۔ چراغ کو بجھا کر سونے والے فرمان رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی بڑی حکمت ہے۔ چند ماہ قبل میرے پڑوس میں ایک نوہیا ہوتا جوڑا موم بتی لگا کر سو گیا کیونکہ تیز ہوا چلنے کے باعث برقی نظام معطل ہو گیا تھا۔ دلہن کا کمرہ سامان سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کمرے میں لکڑی کی الماریوں کے علاوہ دیواروں پر بھی آرائش کے لیے لکڑی سے کام کرایا گیا تھا۔ اچانک موم بتی سے آگ کمرے میں پھیلی اور اس نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چونکہ ہوا بہت تیز چل رہی تھی، اس لیے آگ پر تمام اہل محلہ کی کوششوں کے باوجود قابو نہ پایا جاسکا اور اس نے پورے گھر کی ہر چیز کو راکھ میں تبدیل کر دیا۔ آخر ارد گرد واقع گھروں کے باسیوں نے فائر بریگیڈ کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس طرح بڑی مشکل سے آگ بجھائی گئی لیکن نئی نویلی دو لہن اپنے جینز کے سامان سے مکمل طور پر ہاتھ دھو بیٹھی۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آگ بجھا کر اور چراغ گل کر کے سوئیں تو ایسے نقصانات سے بچ سکتے ہیں۔

حافظ ابن قیم نے حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو با آواز بلند تکبیر کہو، اس لیے کہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے (5)۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر آتش زدگی کا واقعہ رونما ہو جائے تو کھڑے ہو کر فقط تکبیر بلند آواز سے پڑھنی شروع کر دی جائے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے سے لوگ گرد و نواح سے فوراً ادھر کا رخ کریں گے اور سب مل کر آگ پر قابو پالیں گے۔ ویسے بھی اللہ کا نام لے کر آگ بجھانے کی کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مدد سے آگ پر جلد قابو پایا جائے گا۔

حواشی

1. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، کتاب الاثریۃ، مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) جلد پنجم، ص ۲۵۸
2. ایضاً
3. صحیح بخاری شریف۔ کتاب الاثریۃ۔ باب ۳۶۱، حدیث ۵۸۲
4. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، جلد پنجم، ص ۲۵۷
5. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، اردو ترجمہ حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۳، ۴

<http://t.me/Tehqat>

وضو کی سنت کے طبی فوائد

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں صلوٰۃ کی ادائیگی سے قبل غسل، وضو یا

تیمم کے ذریعے جسمانی طہارت کا حکم ان الفاظ میں دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا أَقُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۝ وَأَنْكُتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ (1)

اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لیے اٹھو تو (پہلے) اپنے چہرے اور اپنے

بازو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں نخنوں تک دھولو۔ اور اگر تم

جنبی ہو تو (سارے بدن) پاک کر لو اور اگر تم بیمار یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے

بعد آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو۔ پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے

چہروں اور اپنے بازوؤں پر اس سے مسح کر لو۔

اسلام جہاں اپنے پیروکاروں کی روحانی پاکیزگی پر زور دیتا ہے وہاں اس کی تعلیمات

مسلمانوں کی جسم ولباس کی تطہیر کا درس دیتی ہیں۔ اگر اسلامی طہارت کے طریقوں پر غور

کیا جائے تو اس کا معیار سائنس کے طریقوں سے بھی اعلیٰ وارفع نظر آئے گا۔ نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ روحانی و جسمانی دونوں فوائد پر حاوی ہے اسی وجہ سے خود وضو کو روحانی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ ایک موقع پر ایک غیر مسلم سائنسدان نے ایک مسلمان کو وضو کرتے دیکھا۔ وہ وضو کی ترتیب کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ناک میں پانی لینے پر غور کیا۔ اس نے دیکھا کہ کلائی سے کہنی تک حصہ دھوتے وقت مستعمل پانی کو دھلے ہوئے بچوں کی طرف نہیں بلکہ کہنی کی طرف سے بہایا جاتا ہے۔ وہ اس طریقہ سے بہت متاثر ہوا۔ پھر اس نے سر اور گردن پر مسح کی سائنٹیفک ترکیب کو دیکھا۔ اس نے غور کیا کہ سر اور گردن کو دھویا نہیں جاتا جس سے گرم گرم حالت میں نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے بلکہ ہاتھ پھیرا جاتا ہے جس سے تسکین کے علاوہ اعصاب میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو دھونے سے نہیں ہو سکتی۔ چونکہ پشت اور گردن کا تعلق مبداء الخلق سے ہے اور دماغی و عصبی اعمال میں اس کی بڑی اہمیت ہے اس طریقہ کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔ اس نے سوچا کہ تیرا سو برس پہلے جس انسان نے نماز سے پہلے طہارت اور تفریح اعضائے بدن کا یہ طریقہ سکھایا، وہ نبی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا (1)۔ (ﷺ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عالمگیر خان ایف۔ آر۔ سی۔ پی (ایڈنبرا) جراثیم سے چاؤ کے لیے وضو کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”وضو حفظانِ صحت کے زریں اصولوں میں سے ہے۔ یہ جراثیم کے خلاف ایک بہت بڑی ڈھال ہے۔ بہت سی بیماریاں جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ جراثیم ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا، زمین اور ہمارے استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی مسلط ہیں۔ جسم انسانی کی حیثیت ایک قلعے کی سی ہے۔ کوئی دشمن اس میں داخل نہیں ہو سکتا ماسوائے سوراخوں یا زخموں کے راستوں سے۔ منہ اور ناک کے سوراخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ کو اندر لے جانے میں مدد کرتے ہیں۔ وضو کے ذریعے ہم نے صرف ان سوراخوں کو بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے

جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے، دن میں کئی بار دھوتے ہیں، لہذا وضو ہمیں بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے“ (3)۔

حکیم سید محمد کمال الدین حسین، ہدائی صدر شعبہ رکھنے طب و حراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جو اسی جامعہ سے شعبہ دینیات میں ڈاکٹریٹ بھی کر چکے ہیں، وضو کی طبی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”وضو کے ذریعہ انسان کے وہ اعضاء جو کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ، منہ، ناک، آنکھیں اور چہرہ دھل کر صاف ہو جاتے ہیں۔ یہ اعضاء ہمہ وقت کھلے رہنے اور ان دنیوی امور میں مشغول رہنے کی وجہ سے مختلف قسم کی گندگیوں اور اجرام خبیثہ سے ملوث ہو جاتے ہیں اور اکثر متعدی امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ وضو کے ذریعہ یہ سب کثافتیں دھل کر صاف ہو جاتی ہیں۔ وضو کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نکان یا خواب کے باعث جو گرانی اور اضمحلال طبیعت انسانی میں پیدا ہوتا ہے وہ وضو کے بعد دفع ہو جاتا ہے، انسان کے دل و دماغ میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ وضو عصبی مراکز میں تحریک پیدا کرتا ہے“ (4)۔

ایک نامور جرمن فاضل اور مستشرق جو ایکم دی یولف حفظانِ صحت کے متعلق قرآن پاک کی تعلیمات پر غور و غوض کرنے کے بعد بر ملا یہ اعتراف کرتا ہے۔ ”غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ صاف کرنا اور دانتوں کو مسواک کرنا، ناک کے اندرونی گرد و غبار وغیرہ کو دور کرنا یہ تمام حفظِ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آبِ رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم کے وجود سے پاک ہوتا ہے“ (5)۔

ترک ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے ”وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ“ کے تحت وضو کی طبی افادیت کا تفصیل بیان کی ہے۔ پہلے انہوں نے نظام دورانِ خون (Circulatory System) پر وضو کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ پھر لمفیک سسٹم (Lymphatic System) پر وضو کے ذریعے مرتب ہونے والے اثر پر بحث کی ہے جو متعدی بیماریوں سے

محفوظ رکھنے کا نظام ہے اور آخر میں وضو اور جسمانی برقی سکونی (Static electricity of the body) پر سائنسی نقطہ نظر سے گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر نور باقی کے مطابق جس طرح وضو کیا جاتا ہے اس کا مقصد جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس کی وجوہ یہ ہیں :

۱۔ جسم کو تحفظ دینے والے لمفی نظام (Lymphatic System) کے صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جسم کے کسی چھوٹے سے حصہ کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ وضو اس امر کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

۲۔ جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تحریک دینے کے لیے مرکزی مقام وہ جگہ ہے جو ناک کے پیچھے اور نتھنوں میں ہوتا ہے اور ان مقامات دھونا وضو بطور خاص شامل ہے۔

۳۔ گردن کے دونوں طرف وضو کے ذریعے تحریک پیدا کرنا تحفظ دینے والے لمفی نظام (Lymphatic System) کو بروئے کار لانے میں بے حد اہم ہے (۶)۔

اوپر دیئے گئے حقائق کی وجہ سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وضو کا مقصد انسانی جسم میں تحفظ مہیا کرنے والے نظام کو تقویت دینا نہیں ہے۔ ڈاکٹر موصوف چہرے کی خوبصورتی اور جلد کے نقائص سے بچنے کے لیے وضو کو ایک ڈھال قرار دیتا ہے اس کے نزدیک سکونی برقی کاسب سے زیادہ نقصان دہ اثر جلد کے نیچے نزدیک ترین چھوٹے چھوٹے پٹھوں پر اس تسلسل سے پڑتا ہے کہ بالآخر یہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وقت سے پہلے جھریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ چہرے ہی سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ عمل تمام جسم پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اس موقع پر۔۔۔۔۔ بہت سے لوگوں نے ان لوگوں کے چمکتے ہوئے چہرے کا راز پالیا ہو گا جو ساری زندگی وضو کرنے کا عادی رہے ہیں جو کوئی بھی وضو کی عادت رکھتا ہے وہ یقیناً صحت مند اور نتیجتاً زیادہ خوبصورت جلد کا مالک ہوتا ہے یا ہوتی ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ جب اس خوبصورتی کے لیے کروڑوں کے اخراجات کیے جا رہے ہوں مگر اس دس گنا زیادہ خرچ بھی وضو کی برکات کا مقابلہ نہیں کر سکتا (7)۔

وضو کے دوران ایک مسلمان مختلف اعضاء کو دھو تا ہے۔ محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) مختلف انسانی اعضاء پر وضو کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”انسان جب منہ دھو تا ہے تو اس سے آنکھیں دھلتی ہیں، ناک صاف ہوتا ہے چہرے کی جلد دھلتی ہے جس کی وجہ سے جلد میں ایک تازگی اور حسن پیدا ہوتا ہے اور جلد کی جھریوں سے انسان کو حفاظت ملتی ہے۔ کہنیوں تک ہاتھ اور پاؤں اچھی طرح دھونے سے انسان جلدی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس عمل سے دوران خون کا عمل ہر اس جگہ تیز ہو جاتا ہے جہاں جہاں پانی پہنچتا ہے۔ میل کچیل نکلنے سے جلد کی رنگت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور مخصوص چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر نماز کے ساتھ مسواک کا بھی حکم ہے اس کے پیش یہاں فوائد ہیں۔۔۔۔۔ سر اور گردن کا مسح انسان کے سر سے ہلکی پھلکی لگی ہوئی گرد کو چھاڑ دیتا ہے۔ یوں بالوں کا حسن قائم رہتا ہے۔ وضو کے جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ نفسیاتی طور پر بھی انسان بہت پر سکون محسوس کرتا ہے، سمارٹ نظر آتا ہے اور ذہنی طور پر پاکی کا احساس پیدا ہوتا ہے“ (8)۔

وضو کے دوران ہر عضو کے اتنے حصوں کو دھونا لازم قرار دیا گیا ہے جو کھلے ہوتے ہیں اور براہ راست جراثیموں کی زد میں ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر حسن غزنوی، جو شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے میڈیکل کالج سے منسلک ہیں، اپنے ایک مقالہ بعنوان **Islam and Medicine** میں لکھتے ہیں۔

A Pre-requisite of prayers yet one of the most hygienic procedure as it usually keeps the exposed parts of our body clean and also the parts of entry like mouth and nose thus avoiding infection.(9)

ڈاکٹر شاہد اطہر کلینیکل ایسوسی ایٹ پروفیسر آف انٹرنل میڈیسن اینڈ اینڈوکرینالوجی ایڈیانہ یونیورسٹی سکول آف میڈیسن بھی وضو کی طبی افادیت بیان کرتے ہیں۔

Washing all the exposed areas of the body, hand , feet, face, mouth, nostrils etc. 5 times a day is a healthy

preventive procedure.(10)

وضو کرتے وقت مختلف جسم کے اعضا کو دھونے سے انسانی صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان اثرات کا الگ الگ جائزہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ وضو کے روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے طبی فوائد کا بھی علم ہو سکے۔

دونوں ہاتھ دھونا

جب وضو شروع کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں اور ایسا کرنا سنت نبی اکرم ﷺ ہے۔ اس کا انسانی جسم کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ہم مختلف چیزوں کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں، نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں۔ اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم (Germs) یا مختلف کیمیکلز (Chemicals) ہو سکتے ہیں۔ ہماری فضا، پانی اور زمین میں ہر جگہ ہر وقت جراثیم موجود ہوتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہاتھ دھوئے بغیر کھانسی یا ناک میں پانی ڈالا جائے تو یہ جراثیم ہمارے آلودہ ہاتھوں سے جسم میں منتقل ہو کر مختلف بیماریوں پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں اس لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔ اس سلسلے میں امریکہ کے پروفیسر شاہد اطہر ایم ڈی نے جاکھیا ہے۔

Hand washing is being emphasized more and more in hospitals now in order to prevent spread of germs. However non-Muslim did not know that hand washing is so important-it has been ordered in Qur'an 1400 years ago.(11)

خواجہ شمس الدین عظیمی کے مطابق جب ہم وضو کے لیے ہاتھوں کو دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر وضو کرنے سے انگلیوں

میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہے (12)۔

کلی کرنا

دوران وضو تین بار کلی کرنا سنت ہے۔ اس کے ذریعے دانتوں میں کھانے کے پھنسے ہوئے ذرات منہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر دانتوں سے ان ذرات کو نہ نکالا جائے تو یہ دانتوں، جودہن اور گلے کے مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔ خواجہ عظیمی لکھتے ہیں کہ کلی کرنے سے جہاں منہ کی صفائی ہوتی ہے وہاں دانتوں کی بیماریوں سے نجات ملتی ہے، جڑے مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں میں چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے قوت ذائقہ بڑھ جاتی ہے اور آدمی ٹونسلز کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے (13)۔

ناک میں پانی ڈالنا

یہ بھی مسنون ہے کہ ناک میں تین بار پانی ڈالیں اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی پہنچائیں اور بائیں سے ناک صاف کریں۔ یہ جہاں ظاہری پاکیزگی کا سبب ہے وہاں اس کے طبی فوائد بھی ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی نے تفصیل سے اس پر بحث کی ہے جو قارئین کرام کی نذر کی جاتی ہے:

کلی کرنے کے بعد ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ ناک انسانی جسم میں ایک نہایت اہم اور قابل توجہ عضو ہے۔ ناک کی زبردست صلاحیت یہ ہے کہ آواز میں گہرائی اور سہانا پن پیدا کرتی ہے۔ ذرا انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو دبا کر بات کرنے کی کوشش کیجئے، آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔ ناک کے اندر پردے آواز کی خوبصورتی میں ایک ایک مخصوص کردار ادا کرتے ہیں۔ کاسہ سر کو روشنی فراہم کرتے ہیں۔ ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو

بڑا دخل ہے۔ یہ پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف، گرم اور موزوں بناتی ہے۔ ہر آدمی کے اندر روزانہ تقریباً پانچ سو مکعب فٹ ہوائی ناک کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔ ہوائی اتنی بڑی مقدار سے ایک بڑا کمرہ بھر اجا سکتا ہے۔ برف باری کے موسم میں منجمد اور خشک دن آپ برف پوش میدان میں اسکیٹنگ (Skating) شروع کر دیں لیکن آپ کے پھیپھڑے خشک ہوا سے کوئی ڈچپسی نہیں رکھتے۔ وہ اس کی ایک رمت قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہیں اس وقت بھی ایسی ہوائی ضرورت ہوتی ہے جو گرم اور مرطوب فضا میں ملتی ہے یعنی وہ ہوا جس میں اسی فی صد رطوبت ہو اور جس کا درجہ حرارت نوے فارن ہائٹا سے زیادہ ہو۔ پھیپھڑے جراثیم سے پاک، دھوئیں یا گردوغبار اور آلودگیوں سے مصفا ہوا طلب کرتے ہیں۔ ایسی ہوا فراہم کرنے والا معمولی ائر کنڈیشنر (Air-Conditioner) ایک چھوٹے ٹرنک کے برابر ہوتا ہے لیکن ناک کے اندر نظام قدرت نے اس کو اتنا مختصر اور مجتمع (Integrated) کر دیا ہے کہ وہ صرف چند انچ لمبا ہے۔

ناک ہوا کو مرطوب بنانے کے لیے تقریباً چوتھائی گیلن نمی روزانہ پیدا کرتی ہے۔ صفائی اور دوسرے سخت کام نتھنوں کے بال انجال دیتے ہیں۔ ناک کے اندر ایک خوردبینی جھاڑو ہے۔ اس جھاڑو کے اندر غیر مرئی روئیں ہوتے ہیں جو ہوا کے ذریعے معدہ کے اندر پہنچنے والے مضر جراثیم کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جراثیم کو اپنے مشینی انداز میں پکڑنے کے علاوہ غیر مرئی روؤں کے پاس ایک اور دفاعی ذریعہ ہے جسے انگریزی میں (Lysozium) کہتے ہیں۔ اس دفاعی ذریعہ سے ناک آنکھوں کو (Infection) سے بچاتی ہے۔

جب کوئی نمازی وضو کرتے وقت ناک کے اندر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے اندر کام کرنے والی برقی روان غیر مرئی روؤں کی کارکردگی کو تقویت پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ بے شمار پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے (14)۔

چہرہ دھونا

وضو کرتے وقت ایک دفعہ چہرہ دھونا فرض اور تین دفعہ دھونا سنت ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سر کے بالوں کی حدود سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک دھویا جائے اور دونوں ابروؤں کے نیچے تک پانی پہنچے۔ خواجہ عظیمی کے مطابق چہرہ دھونے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس سے عضلات میں نرمی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ گردوغبار سے ہند مسامات کھل جاتے ہیں۔ چہرہ بارونق، پرکشش اور بارعب ہو جاتا ہے۔ منہ دھوتے وقت جب پانی آنکھوں میں جاتا ہے، تو اس سے آنکھوں کے عضلات کو تقویت پہنچتی ہے۔ ڈھیلے میں سفیدی اور پتلی میں چمک غالب آجاتی ہے۔ وضو کرنے والے ہندے کی آنکھیں پرکشش، خوبصورت اور پر خمار ہو جاتی ہے۔ چہرہ پر تین بار ہاتھ پھیرنے سے دماغ پر سکون ہو جاتا ہے (15)۔

آج کل جب ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں اور ہمارا گزرا ایسے مقامات سے بھی ہوتا ہے جہاں جراثیم بھرت موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر کوڑے کے ڈھیر پڑے ہوتے ہیں یا جانوروں اور انسانوں کا فضلہ کھلا پڑا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں تو مختلف حیوانات کے اجسام کے ناکارہ حصے جیسے آنتیں اور خون وغیرہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام مقامات جراثیموں کی آماجگاہ ہیں اور جب یہ کھلے پڑے ہوتے ہیں تو ان سے جراثیم فضا کو آلودہ کرتے رہے ہیں اور جب انسان ایسی جگہ سے گزرتا ہے تو یہ جراثیم ہاتھوں اور چہرے پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم دن میں کم از کم پانچ بار اپنا چہرہ دھوئیں تو ہم ان جراثیموں سے بچ سکتے ہیں جو چہرے پر پہنچنے کے بعد منہ اور ناک کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ آلودگی ہے۔ صنعتی ترقی نے ہمیں اس گھمبیر مسئلہ سے دوچار کر دیا ہے۔ فیکڑیوں کی چیمنیوں سے نکلنے والی گیسوں یا پھر گاڑیوں کے سلینڈر سے

خارج ہونے والا دھوئیں سے فضا آلودہ ہو رہی ہے۔ اس فضا کے اندر کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ کے علاوہ سلفر ڈائی آکسائیڈ شامل ہوتی ہیں۔ اگر یہ گیسیں بھرت فضا میں موجود ہوں اور ایک انسان پسینے سے شرابور ہو تو چہرے پر موجود پسینہ کے قطرے ان گیسوں کے ساتھ عمل کر کے مختلف تیزایوں (کاربانک ایسڈ، سلفیورک ایسڈ) میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور تیزاب انسانی جلد کو خراب کر دیتے ہیں۔ اس لیے چہرہ دھونے سے پسینہ، زہریلے کیمیکلز وغیرہ کی تہ دھل جاتی ہے اور انسان جلدی امراض اور چہرے کی الرجی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

چہرے کو وضو کے دوران دھونے سے انسان متعدد بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ آنکھوں کی بیماریوں کے دوران ڈاکٹر حضرات بار بار آنکھیں دھونے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حکیم محمد طارق محمود چغتائی کے مطابق وضو کرنے کے بعد بہنوئیں پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔ میڈیکل (سائنس) کے اصول کے مطابق اگر بہنوئوں میں نمی رہے تو آنکھوں کے ایک ایسے خطرناک مرض سے انسان بچ جاتا ہے جس میں آنکھ کے اندر رطوبت زجاجیہ کمیا ختم ہو جاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ بصارت سے محروم ہو جاتا ہے (16)۔

دن میں متعدد بار وضو کے لیے چہرہ دھونے سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ امریکن کونسل فار بیوٹی (American Council for Beauty) کی ر کردہ ممبر لیڈی پچر نے عجیب و غریب انکشاف کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو کسی تم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں۔ ان کے اسلامی وضو سے چہرہ دھلتا رہتا ہے در (لوگ) چہرے کے کئی امراض سے محفوظ رہتے ہیں (17)۔

کہنیوں تک ہاتھ دھونا

وضو کرتے وقت کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ ایک بار دھونا فرض اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اس حصے میں خون کی متعدد نالیاں ہوتی ہیں۔ ان میں شریانیں (Arterie)

اور وریڈیں (Veins) دونوں شامل ہیں۔ جسم کا یہ حصہ مختلف امراض کی تشخیص کے لیے بڑا مدد و معاون ہیں۔ ہمیں سے نبض کی رفتار (Pulse) اور فشار خون (Blood Pressure) وغیرہ معلوم کیا جاتا ہے۔ اس حصے کو دھونے اور مساج کرنے سے انسانی جسم پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پانی خون کی حدت کو کم کر کے بلند فشار خون (High Blood Pressure) کو کم کرتا ہے۔

سر کا مسح کرنا

چوتھائی سر کا مسح یا بھیجے ہوئے ہاتھ سر پر پھیرنا فرض ہے اور ایک بار تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ اس عمل کی سائنسی حکمت بیان کرتے ہوئے خواجہ شمس الدین عظیمی رقمطراز ہیں۔

”کاسے سر کے اوپر بال آدمی کے اندر انیٹیفیا (Antenna) کا کام کرتے ہیں۔ یہ بات ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ آدمی اطلاعات کے ذخیرے کا نام ہے۔ جب تک اسے کسی عمل کے بارے میں اطلاع نہ ملے، وہ کوئی کام نہیں کر سکتا مثلاً کھانا ہم اس وقت کھاتے ہیں جب ہمیں بھوک لگتی ہے، پانی اس وقت پیتے ہیں جب ہمارے اندر پیاس کا تقاضا ہوتا ہے، سونے کے لیے بستر پر اس وقت لیٹتے ہیں جب ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ اب ہمارے اعصاب کو آرام کی ضرورت ہے۔ خوشی کے جذبات و احساسات ہمارے اوپر اس وقت مظہر بنتے ہیں جب ہمیں خوشی سے متعلق کوئی اطلاع فراہم ہوتی ہے۔ اسی طرح غیظ و غضب کی حالت کا انحصار بھی اطلاع پر ہے۔

وضو کرنے کے نیت دراصل ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کر دیتی ہے کہ ہم یہ کام اللہ کے لیے کر رہے ہیں۔ وضو کے ارکان پورے کرنے کے بعد جب ہم سر کے مسح تک پہنچتے ہیں تو ہمارا ذہن غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ کی ذات میں مرکوز ہو چکا ہوتا ہے۔ مسح

کرتے وقت جب ہم سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو سر کے بال (Antenna) ان اطلاعات کو قبول کرتے ہیں جو ہر قسم کی کثافت، محرومی اور اللہ سے دُوری کے متضاد ہیں یعنی بندہ کا ذہن اس اطلاع کو قبول کرتا ہے جو مصدرِ اطلاعات (اللہ تعالیٰ) سے براہِ راست ہم رشتہ ہے“ (18)۔

کانوں کا مسح کرنا

کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ کان کے اندر کی طرف پانی سے ترکی ہوئی شہادت کی انگلی سے اور باہر کی طرف انگوٹھے سے مسح کریں۔ اس سے کانوں کی ہر قسم کی آلودگی دور ہو جاتی ہے۔

گردن کا مسح کرنا

وضو میں گردن کا مسح کرنا مستحب ہے لیکن مسلمان وضو کرتے وقت فرض، سنت یا مستحب میں فرق نہیں کرتے بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کامل وضو کیا جائے۔ گردن کے مسح کی بڑی طبی افادیت ہے۔ ایک فرانسیسی دماغی امراض کے سرجن کا کہنا ہے ”میں نے جو ریسرچ کی ہے۔ اگر بال بہت بڑھادیے جائیں اور گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے تو ان لوگوں کے اندر کئی دفعہ (Condensation) خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کے جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اس لیے ڈاکٹر نے سوچا اس جگہ (یعنی گردن کے مسح والی جگہ کو) دن میں دو چار بار ضرور تر رکھا جائے“ (19)۔ لہذا گردن کا مسح کرنے سے دماغی امراض سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی اپنے مخصوص انداز میں گردن کے مسح کی حکمت بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”ماہرین روحانیات نے انسانی جسم کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصہ ”جبل الوریڈ“ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”میں رگ جان سے زیادہ قریب ہوں“ یہ رگ جان (جبل الوریڈ) سر اور گردن کے درمیان میں واقع ہے۔ گردن کا مسح کرنے سے انسانی جسم کو ایک خاص توانائی حاصل ہوتی ہے جس کا تعلق ریڑھ کے اندر حرام مغز اور تمام جسمانی جوڑوں سے ہے۔ جب کوئی نمازی گردن کا مسح کرتا ہے تو ہاتھوں کے ذریعے برقی رو نکل کر رگ جان میں ذخیرہ ہو جاتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی کو اپنی گزہ گاہ نباتے ہوئے جسم کے پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے جس کے ذریعے اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے“

(۲۰)۔

پاؤں کا دھونا

دونوں پاؤں ٹخنے سمیت ایک مرتبہ دھونا فرض اور تین مرتبہ ایسا کرنا سنت ہے۔ پاؤں جسم کا وہ حصہ ہے جو چلتے وقت سب سے زیادہ گرد و غبار، آلودگی، جراثیم اور فنجائی کی زد میں ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں پاؤں کو دن میں ایک سے زیادہ بار دھونا ضروری ہے اور شوگر کے مریضوں کے لیے پاؤں کی حفاظت بہت ضروری ہے کیونکہ ذیابیطس کے مریضوں کو پاؤں کی انفیکشن (Infection) زیادہ ہوتی ہے (21)۔ خواجہ شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں کہ دماغ اطلاعات قبول کرتا ہے اور یہ اطلاعات لہروں کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں۔ اطلاع کی ہر لہر ایک وجود رکھتی ہے۔ وجود کا مطلب متحرک رہنا ہے۔ قانون یہ ہے کہ روشنی ہو، یا پانی اس کے لیے بہاؤ ضروری ہے اور بہاؤ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کوئی مظہر بنے اور وہ خرچ ہو۔ جب کوئی بندہ پیر دھوتا ہے تو زائد روشنیوں کا ہجوم (Poison) پیروں کے ذریعے ارض (Earth) ہو جاتا ہے اور جسم انسانی زہریلے مادوں سے محفوظ رہتا ہے (22)۔

غسل کے جسمانی فوائد

مسلمان مردوں اور عورتوں پر بعض صورتوں میں غسل فرض اور بعض صورتوں میں واجب ہو جاتا ہے کن کن اسباب سے غسل فرض یا واجب ہوتا ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ جناب کی حالت میں غسل کرنے میں بھی حکمتیں مضمحل ہیں۔

حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی لکھتے ہیں کہ ”طب شاہد ہے کہ (جنابت کی حالت میں) پسینہ بھی کثیف ہو جاتا ہے اور پسینہ سے جو میل کچیل جسم پر جم جاتا ہے۔ اس کو اگر مل کر صاف نہ کیا جائے تو موجب خارش و داد و غیرہ ہوتا ہے۔ غسل کی پابندی کرنے والے مذکورہ جلدی امراض سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔۔۔۔۔ امراض کے دفعیہ کے علاوہ غسل کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ غسل سے جسم میں تازگی اور توانائی پیدا ہوتی ہے۔ افکار فاسدہ سے دل و دماغ آزاد ہو جاتے ہیں اور قلب میں فرحت و انبساط اور فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک جوش و خروش انسان محسوس کرتا ہے جس سے صحت بہتر رہتی ہے“ (23)۔

نامور جرمن مستشرق جو اکیم دی یولف کا یہ جملہ حقیقت کا برملا اظہار ہے ”غسل اور وضو کے واجبات نہایت دوراندیشی اور مصححت پر مبنی ہیں (24)۔“ ایک غیر مسلم کا یہ جملہ اس عزلی مصرع کے مصداق ہے۔

أَفْضَلُ مَا شَهَدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ (25)۔

حواشی

۱. للآئدة ۵: ۶
 امین الدین ، حکیم سید۔ طب نبوی ﷺ۔ نقوش ، رسول ﷺ نمبر (لاہو : ادارہ فروغ اردو ، جنوری ۱۹۸۳ء) جلد چہارم ، ص ۹۳
۲. محمد عالمگیر خان ، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید (لاہور : ناشر کا نام ندارد ، ۱۹۷۳ء) ص ۱۰۹ ، محمد کمال الدین حسین ہمدانی ، ڈاکٹر حکیم سید۔ اسلامی اصول صحت (علی گڑھ : جی علی الفلاح سو سائٹی ، اشاعت اول ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) ص ۳۱
۳. اشرف علی تھانوی ، مولانا۔ المصالح العقلية للاحكام النقلية۔ عاشر مفتی جمیل احمد تھانوی (لاہور : کتب خانہ جمیلی ۸۰۔ ڈی ماڈل ٹاؤن ، طبع ثالث مارچ ۱۹۸۰ء) ص ۳۰۶
۴. ہلک نور باقی ، ڈاکٹر۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی : انڈس پبلشنگ کارپوریشن ، ۱۹۹۰ء) ص ۸۷
۵. ایضاً۔ ص ۸۸ ، ۸۹
۶. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ (لاہور : ڈیفینڈر آف اسلام ٹرسٹ ایمپرس روڈ ، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۸۱
9. Hasan Ghaznawi, Islam and Mdeicine, Islamic Medicine edited by Shahid Athar (Karachi : Pan-Islamic Publishing House, 1989) p .71
10. Shahid Athar "Health Guidlines from Qur'an and Sunnah" in Islamic Medicine. P 60
۱۱. ایضاً۔ ص ۶۰
۱۲. شمس الدین عظیمی ، خواجہ۔ روحانی نماز (کراچی : مکتبہ روحانی ڈائجسٹ ، س۔ ن) ص ۳۷ ، ۳۸
۱۳. ایضاً ، ص ۳۸
۱۴. ایضاً ، ص ۳۸ ، ۳۹
۱۵. ایضاً ، ص ۵۰
۱۶. محمد طارق محمود چغتائی ، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات جنوری

(130)

۱۹۹۹ء) جلد اول۔ ص ۳۰

17. ایضاً ص ۲۹
18. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ روحانی نماز۔ ص ۵۱، ۵۲
19. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ص ۳۳، ۳۴
20. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ روحانی نماز۔ ص ۵۱
21. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس
22. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ روحانی نماز، ۵۱، ۵۲
23. محمد کمال الدین حسین حمدانی۔ اسلامی اصول صحت، ص ۳۲
24. اشرف علی تھانوی مولانا۔ الصالح العقلیة اللا حکام النقلیة، ص ۶، ۷
25. ماہنامہ ”نعت“ لاہور۔ جلد ۸، شمارہ ۱۱ (نومبر ۱۹۹۵ء) ص ۳۸

<http://t.me/Tehqiqat>

حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے طبی فوائد

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ہر عاقل و بالغ مسلمان پر نماز مہجگانہ فرض کی ہے۔ جو اس کی ذہنی و جسمانی صحت اور روحانی نشوونما کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد بار نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سُوْرَةُ الْبَقْرَةِ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّكْعَيْنِ (1)۔

(اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)

خلاقِ عالمین نے ایک اور مقام پر نماز کی فرضیت کا یوں اعلان فرمایا۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا (2)۔

بے شک نماز مسلمانوں پر اپنے مقرر وقت پر فرض کی گئی ہے

قرآن پاک اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے ایک جگہ اپنے وحدہ لا شریک ہونے کی اٹل حقیقت بتانے کے بعد اپنی عبادت کا حکم دیا اور اقامتِ صلوٰۃ کو اپنی یاد قرار دیا:

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (3)۔

یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تو میری عبادت کیا کر اور میری یاد

کے لیے نماز ادا کیا کر۔

سورہ ہود میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ (4)۔

اور نماز قائم کیجئے دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات کے حصوں میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار میرے پیٹ میں درد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟“ میں نے عرض کیا ”وہاں اے اللہ کے رسول (ﷺ)!“ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو، کیونکہ نماز میں شفا ہے“ (5)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشادِ گرامی اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ جسمانی امراض کے لیے بھی شفا ہے بشرطیکہ اُسے پورے آداب کے ساتھ سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کیا جائے۔ نماز کے جسمانی فوائد کے بارے میں علامہ ابن القیم (۶۹۱-۷۵۱ھ) ارقام پذیر ہیں :

”نماز بدن اور دل دونوں کی صحت کی نگرانی و حفاظت کی عجیب و غریب تاثیر رکھتی ہے اور ان دونوں سے موادِ ردیہ کو نکال دیتی ہے۔ دُنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل، بیماری، آفت یا بلا کے شکار ہوتے ہیں، ان میں نماز پڑھنے والوں کا تناسب کم سے کمتر ہوتا ہے اور اس کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے“ (6)۔

علامہ حسین آفندی ”الرسالۃ الحمیدیہ“ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے فائدے کے لیے نماز ہرگز مقرر نہیں کی۔ اُس کا مقصود یہی ہے کہ تم نماز کے بے شمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو (7)۔ ڈاکٹر حسن غزنوی ایم ڈی نے بھی اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

Although the real purpose of prayers is the worship of God, yet there is a large number of additional benefits also (8)۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے نزدیک نماز سے جہاں روحانی فرحت اور اطمینان قلب

حاصل ہوتا ہے وہاں اس میں جسمانی صحت کے راز بھی مضمّن ہیں۔ اس کے تمام ارکان اگر اچھی طرح اور بے قاعدگی کے ساتھ ادا کیے جائیں تو اس سے کئی جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نماز کی طبی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

”اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ نماز جہاں ہمیں روحانی عروج اور طمانینت قلب عطا کرتی ہے اور برائیوں سے نکال کر پاکیزگی کے دائرے میں داخل کرتی ہے وہاں جسمانی صحت کے لیے بھی مدد و معاون ہے۔ جسم کو چاک و چوند رکھنے، اعصابی تکلیفوں اور جوڑوں کی بیماریوں سے چھانے اور غذا ہضم کرنے میں نماز بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے، علاوہ ازیں صحت جسمانی کے لیے نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ ہمارے خون میں کو لیسترول یعنی چربی کم کرنے کا کسی حد تک باعث بنتی ہے“ (9)۔

ڈاکٹر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی پی ایچ ڈی (علیگ) صدر شعبہ طب و جراحات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی تصنیف ”اسلامی اصول صحت“ میں لکھتے ہیں ”اگر انسان پابند نماز بن جائے... تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہوگی جس سے جملہ اعضاء انسان کا نشو و نما بہتر ہوگا اور ان کی قوت بڑھے گی۔ نیز مفاصل کی ساختیں بھی درست رہیں گی اور مفاصل اپنے افعال صحیح طریقہ سے انجام دیتے رہیں گے اور مفاصل مختلف قسم کے امراض مثلاً تخر مفاصل وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ اس کے علاوہ نظام تنفس، نظام دوران خون اور نظام ہضم پر بھی بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدت العمر امراض و آفات جسمانی سے محفوظ رہے گا اور اپنے فرائض زندگی کو صحیح اور بہتر طریقہ پر انجام دیتا رہے گا“ (10)۔

وہ اسی کتاب میں نماز کا دیگر ادیان و مذاہب کی عبادات سے موازنہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ”نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر دم تازہ دم رکھتی ہے سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاء انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے۔ کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاء انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ

اعضاء جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے“ (11)۔
 ترکی کے ڈاکٹر ہلوک نور باقی کا خیال ہے کہ کوئی جدید علم یا سائنس نماز کے اسرار کا مکمل فہم رکھنے سے قاصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

No science has the power to unravel or outline the mysteries of Prayer. In particular, to view prayer merely as a physical exercise is as ridiculous as believing that there is nothing more to the universe than the air we breathe.

کوئی سائنس اس قابل نہیں ہے کہ وہ صلوٰۃ کے رازوں کو پاسکے یا ان کا احاطہ کر سکے۔ خاص طور پر اگر صلوٰۃ کو محض ایک جسمانی ورزش سے تعبیر کیا جائے تو یہ اس قدر احمقانہ بات ہوگی جیسے یہ تصور کر لینا کہ کائنات میں اس ہوا کے سوا کہ جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور کچھ نہیں ہے۔
 ڈاکٹر ہلوک نے نماز کے روحانی پہلو پر بہت زور دیا ہے لیکن وہ بھی اس کے جسمانی فوائد کو یکسر نظر انداز نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

Today, even materialists acknowledge that there can be no prescription other than prayer for the relief of joints. (13)-

آج کے دور میں مادہ پرست لوگ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جوڑوں (کے درد) کے آرام کے لیے نماز سے بہتر نسخہ کوئی اور نہیں ہے۔

حکیم محمد طارق محمود چغتائی نماز کو جسمانی صحت کے لیے بہت اہم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں ”نماز کی وزر شیں جہاں بیرونی اعضا کی خوشنمائی و خوبصورتی کا ذریعہ ہیں وہاں اندرونی اعضا مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں“ (14)۔

کچھ امراض ایسے ہیں جن سے صرف نماز قائم کر کے محفوظ رہا جاسکتا ہے کیونکہ نماز کی ادائیگی سے جسم میں ان امراض کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر حسن غزنوی کے یہ الفاظ لائقِ مطالعہ ہیں۔

In addition to saving us from the sins and elevating us to

the heights of spirituality prayers are great help in maintaining our physical health. They keep our body active, help digestion and save us from muscle and joint diseases through regular balanced exercise. They help the circulation of blood and also mitigate the bad effect of Cholestrol. Prayers play a vital role in acting as preventive measure against heart attack, paralyses, premature senility, dementia, loss of control on sphincters, diabetes mellitus etc Heart patients should offer the five obligatory prayers regularly as they get the permission from their doctor to leave bed (15)-

اہل مغرب آج مختلف قسم کی ورزشیں کرتے ہیں تاکہ ان کے اجسام میں کو لیسٹرول کی مقدار ایک حد سے نہ بڑھے۔ اس کے علاوہ ان کے جسم کے تمام نظام موثر طریقے سے کام کریں۔ انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت مندرہ سکیں۔ جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ”دی ہائف“ میں نامور جرمن فاضل اور مستشرق جو اکیم دی یولف نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

”اگر اہل یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں“ (16)۔

ایک پاکستانی ڈاکٹر ماجد زمان عثمانی (17) یورپ میں فزیو تھراپی کی اعلیٰ ڈگری کے لیے گئے۔ جب وہاں ان کو بالکل نماز کی طرح ورزش پڑھائی اور سمجھائی گئی تو یہ اس ورزش کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم نے آج تک نماز کو ایک دینی فریضہ سمجھا اور پڑھتے رہے لیکن یہاں تو عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں کہ ورزش کے ذریعے تو بڑے بڑے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی فہرست دی کہ جو بیماریاں نماز کے ذریعے از خود سر انجام پانے والے ورزش سے درست ہو سکتی ہیں۔

1. دماغی امراض (Mental Diseases)

1. دماغی امراض (Mental Diseases)
2. اعصابی امراض (Nerve Diseases)
3. نفسیاتی امراض (Psychic Diseases)
4. بے سکونی، ڈپریشن اور بے چینی کے امراض (Restlessness, Depression and Anxiety)
5. دل کے امراض (Heart Diseases)
6. جوڑوں کے امراض (Arthritis)
7. یورک ایسڈ سے پیدا ہونے والے امراض (Diseases due to Uric Acid)
8. معدے کا السر (Stomach Ulcer)
9. شوگر (Diabetes mellitus)
10. آنکھوں اور گلے وغیرہ کے امراض (Eye and E.N.T. Diseases)

ارکانِ صلوٰۃ کی سائنسی توجیہات

اسلام کے تمام احکام پر عمل پیرا ہونے میں انسان کو ان گنت روحانی فوائد کے علاوہ جسمانی ذہنی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ آج اسلامی عبادات کی سائنسی توجیہات سامنے آرہی ہیں۔ نماز کا ہر رکن کسی نہ کسی طبی و نفسیاتی افادیت کا حامل ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد کمال الدین حسین ہمدانی رقمطراز ہیں۔

”ارکان نماز کو فرداً فرداً تشریحی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہو گا کہ ہر رکن نماز کی ادائیگی میں مخصوص عضلات و مفاصل میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور مخصوص عضلات کی ورزش ہوتی ہے۔ علم تشریح (Physiology) کا یہ ایک کلیہ ہے کہ جب انسان کسی حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو متعلقہ مراکز دماغ سے تحریک مخصوص اعصاب کے ذریعہ متعلقہ عضلات میں پہنچتی ہے اور عضلات حسبِ محل منقبض یا منبسط ہو کر افعال مطلوبہ انجام دیتے ہیں اور جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکان نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت

ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشوونما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔ نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔ جس سے جسم انسان کی تازگی اور طاقت حال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی معیار پر جاری رہتے ہیں۔ نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر دم تازہ دم رکھتی ہے۔ سستی اور اضمحلال کی جسم میں بڑھنے نہیں دیتی مگر دوسرے مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے“ (18)۔

علامہ ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ نماز نفس اور بدن دونوں کے لیے ریاضت ہے۔ اس لیے اس میں قیام و قعود، سجدہ و رکوع اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اس کی وضع بدلتی رہتی ہے اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنہش کرتے رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضاءِ معدہ، آنتیں، آلات تنفس اور قناتِ غذا ان سب کی وضع حرکات میں تغیر آجاتا ہے پھر ایسی صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض مواد غیر ضروریہ تحلیل نہ ہو جائیں (19)۔

تکبیر تحریمہ

جب ہم ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پھوں اور شانے کے پھوں کی ورزش ہوتی ہے۔ دل کے مریض کے لیے ایسی ورزش بہت مفید ہے جو کہ نماز پڑھتے ہوئے خود بخود ہو جاتی ہے اور یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے (20)۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے مطابق نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات

(Flexors) لور کندھے کے جوڑ کے عضلات حصہ لیتے ہیں لور ان کی ورزش ہو جاتی ہے (21)۔
 خواجہ شمس الدین عظیمی جو روحانیات اور پیراسائیکالوجی کے ماہر ہیں، نے نیت باندھنے کی سائنسی توجیہ بیان کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ دماغ میں کھریوں خلیے کام کرتے ہیں اور خلیوں میں برقی رو دوڑتی رہتی ہے۔ اس برقی رو کے ذریعے خیالات شعور اور تحت الشعور سے گذرتے رہتے ہیں۔ دماغ میں کھریوں خلیوں کی طرح خانے بھی ہوتے ہیں۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے جس میں برقی رو فوٹو لیتی رہتی ہے اور تقسیم کرتی رہتی ہے۔ یہ فوٹو بہت ہی زیادہ تار یک ہوتا ہے یا بہت زیادہ چمک دار۔ ایک خانہ ہے جس میں کچھ اہم باتیں ہوتی ہیں اور ان اہم باتوں میں وہ باتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں شعور نے نظر انداز کر دیا ہوتا ہے اور جن کو ہم روحانی صلاحیت کا نام دے سکتے ہیں۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر سر کے دونوں کانوں کی نو کے قریب لے جاتا ہے تو ایک مخصوص برقی رو نہایت باریک اگ اپنا کنڈنسر (Condensor) بنا کر دماغ میں جاتی ہے اور دماغ کے اندر اس خانے کے خلیوں (Cells) کو چارج کر دیتی ہے جس کو شعور نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ خلیے چارج ہوتے ہیں تو دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے اور اس جھماکے سے تمام اعصاب متاثر ہو کر اس خانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روحانی صلاحیتیں مخفی ہیں ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کے اندر ایک تیز رو دماغ میں منتقل ہو جاتی ہے (22)۔

قیام

قیام میں جسم بالکل بے حرکت اور ساکن ہوتا ہے۔ ایسی کیفیت سے انسانی جسم پر درج ذیل اثرات پڑتے ہیں۔

1. جب نمازی قرأت شروع کرتا ہے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اتنی اونچی آواز سے قرأت کرتا ہے کہ اس کے اپنے کان سن سکیں، تو ان

الفاظِ قرآن کے انوارات پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جو امراض کے دفعیے کے لیے اکسیر اعظم ہیں۔

2. قیام سے جسم کو سکون کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

3. نمازی چونکہ قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے اس لیے اس کا جسم

ایک نور کے حلقے میں مسلسل لپٹا رہتا ہے اور وہ جب تک اس حالت میں رہتا ہے تو اس

وقت تک وہ نور جسے سائنسی زبان میں غیر مرئی شعاعیں (Invisible rays) کہتے

ہیں اس کا احاطہ کیے ہوتی ہیں۔

4. قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے اگر روزانہ ۴۵ منٹ ایسی حالت میں کھڑے

رہیں تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

5. قیام سے موثر دماغ (Pons) جس کا کام چال، ڈھال اور جسم انسانی کی رفتار کو کنٹرول

کرنا ہوتا ہے، قوی ہو جاتا ہے اور ایک ایسے خطرناک مرض سے بچا رہتا ہے جس سے

آدمی اپنا توازن درست نہیں رکھ سکتا۔

مندرجہ بالا نقاط نشتر میڈیکل کالج ملتان کے جرنل "Research" میں میڈیکل

سائنس کے ایک ماہر نے بیان کیے ہیں (23)۔

ہاتھ باندھنا

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے مطابق ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے پیچھے والے پٹھے

(Flexors) اور کلائی کے آگے اور پیچھے کھینچنے والے پٹھے (Flexors and Exten-

sors) حصہ لیتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے (24)۔

اسلام نے ہر اچھا عمل کرنے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کرنے پر زور دیا ہے۔ نماز

میں بھی بایاں ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور دائیں ہاتھ سے اُسے گرفت میں لیا جاتا ہے۔ داراصل

انسانی اعضا کے دائیں اطراف اور بائیں اطراف کی کیفیات الگ الگ ہیں۔ دائیں حصے خاص طور پر دائیں ہاتھ سے غیر مرئی شعاعیں (Invisible rays) نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) ہوتی ہیں اور بائیں ہاتھ سے جو شعاعیں نکلتی ہیں وہ منفی (Negative) ہوتی ہیں۔۔۔۔ (چنانچہ) دائیں ہاتھ کی مثبت شعاعیں (Positive rays) بائیں ہاتھ سے منتقل ہو کر طاقت، قوت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں جس کی وجہ سے انسان معمولات زندگی میں متوازن رہتا ہے اور پریشان نہیں رہتا۔

نماز میں عورتیں اور مرد ایک مقام پر ہاتھ نہیں باندھتے۔ عورتیں سینہ پر جبکہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اس سے انسانی جسم کو بعض فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مرد جب ناف پر یا اس کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں تو دونوں ہاتھوں سے لہریں نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) اور منفی (Negative) ہوتی ہیں۔ اب ان لہروں کے امتزاج سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو ناف کے ذریعے نظام اعصاب تک پہنچتا ہے جس سے گردے اور غدہ فوق الکلیہ (Adrenal glands) قوی ہوتے ہیں جس سے جنسی قوت قوی اور محرک ہوتی ہے۔ عورتیں نیت کے بعد جب سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں تو ان کے دل میں صحت بخش حرارت منتقل ہوتی ہے اور وہ غدود نشوونما پاتے ہیں جن پر بچوں کی غذا کا انحصار ہے۔ نماز قائم کرنے والی ماؤں کے دودھ میں ایک خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جدید سائنس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں جب سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص مراقبہ کرتی ہیں جس میں دنیا سے کٹ کر کسی پر سکون خیال میں کھو جاتی ہیں (جیسا کہ نمازی عورت اللہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے) تو ایسی حالت میں ایک خاص قسم کی ریز (rays) پیدا ہوتی ہیں جو ہول ڈاکٹر ڈارون ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ہوتی ہیں جو اس کے جسم میں داخل اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور اس کے جسم میں قوت مدافعت (Immunity) کے بڑھنے سے وہ جسم کبھی بھی خلیات کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتا (25)۔

دورانِ قیامِ امام کی تلاوت

فرض نمازوں کی پہلی دو رکعت (سوائے ظہر و عصر) اور نماز تراویح میں قیام کی حالت میں امام سورہ فاتحہ اور قرآن پاک کا کچھ حصہ باواز بلند تلاوت کرتا ہے۔ اس دوران مقتدی کو صرف قرآن پاک سُننے اور اُس پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ قرآن پاک کی تلاوت سے سُننے والوں پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں ”ہر لفظ کا ایک خزانہ ہے اندھیری رات میں کسی مظلوم کی پکار ہزاروں دلوں کو ہلا دیتی ہے۔ ایک بیمار کی کراہ روح کو چیر کر نکل جاتی ہے۔ کسی آتش بیان کی تقریر، اورنگ جہانبانی کو اُلٹ سکتی ہے یورپ کے ایک غیب بین نے حروفِ تہجی کو ”تیسری آنکھ“ سے دیکھا تو اُسے مختلف حروف سے مختلف رنگ کی شعاعیں نکلتی دکھائی دیں اور جب الہامی صحائف کے حروف کو دیکھا تو ان شعاعوں کا دائرہ وسیع تر پایا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ الہامی الفاظ تو انسانی کے زبردست یونٹ - Highly energised ہیں، جن سے جسمِ خاکی کے امراض تک کو دور کیا جاسکتا ہے“ (26)۔

رکوع

گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو جھکانے کی حالت کو رکوع کہتے ہیں۔ اس حرکت میں جسم کے تمام پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔ اس میں کولہے کے جوڑ پر جھکاؤ (Flexion) میں ہوتے ہیں کہیاں سیدھی کھینچی ہوئی (Extended) ہوتی ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اور ان تمام کے پٹھے چسٹ حالت میں رہتے ہیں جب کہ پیٹ اور کمر کے پٹھے، جھکتے اور سیدھے ہوتے وقت کام کرتے ہیں۔ اس طرح رکوع سے جسم کے متعدد اعضاء کی ورزش ہو جاتی ہے (27)۔

ڈاکٹر محمد نواز صاحب پر نسل راولپنڈی میڈیکل کالج رکوع اور سجدہ کو گھٹنوں اور کمر درد کے مریضوں کا علاج قرار دیتے ہیں۔ رکوع سے حرام مغز (Spinalcord) کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مریض جن کے اعضاء ہو جاتے ہیں وہ اس مرض سے

بہت جلد افاقہ حاصل کر لیتے ہیں۔ رکوع سے کمر کے درد کے مریض یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں درم (Inflammation of spinal cord) ہو گیا ہو بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل ست پڑ جاتا ہے اور اس سے ٹانگوں کے فالج زدہ مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف دوران خون کے بہاؤ (Circulation of blood) کی وجہ سے دماغ اور آنکھوں کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے (28)۔

سجدہ

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان نے سجدے کی سائنسی توجیہ اور طبی افادیت تفصیلاً بیان کی ہے جو من و عن نقل کی جاتی ہے۔

سجدہ میں کولے، گھٹنے ٹخنے اور کہنیوں پر جھکاؤ (Flexion) ہوتا ہے جب کہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے کے پٹھے اور کمر و شکم کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کندھے کے جوڑے کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

سجدے میں عورتوں کیلئے گھٹنوں کو چھاتی سے لگانا احسن ہے۔ یہ بچہ دانی کے پیچھے کرنے (Retroversion of uterus) کا بہترین علاج ہے۔ سجدے میں اور بھی بہت سے جسمانی فوائد مضمحل ہیں۔ دماغ کو خون کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ رکیں الاعضاء ہے مگر اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس تک خون پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے بالخصوص اس وقت جب شریانیں بھی تنگ ہوں۔ سجدہ دماغ کو خون کی فراہمی کے لیے نہایت ہی موزوں عمل ہے۔

دماغ عام حالت میں بیشتر وقت دل کے پمپ سے اونچا رہتا ہے۔ اس لیے دماغ میں خون کی سرایت قدرے مشکل ہوتی ہے مگر سجدے میں دماغ دل سے نیچے ہوتا ہے اس لیے

اس حالت میں اس کو خون با آسانی اور با افراط پہنچتا ہے۔ جتنا لمبا سجدہ ہو گا اتنا ہی زیادہ خون دماغ کو پہنچے گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے طویل سجدوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بناءً ایں جو لوگ نماز کے عادی ہوتے ہیں ان کی عقل و فہم، یادداشت اور نفسیاتی صحت لمبی عمر تک درست رہتی ہے۔ کسی عمر میں بھی خداوند کریم کے حضور میں خلوص دل سے کیے ہوئے لمبے سجدے روحانی، دماغی اور نفسیاتی صحت کے لیے ممد و معاون ہیں (29)۔

جرمن مستشرق جو اکیم دی یولف کے مطابق سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دیگر اعضا ایک کشش کے ساتھ پھیلائے اور سمیٹنا فریبی کی مضر توتوں کو دور کر دیتا ہے (30)۔ شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی کا کہنا ہے ”نمازی آدمی کے چہرے پر تازگی رہتی ہے کیونکہ نماز اور سجدہ کی وجہ سے اس کی تمام شریانوں میں خون پہنچتا رہتا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا اس کے چہرے پر ایک افسردگی سی پھیلی رہتی ہے اس لیے حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو نماز پڑھتا ہے اس کے چہرے پر صالحین کا نور ہو گا“ (31)۔

قعدہ

التحیات پڑھتے وقت جب کہ جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے، گھٹنے اور کولے پر جھکاؤ ہوتا ہے۔ ٹخنے اور پاؤں کے اعضا پیچھے کھینچے ہوئے ہوتے ہیں۔ کمر اور گردن کے پٹھے کھینچے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے ان اعضا کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے۔ ورزش کا یہ اصول ہے کہ سخت ورزش کے بعد کچھ دیر توقف کیا جاتا ہے اور لمبے لمبے سانس لیے جاتے ہیں یا نسبتاً ہلکی ورزش کی جاتی ہے۔ نماز میں بھی رکوع اور سجدوں کے بعد قعدہ میں بیٹھنا اسی اصول کا بہترین مظہر ہے (32)۔

سلام :

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں اور بائیں طرف کے پٹھے کام کرتے ہیں۔ یہ گردن بہترین ورزش ہے جو نماز کی ادائیگی کے باعث خود بخود ہو جاتی ہے (33)۔ نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے ڈاکٹر قاضی عبدالواحد کے مطابق نماز کو سلام پھیرنے کیلئے سر دائیں بائیں کرنا پڑتا ہے اور ایسا کئی بار ایک نماز میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسا کرنے والا امراض قلب (Heart Diseases) اور اس کی اندرونی پیچیدگیوں سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور بہت کم ان امراض میں مبتلا ہوتا ہے (34)۔ آج کل بعض لوگ باقاعدگی سے نماز بھی ادا کرتے ہیں لیکن ان کی نماز انہیں جسمانی، نفسیاتی اور روحانی فوائد سے بہرہ مند نہیں کرتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نماز ادا نہیں کرتے۔ دوسرا ان کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف لوگوں میں اپنے تقویٰ کی دھاک بٹھانے کی خاطر نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انتہائی کاہلی سے نماز ادا کرتے ہیں اور نماز کے ارکان کی صحیح طریقے سے ادائیگی نہیں کرتے۔ پھر ان کی نماز میں خضوع و خشوع کا فقدان ہوتا ہے۔ وہ جو الفاظ پڑھ رہے ہوتے ہیں یا تو ان کا مفہوم سمجھتے نہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو ان پر غور و فکر نہیں کرتے۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کو منافق قرار دیا گیا ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (35)۔

(بے شک منافق (اپنے گمان میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں (اس دھوکہ بازی کی) سزا دینے والا ہے اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہل بن کر (وہ عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے (مگر تھوڑی دیر)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں :

1. منافق کاہلی اور سستی سے نماز پڑھتے ہیں۔
 2. وہ صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔
 3. وہ اللہ کا ذکر تھوڑی دیر تک کرتے ہیں یعنی نماز میں جلدی کرتے ہیں اور ارکان نماز درست طریقے سے ادا نہیں کرتے۔
 4. نماز میں کسل اور ریاکاری منافقین کی نشانیاں ہیں۔
- اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝

الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ (36)۔

(پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کی ادائیگی سے غافل ہیں وہ جو ریاکار ہے) یہاں نماز میں غفلت اور ریاکاری کے مرتکب نمازیوں کے لیے بڑی سخت وعید ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی نمازوں میں ریاکاری کا ارتکاب ہرگز نہ کریں۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان (37) کے مطابق نماز اگر صحیح انداز سے ادا کی جائے تو ہر عمر کے مرد و زن کیلئے عبادت کے ساتھ ساتھ نہایت متوازن اور مناسب ورزش کا کام دیتی ہے۔ عموماً نماز میں مندرجہ ذیل کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے اس کی طبی افادیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

1. ہم رکوع میں جھکی ہوئی کمر کو سیدھا یعنی زمین کے متوازی نہیں رکھتے۔
2. اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر سجدے میں نہیں جاتے۔
3. سجدے میں کہنیاں زمین پر لگا لیتے ہیں اور ہتھیلیوں پر بوجھ نہیں ڈالتے۔
4. مرد سجدے میں رانوں کو پیٹ کے ساتھ لگا لیتے ہیں اور اس طرح پیشانی کو زمین پر گھٹنوں کے قریب ہی رکھ لیتے ہیں۔
5. سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھ گھٹنوں کے لور پر نہیں رکھتے بلکہ زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے ہیں۔
6. سلام پھیرتے وقت گردن کو پوری طرح نہیں موڑتے۔

حواشی

1. البقرة ۲: ۴۳
2. النساء ۴: ۱۰۳
3. الطہ ۲۰: ۱۴
4. ہود ۱۱: ۱۱۴
5. ابن ماجہ، کتاب الطب جلد ۲، حدیث ۳۴۵۸۔
6. ابن القیم الجوزیہ، شمس الدین محمد بن علی بن حجر۔ طب نبوی ﷺ۔ مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، الفضل مارکیٹ اردو بازار، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۲۰۹-۲۱۰
7. محمد اسحاق علی، مولانا سید (مترجم) سائنس اور اسلام۔ علامہ حسین آفندی "الرسالۃ الجید یہ" (لاہور: ادارہ اسلامیات، اکتوبر ۱۹۸۴ء) ص ۱۲۸
8. Shahid Athar (ed.) Islamic Medicine (Karachi: Pan- Islamic Publishing House, 1989) p.68
9. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید (یہ مقالہ چودھویں آل پاکستان سائنس کانفرنس انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں ۱۰ مارچ ۱۹۷۳ء کو پڑھا گیا، جو بعد میں مجلہ "قومی صحت" لاہور میں شائع ہونے کے علاوہ الگ کتاب شکل میں طبع ہوا) ص ۵۔
10. محمد کمال الدین ہمدانی، ڈاکٹر حکیم سید۔ اسلامی اصول صحت (علی گڑھ: جی علی الفلاح سوسائٹی، اشاعت اول ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) ص ۳۵، ۳۶
11. ایضاً ص ۳۶
12. Haluk Nurbaki, Dr. Verses from the Holy Koran and the Facts of Science. Translated by Metin Beynam (Karachi: Indus Pulishing Corporation, 1992) p. 180
13. ایضاً ص ۱۸۶
14. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات، جنوری ۱۹۹۹ء / رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ) جلد اول ص ۲۰

15. Shahid Athar (ed). Islamic Medicine op. cit. p.68

16. اخبار و کیل ۱۸ جون ۱۹۱۳ء حوالہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ المصالح العقلية للاحكام العقلية (لاہور: کتب خانہ جمیلی، ۸۰۔ ڈی ماڈل ٹاؤن، طبع ثالث مارچ ۱۹۸۰ء) ص ۴۰۶
17. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس۔ جلد اول۔ ص ۳۳، ۳۳۔
18. محمد کمال الدین ہمدانی۔ اسلامی اصول صحت، ص ۳۶
19. ابن القسیم الجوزیہ۔ طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۹۹
20. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس۔ جلد اول، ص ۵۰
21. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۷
22. شمس الدین عظیمی، حواجہ، روحانی نماز (کراچی: مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، س۔ن) ص ۵۴، ۵۵
23. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اول۔ ص ۶۳، ۶۵
24. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید ص ۷
25. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۵، ۶۶
26. غلام جیلانی برق، ڈاکٹر من کی دنیا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت پنجم، ۱۹۷۷ء) ص ۲۴۳
27. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۷
28. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۶، ۶۷
29. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۷، ۸
30. اشرف علی تھانوی، مولانا۔ المصالح العقلية للكلام النفلیہ، ص ۴۰۶
31. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۸
32. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۸
33. ایضاً
34. چغتائی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۹
35. النساء ۴: ۱۳۲
36. الماعون ۱۰۷: ۳-۶
37. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۷

اقامتِ صلوٰۃ۔۔۔۔ نفسیاتی عوارض کا علاج

اقامتِ صلوٰۃ ایمان لانے کے بعد اسلام کا پہلا بیادی رکن ہے۔ اس کے ان گنت روحانی و جسمانی فوائد ہیں۔ چونکہ حدیث پاک میں اسے شفا قرار دیا گیا ہے اس لیے یہ ہر قسم کی جسمانی و نفسیاتی بیماریوں سے تدارک کا انمول علاج ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کو اس وقت نفسیاتی عوارض کا شافی علاج بتایا جب نفسیات (Psychology) کے بارے میں بہت کم معلومات سے تھیں۔ ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں :

”انسان کو غم اور قلق سے نجات دینے میں نماز بہت مؤثر ہے۔ جب انسان زندگی کے مشاغل اور مشکلات سے کنارہ کش ہو کر پورے خشوع اور شانِ بندگی کے ساتھ نماز میں اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے، زندگی کی بھاری ذمہ داریوں اور مشکلات کا پیدا کردہ اعصابی تناؤ اور اضطراب ختم ہو جاتا ہے“ (1)۔

علامہ ابن قیم نماز کو قلب و روح کے لیے نہایت اہم قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق نماز قلبی، روحانی اور نفسیاتی امراض سے محفوظ رکھتی ہے۔ وہ اقامتِ صلوٰۃ کی افادیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

”نماز سے دل اور روح دونوں اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں، اس کا قرب نصیب ہوتا ہے، اس کے ذکر کی نعمت کے حصول سے دل کھل جاتا ہے، اس کی مناجات سے مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کے سامنے کھڑا ہونے کا تو تصور اور اس کی عبودیت میں اپنے

تمام بدن اور اعضاء اور تمام قوتوں کو استعمال کرنے میں ہر عضو کو ہندگی کا پورا پورا لطف حاصل ہوتا ہے، وہ مخلوق کے تعلق، باہم میل جول اور ملنے جلنے سے اپنے ربِ فاطر کی طرف کھینچ جاتے ہیں، اور حالتِ نماز وہ اپنے دشمن سے بے پروا ہو کر آرام پاتا ہے، اور نماز اس کے لیے سب سے بڑا علاج بن جاتی ہے، مفرحاتِ قلب میں سب سے زیادہ نماز ہی کو اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور اسے ایسی غذائیں میسر آتی ہیں جو صحت مند قلوب کے لیے اور بھی زیادہ مفید ہیں..... نماز دنیا و آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا و آخرت کے مقاصد کو دفع کرنے میں سب سے عمدہ معاون مددگار ہے، نماز گناہ کو روکتی ہے اور قلوب کے امراض کو دفع کرتی ہے اور جسم سے بیماری کو دور کر دیتی ہے، دل کو روشن، چہرہ کو تابندہ کرتی ہے، نفس اور اعضا کو نشاط بخشتی ہے، روزی کو کھینچ کر لاتی ہے، ظلم کا دفعیہ کرتی ہے، اور مظلوم کے لیے مددگار ہے، خواہشاتِ نفسیاتی کے اخلاط کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے۔ نعمت کی محافظ اور عذاب کو دور کرنے والی اور رحمت کے نزول کا باعث ہے، اور غم و بے چینی کو دور کرنے والی ہے“ (2)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک نماز قلبی سکون کا ذریعہ ہے۔ اس لیے جب نمازوں کے اوقات شروع ہوتے تو رسول اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے۔

”اے بلال! نماز کے ذریعہ ہمیں راحت پہنچاؤ“ (3)۔

نماز کئی نفسیاتی عوارض (Psychological diseases) کا علاج بھی ہے۔ جیسے احساسِ گناہ (Guilt complex)، خوف (Fear complex) اور احساسِ کمتری (Inferiority complex) اور مایوسی (Depression) وغیرہ۔

نماز اور احساسِ گناہ

ماہرینِ نفسیات احساسِ گناہ کی تعریف یوں کرتے ہیں ”یہ ایک جذباتی کیفیت ہے

جس میں ہمیشہ یہ احساس رہتا ہے کہ اس نے کسی اخلاقی قدر کو پامال کیا ہے۔ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان نے اپنے اندر اپنے لیے یا اپنے یقین کے سلسلہ میں کوئی اخلاقی معیار قائم کر لیا ہو“ (4)۔

نماز اس احساسِ گناہ کا بہترین علاج ہے جس کی وجہ سے انسان میں قلق و اضطراب پیدا ہوتا ہے جو نفسیاتی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ نماز گناہوں کو دھو دیتی ہے اور خطاؤں کے میل کچیل سے نفس کو پاک کر دیتی ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا کی امید پیدا کر دیتی ہے (5)۔

نماز دو طرح سے احساسِ گناہ (Guilt complex) کا علاج ہے :

اولاً : نماز اس سبب کے خلاف ایک مومن کا دفاع کرتا ہے جو احساسِ گناہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (6)۔

بے شک نماز بے حیائی اور گناہ سے روکتی ہے۔

ثانیاً : نماز کے ذریعے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ایک مومن کو احساسِ گناہ سے رہائی ملتی

ہے اس سلسلے میں احادیث کی کتب میں متعدد ایسے ارشاداتِ رسول ﷺ موجود

ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم، رسول محترم سید

عرب و عجم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرنے پھر نماز پڑھے

تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز سے لے کر دوسری نماز تک

ہونگے (7)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے ارشاد فرمایا : تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو، اس میں وہ ہر

روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ کرام نے

عرض کیا: کچھ میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔
اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں (8)۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی بندہ کوئی گناہ کرنے کے بعد اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتے ہیں (9)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مومن وضو کرتا ہے، اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ چہرے کے سارے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ ہاتھوں کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں جب پیروں کو دھوتا ہے تو پیروں کے کیے ہوئے سارے گناہ پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر وضو سے نکلتا ہے (10)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کا جو ان کے پیچ میں ہوں۔ جب تک کہ کبائر کا ارتکاب نہ کیا ہو (11)۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان طہارت کرے پھر پوری طہارت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے اس کے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو ان نمازوں کے پیچ میں کرنے کا (12)۔

ان احادیث یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز گناہوں کو مٹاتی ہے۔ دو نمازوں کے درمیانی وقفہ میں سرزد ہونے والے گناہ صغیرہ اللہ تعالیٰ نماز کے ادا کرنے سے معاف فرمادیتا ہے۔ ایک سچا مومن اگر بٹری تضاضوں کے تحت گناہ کر بیٹھتا ہے تو وہ نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت سے اس کا گناہ

معاف کر دیتا ہے۔ اس طرح نماز ادا کرنے کے بعد ایک گناہگار انسان احساس گناہ کی نفسیاتی الجھن سے بچ جاتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزی سے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے تاب ہو جاتا ہے اور احساسِ ندامت کے آنسو نکل آتے ہیں بارگاہِ ایزدی سے معافی کا پروانہ جاری ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے والا ایک ایسے انسان کی مانند ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

خوف اور نماز

خوف یعنی (Fear complex) بھی ایک نفسیاتی عارضہ ہے اور کسی ناگہانی صورتِ حال کے پیش آنے کے خطرے کے تحت انسانی ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ (Fear complex) کی بچاؤ مستقل میں پیش آنے والی متوقع مشکلات، تکالیف اور عذاب کا ڈر ہوتا ہے پھر آخرت کے جزا و سزا پر ایمان رکھنے والوں کو اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے نماز اس سے بھی نجات دلاتی ہے ایک نمازی انسان اس دُنیا میں گناہوں سے بچتا ہے، پھر نماز قائم کرنے کے باعث اُس کے گناہِ صغیرہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ ایک سچا مومن جو پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے وہ کبار سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کو وقت پر ادا کرنے والوں کو جنت کا مژدہ سنایا ہے اس لیے نماز اپنی اگلی زندگی کے بارے (Fear complex) سے کھل طور پر محفوظ رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن ابوداؤد میں نقل کیا گیا ہے۔

”اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میں نے آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اپنے تئیں عہد کیا ہے کہ جو میرے پاس اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس نے ان نمازوں کو ان کے اوقات پر پابندی سے ادا کیا ہوگا اسے میں جنت میں داخل کروں گا اور جس نے ان

نمازوں کی پابندی نہ کی تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں (13)۔

نماز اور احساس کمتری

نماز تمام مسلمانوں کو یہ درس دیتی ہے کہ وہ بحیثیت انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں۔ نماز امیر اور غریب، حاکم اور محکوم، آقا اور غلام، گور اور کالا، عربی اور عجمی سب کو ایک صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔ باجماعت نماز پر اسی لیے زور دیا گیا ہے کہ یہ امت مسلمہ کی اجتماعیت اور مساوات کا اظہار ہے۔ جب ایک انتہائی مفلس شخص ایک متمول کے برابر کھڑا ہوگا، اعلیٰ نسب والا کمتر نسب والے کے ساتھ یا ایک انتہائی خوبصورت ایک قبیح کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر اللہ کے حضور حاضر ہو گا یا ایک حاکم اپنے محکموں جیسی صف پر ان کے بالکل برابر کھڑا ہو کر باجماعت نماز ادا کرے گا تو کمتر لوگوں میں احساس کمتری (Inferiority complex) ختم ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ اونچے درجے یا اعلیٰ حیثیت کے لوگوں میں احساس برتری (Superiority complex) بھی نہیں ابھرے گا۔ علامہ عنایت اللہ المرعفی باجماعت نماز کے ذریعے انسانی مساوات کے مظاہرے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”مساجد میں جماعت کے بے تکلف قیام نے مسکینان فقر و افلاس کو صدر نشینان

جاہ و حشم کے ایک قطار میں کھڑا کر کے، ایک کر دیا تھا“ (14)۔

مایوسی، بے چینی اور نماز

نماز کا سب سے پہلا اثر ایک انسان کے ذہنی سکون کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ڈپریشن (Depression) اور بے چینی (Anxiety) جیسے امراض نماز سے ختم ہو جاتے ہیں اور اگر خشوع و خضوع زیادہ ہو تو ان امراض کا بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے ورنہ عام نمازی کے لیے بھی

ان امراض میں کمی واقع ضروری ہوتی ہے (15)۔ دراصل نماز ایک مراقبہ ہے جو خواجہ شمس الدین عظیمی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے ذہنی مرکزیت کے حصول کا یقینی ذریعہ ہے۔ صلوٰۃ میں ذہنی یکسوئی (Concentration) حاصل ہو جاتی ہے (14)۔ آج کل مغربی دنیا میں مراقبہ (Meditation) کے لیے کلب بنے ہوئے ہیں، مرد اور خواتین ان میں جا کر مایوسی ادارے چینی کا علاج کرواتے ہیں۔ ان Meditation Centres میں اُس شخص کو بٹھا کر کبھی کہا جاتا ہے کہ اپنی ناک کے سرے پر توجہ مرکوز کرو اور کبھی کہتے ہیں کہ اپنی ناف پر توجہ مرکوز کرو، ہر چیز بھول جاؤ 'Feel relax' وغیرہ وغیرہ۔ وہ لوگ گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھے رہتے ہیں پیسے بھی دیتے ہیں، ٹائم بھی صرف کرتے ہیں اور ان کے احسان مند بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں کو ایسے جتن کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں (17)۔ جب بہت تھک جائیں یا کوئی پریشانی اور غم ہو اور نماز کا جو نہی وقت آئے۔ اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں۔ ڈپریشن اور اضطراب کے علاج کے لیے نہ کسی دوا کی ضرورت پیش آئے گی اور نہ کسی ماہر نفسیات کے پاس جانا پڑنے گا۔

خواجہ شمس الدین عظیمی کے مطابق صلوٰۃ کسی شخص کے اندر اللہ کے سامنے موجود ہونے کا تصور بیدار کرتی ہے اور بار بار یہ عمل دہرانے سے اللہ کی طرف متوجہ رہنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ صلوٰۃ میں زندگی کی تمام برکات سمودی گئی ہیں۔ تاکہ آدمی زندگی کا کوئی عمل کر رہا ہو، خدا تعالیٰ کا تصور اس سے جدا نہ ہو۔ صلوٰۃ کے متعلق ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

”جب تم نماز میں مشغول ہو تو یہ محسوس کرو کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں یا یہ محسوس کرو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔“

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل ذہنی رجوع ہے۔ خواجہ عظیمی کے نزدیک نماز وہ مراقبہ ہے جس میں جسمانی اعمال و حرکات کے ساتھ اللہ کی موجودگی کا تصور کیا جاتا ہے۔ نماز میں ارتکاز توجہ، قرب الہی، عرفان روح

اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے (18)۔

نماز میں جب تک خشوع و خضوع نہ ہو اس وقت تک اس کے وہ نتائج نمازی کی زندگی پر بالکل مرتب نہیں ہوتے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین نمازیں انتہائی یکسوئی (Concentration) سے ادا کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کو ایک جنگ میں ایک تیر آگ اور ران میں آر پار ہو گیا جب تیر نکالنے کی کوشش کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ کو بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ کسی صحابی نے مشورہ دیا کہ تیر اس وقت نکالا جائے جب آپ نماز میں ہوں۔ چنانچہ آپ نے نماز کی نیت باندھی اور اس حد تک یکسو ہو گئے کہ گرد و پیش کی کوئی خبر نہ رہی۔ تیر کو نہایت آسانی کے ساتھ نکال کر مرہم پٹی کر دی گئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہوا (19)۔ نماز میں خشوع و خضوع کے متعلق سید عبدالرحمن بخاری رقمطراز ہیں :

”نماز میں اپنے قلب و روح، فکر و خیال اور جذبہ و احساس کی تمام توانائیاں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیں۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں اور نماز اس طرح پڑھیں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور اس کا دیدار کر رہے ہیں۔ نماز ذوق و شوق اور اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔ غفلت اور کاہلی کے ساتھ جلدی مارے باندھے کی نماز نہ پڑھیں۔ نماز میں شروع سے آخر تک حضورِ قلب اور اخلاص کی کیفیت برقرار رکھیں“ (20)۔

حواشی

1. محمد عثمان نجاتی، ڈاکٹر۔ حدیث نبوی ﷺ علم النفس مترجم فہیم احمد ندوی (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، س، ن) ص ۳۴۳
2. ابن القیم الجوزیہ۔ طب بنوی ﷺ، مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۳۹۷، ۳۹۸
3. مسند احمد بروایت سالم بن ابی الجعد عوالہ حدیث نبوی ﷺ لور علم النفس ص ۳۴۳
4. سعدہ غزنوی، سیدہ۔ نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، مئی ۲۰۰۰ء) ص ۳۶
5. محمد عثمان نجاتی کتاب مذکور، ص ۳۴۳
6. العنکبوت ۲۹: ۳۵
7. صحیح مسلم، کتاب الطہارت باب فضل الوضوء والصلوة عقبہ
8. صحیح بخاری عوالہ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس، ص ۳۴۴، ۳۴۵
9. سنن ابوداؤد، جلد ۲، حدیث ۱۵۲۱
10. حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس ص ۳۴۴، ۳۴۵
11. صحیح مسلم کتاب الطہارت
12. صحیح مسلم کتاب الطہارت باب فضل الرضوء
13. محمد عثمان نجاتی۔ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس ص ۳۴۴، ۳۴۵
14. محمد عنایت اللہ المرقی۔ تذکرہ (لاہور: اللہ کرہ پبلی کیشنز، مارچ ۱۹۸۰ء) جلد دوم ۲: ۶
15. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (اداءہ اسلامیات، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۰۶
16. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ مراقبہ (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، جنوری ۱۹۹۵ء) ص ۲۶۶

(157)

17. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اول، ص ۷۸
 18. شمس الدین عظیمی، مراقبہ، ص ۱۰۲، ۱۰۳
 19. شمس الدین عظیمی، روحانی نماز (کراچی: مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، س، ن) ص ۳۳
 20. عبدالرحمن حاری، سید۔ اسلامی آداب (لاہور: شعبہ تحقیق، قائد اعظم لائبریری، ۱۹۹۲ء)
- ص ۶۲

<http://t.me/Tehqiqat>

باب دوازدهم

روزہ اور انسانی صحت

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر شعبہٴ زیست میں راہِ اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ آج مغرب میں بھی خور و نوش میں زیادتی کو ناپسند کیا جاتا ہے اور اسے صحتِ انسانی کے لیے مضر گردانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوبِ مکرم، نبی معظم، رسول اکرم ﷺ پر یہ وحی نازل فرمائی تھی۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (1)۔

(اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو، لیکن اسراف نہ کرو، اور تکبر نہ کرو“ (2)۔

ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں کہ کھانے میں اسراف صحت کے لیے مضر ہے اور بسیار خوری کی وجہ سے جسم موٹا ہو جاتا ہے، جس سے بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کو کھانے کی صرف تھوڑی مقدار کی ضرورت ہے، جو انسانی جسم میں اتنی توانائی پیدا کر سکے جتنی توانائی انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے اور جس سے اس کی صحت اچھی رہ سکے، اور وہ اپنی روزمرہ کی ذمہ داریاں پوری کر سکے، انسانی جسم کو جتنے کھانے کی ضرورت ہے، اس

سے زائد جسم میں داخل ہونے والا کھانا چرلی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے، اور انسان بہت جلد در ماندگی اور تکان کا احساس کرنے لگتا ہے، نیز انسانی جسم بہت سے امراض کا شکار ہو جاتا ہے، اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھانے میں اسراف سے قرآن و سنت نے جو ممانعت کی ہے، اس کے پیچھے کیا حکمت کار فرما ہے (3)۔ بسیار خوری سے انسان کو لاحق ہونے والی مضرت تمام طریقہ ہائے علاج میں مسلم ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے ہیں تاکہ گیارہ ماہ کے دوران خورد و نوش کی بے احتیاطی کے مضر اثرات کا ازالہ ہو سکے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ روزے رکھنے کا حکم ان الفاظ میں دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (4)۔

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پر ہیزگار بن جاؤ) قرآن کریم نے بیمار اور مسافر کے لیے روزے مؤخر کرنے اور جو روزے نہ رکھ سکیں، ان کے لیے فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی۔

وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (5)۔

(اور تمہارے لیے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو) دراصل یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حیاتیاتی علم کو سمجھو تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو۔ کیونکہ روزہ اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے، روزے کی طبی افادیت کی طرف نہایت مختصر مگر بلیغ اشارہ حضور نبی اکرم ﷺ نے الفاظ میں فرمایا۔

صوموا تصحوا (6)۔

(روزے رکھو، تندرست ہو جاؤ گے)

حکیم محمد سعید لکھتے ہیں ”روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض و آلام کا علاج بھی ہے اور حفظ ما تقدم کی ایک تدبیر بھی۔ روزہ رکھنے والا صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ ان کے لاحق ہونے کے ممکنہ خطرات سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا طبی سبب یہ ہے کہ روزے سے قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے“ (7)۔

ڈاکٹر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی پی ایچ ڈی (علیگ) صدر شعبہ طب و جراحات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ روزہ کے جسمانی فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”نماز کی طرح روزہ بھی ایک مفید صحت فریضہ ہے جس سے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے..... اور جسم سے اکثر علل و امراض دفع ہو جاتے ہیں“ (8)۔

حافظ ابن قیم کے مطابق روزے کا شمار روحانی اور طبعی دواؤں میں کیا جاتا ہے اگر روزہ دار ان چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کا طبعی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان سابق پروفیسر آف میڈیسن کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور بھی روزے کو ان گنت طبی فوائد کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں (9)۔ ٹرک سبکار ڈاکٹر ہلوک نوربانی کے مطابق جیسے جیسے طبی علم نے ترقی کی، اس حقیقت کا بدرجہ علم حاصل ہوا کہ روزہ تو ایک طبی مجزہ ہے (10)۔ کریم اللہ، آمنہ اور اے۔ آر۔ غنی اپنے ایک تحقیقی پیپر بعنوان، **Ramadan Fasting: Medical and Physical Aspects** میں دعویٰ

کرتے ہیں کہ روزہ متعدد بیماریوں کا علاج ہے (11)۔

روزہ ہمیں صحت مندر رکھنے، ہمارے امراض کو دفع کرنے اور مختلف بیماریوں کے خلاف ہماری قوتِ مدافعت بڑھانے میں انتہائی مدد و معاون ہے۔ آئندہ سطور میں روزے کی طبی افادیت کا تفصیلاً جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

روزہ اور نظامِ انہضام

نظامِ انہضام (Digestive System) مختلف اعضا پر مشتمل ہے جن میں ایلیمنٹری کینال (Alimentary Canal) اور ہاضمے کے غدود (Digestive glands) شامل ہیں۔ ایلیمنٹری کینال منہ سے شروع ہو کر مقعد پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ اس میں جوفِ دہن، ایسوفیجس، معدہ اور انتڑیاں شامل ہیں۔ جگر اور لبلبہ ہاضمے کے غدود ہیں جن کی رطوبتیں خوراک میں شامل ہو کر اس کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو پورا نظامِ انہضام اس کو ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔

انسان کو آرام کی بہت ضرورت ہے اور نیند اس کا بڑا ذریعہ ہے لیکن سونے کی حالت میں بھی بہت سے جسمانی افعال رواں دواں رہتے ہیں مثلاً دل، پھیپھڑے، نظامِ ہضم میں معدہ، انتڑیاں، جگر، بہت سے ہارمون اور رطوبات، گردہ وغیرہ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب نظامِ ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور خوراک ان کی محرک ہے۔ اگر ہم اپنے روزہ مرہ معمولات کا بغور مطالعہ کریں تو ظاہر ہو گا کہ جسم کے ان شعبوں کو بہت کم آرام ملتا ہے۔ رات کے کھانے کو ہضم کرتے کرتے صبح کے ناشتے کا وقت ہو جاتا ہے اور جو لوگ دیر میں سوتے ہیں وہ رات کے کھانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے رہتے ہیں (12)۔ روزے سے معدہ، آنتوں، جگر اور گردوں کو آرام کا موقع ملتا ہے اور سال کے دوران ایک ماہ کا آرام ان کی کارکردگی میں خاطر خواہ بہتری کا موجب بنتا ہے (13)۔

ڈاکٹر ہلوک نوربائی (14)۔ نے نظامِ انہضام پر روزے کے اثرات کا تفصیلاً مطالعہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہاں قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

روزے کا حیران کن اثر خاص طور پر جگر (Liver) پر ہوتا ہے۔ کیونکہ جگر کے کھانا ہضم کرنے کے علاوہ پندرہ مزید افعال بھی ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح تکان کا شکار ہو جاتا ہے جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کے لیے پہرے پر کھڑا ہو۔ روزہ کے ذریعے جگر کو چار سے چھ

گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے۔ یہ روزہ کے بغیر قطعی ناممکن ہے۔ جگر پر روزہ کی برکات کا مفید اثر پڑتا ہے۔ جیسے جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا ہے جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تھمیل شدہ خوراک کے مابین ہوتا ہے۔ اسے یا تو ہر لقمے کو سٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کے ہضم ہو کر تحلیل ہو جانے کے عمل کی نگرانی کرنا ہوتی ہے۔ روزے کے ذریعے جگر توانائی بخش کھانے کے سٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہو جاتا ہے، اور اپنی توانائی Globulins پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے، جو جسم کے مدافعتی نظام (Immune System) کی تقویت کا باعث ہے۔

انسانی معدے پر روزے کے انتہائی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزے سے معدہ سے خارج ہونے والے (Gastric Juice) کی پیداوار اور اخراج میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ روزہ کے دوران تیزابیت نہیں ہوتی کیونکہ گیسٹرک جو س خارج نہیں ہوتا جس میں موجود ہائیڈروکلورک ایسڈ تیزابیت کا باعث بنتا ہے۔ روزہ آنتوں کو بھی آرام فراہم کرتا ہے۔ حکیم ہمدانی روزے کے اشتہا پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”دن بھر کھانے پینے کی صورت میں اشتہائے صادق شاذ و نادر محسوس ہوتی ہے اور بغیر اشتہائے صادق محسوس ہوئے وقت مقررہ پر غذا استعمال کر لی جاتی ہے، جس سے سوء ہضم، نفخ، ڈکار، قبض، اسہال، قے وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں لیکن محال روزہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اشتہائے صادق بلکہ اشتہائے شدید محسوس ہوتی ہے اور جب وقت افطار غذا استعمال کی جاتی ہے تو اس کا انضمام و انجذاب جسم میں تیزی سے ہوتا ہے اور ہضم بھی قوی ہو جاتا ہے“ (15)۔

ایلن کاٹ (Allan Cott) نے ۱۹۷۱ء میں اپنی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا۔

Fasting brings a wholesome physiological rest for the digestive tract and central nervous system and normalises metabolism (15) (الف)

روزہ اور نظام دوران خون :-

روزے کے دوران نظام دوران خون (Circulatory System) پر مرتب ہونے والے فائدہ مند اثرات کے بارے میں ترکی کے معروف سکارڈاکٹر ہلوک نور باقی رقمطراز ہیں۔

”دن میں روزہ کے دوران خون کی مقدار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اثر دل کو انتہائی

فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے۔ زیادہ اہم یہ بات ہے کہ خلیات کے درمیان (Intercellular)

(lar) مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے نشوز یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا عام

فہم میں ڈائسٹالک (Diastolic) دباؤ دل کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ روزے کے

دوران ڈائسٹالک پریشر ہمیشہ کم سطح پر ہوتا ہے یعنی اس وقت دل آرام یاریسٹ کی صورت میں

ہوتا ہے۔ مزید برآں آج کل ماڈرن زندگی کے مخصوص حالات کی بدولت شدید تناؤ یا

Hypertension کا شکار ہے۔ رمضان کے ایک ماہ کے روزے بطور خاص ڈائسٹالک پریشر

کو کم کر کے انسان کو بے پناہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ روزے کا سب سے اہم اثر دوران خون پر اس

پہلو سے ہے کہ اس سے خون کی شریانوں پر اس کے اثر کا جائزہ لیا جائے۔ اس حقیقت کا علم عام

ہے کہ خون کی شریانوں کی کمزوری اور فرسودگی کی اہم ترین وجوہات میں سے ایک وجہ خون میں

باقی ماندہ مادے (Remonantes) کا پوری طرح تحلیل نہ ہو سکتا ہے جبکہ دوسری طرف

روزے میں بطور خاص افطار کے وقت کے نزدیک خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرے

تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں چلتا۔ اس طرح خون کی شریانوں کی

دیواروں پر چرملی یا دیگر اجزاء جم نہیں پاتے اور شریانیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ

موجودہ دور کی انتہائی خطرناک بیماریوں جس میں شریانوں کی دیواروں کی سختی

(Arteriosclerosis) نمایاں ترین ہے، سے بچنے کی بہترین تدبیر روزہ ہی ہے“ (14)۔

حکیم محمد سعید شہید نے روزہ کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”آج جدید سائنس

نے ثابت کر دیا ہے کہ روزہ کو لیسٹرول کو ضائع کرتا ہے یہ وہی خون کا کو لیسٹرول ہے کہ جو

دل کی بیماریوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ آج کی دنیا میں اس سائنسی انکشاف کے لحاظ سے روزہ ایک برکت ہے۔ جو بات آج سائنس دانوں کو معلوم ہوئی ہے اس کا ادراک ذاتِ ختم الرسل (ﷺ) کو تھا اور ضرور تھا۔ اسی لیے آل حضور (ﷺ) نے روزے کو جسم و روح کے لیے باعث خیر و برکت قرار دیا“ (17)۔

محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) کے مطابق جسم میں وقتی طور پر پانی کی کمی بلڈ پریشر کو کم کر کے دل کو آرام کا موقع دیتی ہے اور اس کی طاقت محال کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ بھوک سے جسم میں چربی کم ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ خون میں اور تالیوں میں بھی چربی کی مقدار کم ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے (18)۔

عبداللہ اے۔ العثمان نے اپنے ایک پیپر میں لکھا ہے۔

Fasting in Ramadan significantly reduces the cholesterol level. (19)

(رمضان کے روزے کو لیسترول کی سطح میں واضح کمی کا باعث ہیں)

اس محقق نے جو معلومات (data) جمع کی ہیں ان سے روزے کے دوران، جسم کے وزن پلازما کو لیسترول اور ٹرائی گلیسرائیڈ کے کنٹرول کرنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ حکیم کمال الدین ہمدانی بھی روزے کو بلڈ پریشر کے لیے مفید قرار دیتے ہیں (20)۔ ڈاکٹر شاہد اطہر ایم ڈی ایسوسی ایٹ پروفیسر انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن لکھتے ہیں کہ وہ رمضان کے آغاز اور اختتام پر اپنا بلڈ گلوکوز، کو لیسترول اور ٹرائی گلیسرائیڈ خود چیک کرتے ہیں تاکہ وہ روزے رکھنے کے بعد فرق معلوم کر سکیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ رمضان کے آخر میں واضح بہتری سامنے آئی ہے (21)۔

روزہ اور جسم کے خلیات

ڈاکٹر ہلوک نورباتی کے مطابق روزے کا سب سے اہم اثر خلیوں کے درمیان اور خلیوں کے اندورنی مادوں کے درمیان توازن کو قائم پذیر رکھنا ہے۔ چونکہ روزے کے دوران مختلف

سیال مقدار میں کم ہو جاتے ہیں۔ خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح لعاب دار جھلی کی بالائی سطح سے متعلق خلیے جنہیں ایپی تھیلیل (Epithelial) سیل کہتے ہیں اور جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو بھی صرف روزے کے ذریعے بڑی حد تک آرام اور سکون ملتا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ خلیاتیات کے علم کے نکتہ نظر سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ لعاب بنانے والے (Pitutary) غدود، گردن کے غدود تیموسیہ (Thyroid) اور لبلبہ (Pancreas) کے غدود شاید بے چینی سے ماہ رمضان کا انتظار کرتے ہیں تاکہ روزے کی برکت سے کچھ سستانے کا موقع حاصل کر سکیں اور مزید کام کرنے کے لیے اپنی توانائیوں کو جلا دے سکیں (22)۔

روزہ اور خون بننے کا عمل

خون ہڈیوں کے گودے میں بنتا ہے۔ جب کبھی جسم کو خون کی ضرورت پڑتی ہے ایک خود کار نظام ہڈی کے گودے کو حرکت پذیر (Stimulate) کر دیتا ہے۔ کمزور اور لاغند لوگوں میں یہ گودہ بطور خاص ست حالت میں ہوتا ہے..... روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں، ہڈیوں کا گودہ حرکت پذیر ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں لاغر لوگ روزہ رکھ کر آسانی سے اپنے اندر خون پیدا کر سکتے ہیں..... چونکہ روزے کے دوران جگر کو ضروری آرام مل جاتا ہے، یہ ہڈی کے گودے کے لیے ضرورت کے مطابق اتنا مواد مہیا کر دیتا ہے جس سے آسانی اور زیادہ مقدار میں خون پیدا ہو سکے (23)۔

فارماسٹ محمد فاروق کمال نے بھی لکھا ہے۔ ”سائنسی تحقیق کے مطابق روزے کے دوران بھوک کی وجہ سے اور خون میں غذائیت کی کمی کے باعث ہڈیوں کے گودے خون بنانے کا عمل تیز کر دیتے ہیں یوں خون بنانے کے سسٹم کی اوور ہالنگ ہو جاتی ہے“ (24)۔

روزہ اور نظام اخراج

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان لکھتے ہیں ”سحری و افطاری کے وقت پانی کی مقدار عام حالات سے زیادہ پی جاتی ہے جس سے صبح و شام گردوں کی دھلائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ریت کے ذرات گردوں میں اکٹھے ہو جائیں تو وہ بھی پیشاب کی زیادتی کی وجہ سے نکل جاتے ہیں (25) ہمدرد فاؤنڈیشن کے مونس حکیم محمد سعید کے یہ الفاظ بھی لائق مطالعہ ہیں۔

”طبی نقطہ نظر سے روزہ اس لیے ضروری ہے کہ ترک غذا سے انسان کے جسم میں جمع شدہ اجزائے زائد اور موادِ غیر ضروری خارج ہو جاتے ہیں اور خون اور اعضائے جسم کی ایسی صفائی ہو جاتی ہے کہ وہ نئی توانائیوں کے ساتھ قبولِ غذا اور افعالِ معمولہ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ روزے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اعضائے شریفہ یعنی معدہ آنتیں، گردوں وغیرہ کو اور اعضائے ریسہ یعنی دل و دماغ اور جگر کو آرام مل جاتا ہے اور اس آرام سے ان کی کارکردگی میں بہتری اور اضافہ ہو جاتا ہے (26)۔

روزہ اور نظام تولید

نظام تولید (Reproductive System) نسلِ انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے۔ مرد و خواتین میں دیگر نظاموں کے برعکس اس نظام کے اعضاء مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخالف جنس میں کشش پیدا کر کے نسل کشی کے عمل کو ان کے لیے آسان بنا دیا لیکن مرد اور عورت کی باہمی کشش کو نکاح کے ضابطے سے مشروط کر دیا۔ جنسی محرک ان فطری محرکات میں سے ہے جو اپنی تکمیل کے لیے انسان پر بہت دباؤ ڈالتے ہیں۔

روزہ جنسی محرک کے دباؤ اور اس سے پیدا ہونے والی نفسیاتی کشش کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزے کی وجہ سے جنسی محرک کمزور پڑ جاتا ہے۔ ایک طرف تو غذا کی قلت کی وجہ سے اور دوسری طرف روزے کے دوران اللہ کی عبادت، ذکر و تسبیح میں مشغول

ہونے کی وجہ سے، اس کا ذہن جنسی موضوع پر غور و فکر کرنے سے ہٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کی شادی کرنے کی ترغیب دی ہے اور جن نوجوانوں میں شادی کی استطاعت نہ ہو، انہیں روزہ کی ترغیب دی۔ ہے (26)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو لوگ اخراجات نکاح کی طاقت رکھتے ہوں وہ نکاح کر لیں، کیونکہ نکاح سے نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت ہوتی ہے اور جو جن میں اخراجات نکاح کا تحمل نہ ہو وہ روزہ رکھیں، کیونکہ روزہ ان کی شہوت پر کنٹرول کرے گا“ (27)۔

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے جنسی نظام پر کسی قسم کے مضر اثرات مرتب نہیں ہوتے اس سے جنسی محرک کو کنٹرول کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے لیکن نظام تولید میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یونیورسٹی آف میڈیکل سائنٹسز تہران میں ڈاکٹر ایف عزیز اور ان کے رفقاء نے روزے کے اثرات کے سائنسی مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے تولیدی ہارمون پر کسی قسم کے منفی اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔

Intermittent abstinence from food and drink for 17 hours a day does not alter male reproductive hormones, hypothalamic - Pituitary - thyroid axis or peripheral metabolism of thyroid hormones(29)-

روزہ اور نظام اعصاب

جسم انسانی ایک نہایت پیچیدہ اور متحرک دنیا ہے جس میں کروڑوں ذی حس خلیات اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ہزاروں کمپیوٹر مستعدی سے برسر کار ہیں، بہت سی فیکٹریاں چل رہی ہیں۔ لاتعداد اجزائے خوراک کا، زطوبات، لعابات و ہارمون جسمانی صحت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ کئی قسم کی مقامی اور دور رس شریانیں نہروں کی طرح روائتھواں ہیں۔ حواسِ خمسہ کے لیے برقی تار جسم کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

در حقیقت انسانی جسم خداوند تعالیٰ کا ایک بڑا کرشمہ ہے اور اس کی ذات کا بین لاریب ثبوت۔ ان سب پیچیدہ کار گزار یوں کا کنٹرول ہمارے دماغ کے خلیات میں ہے جن کا اپنا ضبط و نسق ذہن انسانی (Mind) کی ذمہ داری ہے۔ ثابت ہوا ہے کہ ذہن انسانی ہی اصل کلیدِ صحت ہے۔ ذہن بہت سے جذبات سے متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً خوشی، غمی، غصہ، نفرت، بے چینی، سکون، مایوسی، تفکرات وغیرہ۔ جن لوگوں کی قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے اور ان کو صبر کی عادت ہوتی ہے، وہ ان جذبات کا اثر بہت حد تک ذہن تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ جسم کے خلیات کے اوپر بیان کیے ہوئے افعال پر اثر انداز نہیں ہونے دیتے۔ مقلون مزاج اور حد سے زیادہ حساس افراد میں ان جذبات کا اثر بہت سے خلیات کے افعال پر منتقل ہوتا رہتا ہے اور بیشتر امراض کا موجب بنتا ہے مثلاً معدے، چھوٹی بڑی آنت کے زخم، دمہ، جوڑوں کی سوزش، فالج و دل کے دورے وغیرہ۔

روز بروز اس فہرت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر بیماری کے چھاؤ میں اور ہر بیماری کے علاج میں جسمانی قوت مدافعت مرتب نہیں ہوتے۔ روزہ..... سے دماغ میں دوران خون کا بے مثل توازن قائم ہو جاتا ہے جو صحت مند اعصابی نظام کی نشاندہی کرتا ہے۔ اندرونی غدودوں کو جو آرام اور سکون ملتا ہے، وہ پوری طرح سے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے۔۔۔۔۔ انسانی تحت الشعور جو رمضان کے دوران عبادت کی مربانیوں کی بدولت صاف، شفاف اور تسکین پذیر ہو جاتا ہے، اعصابی نظام سے ہر قسم کے تناؤ اور الجھن کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے (31)۔

روزہ اور انسانی نفسیات

لندن یونیورسٹی سے فارمیسی کی تعلیم حاصل کرنے والے محمد فاروق کمال ریقطراز ہیں ”نفسیاتی طور پر انسان پر روزے کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ سے مستقل و

مسلسل لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ سارا وقت اللہ کا تصور انسان کے ذہن میں رہتا ہے جو اسے تنہائی میں بھی کھانے پینے اور برائی سے مانع ہوتا ہے۔ یہ ہمہ وقت تصور الہی انسان میں اعتماد اور امید پیدا کرتا ہے اور انسان خود کو اکیلا نہیں بلکہ ہمیشہ اللہ رحیم والرحمن کی معیت میں محسوس کرتا ہے اور اپنی مشکلات کے لیے پریشان نہیں رہتا بلکہ اللہ پر بھروسہ اسے ذہنی سکون مہیا کرتا ہے (32)۔

ایک حدیث مبارکہ میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے (33)۔ ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی کے مطابق ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ خواہشاتِ نفس سے بچاتا ہے۔ روزے دار اپنی خواہشات پر کنٹرول کرتا ہے، نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جماع کرتا ہے اور اپنے طرز زندگی پر بھی کنٹرول کرتا ہے، نہ فحش گوئی کرتا ہے، نہ شور و غل مچاتا ہے اور نہ ہی سب و شتم کرتا ہے، نہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو غضبناک کرے۔ روزوں میں خواہشات اور غلبہ پانے کے سلسلے میں عزم و ارادے کو قوت پہنچتی ہے (34)۔

معروف مصری سکالر سید محمد قطب روزہ کو شعوری انضباط کی بہترین مثال قرار دیتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ عمل انضباط ایک نفسیاتی وزرش ہے۔ جو متعدد پہلوؤں میں جسمانی وزرش سے مشابہت رکھتی ہے۔ دونوں ہی قسم کی وزرشیں ابتداءً دشوار محسوس ہوتی ہیں مگر عادت ہو جانے پر ان کی مشقت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر شروع سے عادت ڈالی جائے تو نہ صرف یہ کہ سہل ہو جاتی ہے بلکہ اس پر پوری پوری قدرت بھی حاصل ہو جاتی ہے اس لیے اسلام چاہتا ہے کہ بچے کو ابتدائی سالوں ہی سے تربیت دی جائے اور اسے خواہشوں کے ضبط کرنے کی عادت ڈالی جائے (35)۔

بعض لوگ انتہائی آرام طلب ہوتے ہیں۔ وہ جسم کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے اور بھوک، پیاس اور جنسی خواہشات کی تکمیل لازم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انضباط سے جو تکلیف پہنچتی ہے، انسانی طاقت سے ہرگز ماورا نہیں ہوتی بلکہ انسان اس کو پسند کرتا ہے۔ معروف ماہر نفسیات فرائیڈ کہتا ہے ”انسانی نفس میں الم و مصیبت برداشت کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کا جذبہ موجود ہے“ (36)۔ اس لیے انسان روزے کے دوران بھوک، پیاس یا

ضعفِ بدن سے ایک خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ روزہ احساسِ گناہ (Guilt Complex) اور اس سے پیدا ہونے والے قلق و اضطراب کا بھی مفید علاج ہے۔ چونکہ قرآن پاک میں روزے کا بیاد ہی مقصد ہی تقویٰ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ انسان خوف اور محزون سے پیدا ہونے والے نفسیاتی عوارض سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ روزے رکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے بارے میں خوف کے بجائے امید پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ایک مسلمان کو قلبی سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے مطابق روزہ گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”جس شخص نے رمضان کے روزے حالت ایمان میں خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں“ (39)۔

خان محمد ساجد نے ماہ رمضان کے دوران ہارمون لیول پر روزے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

It was observed that fasting in Ramadan does not effect serum levels of polactin and cortirol significantly.(40)

روزہ اور تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری

عصر حاضر میں کچھ لوگ بالکل تندرست ہونے کے باوجود روزے نہیں رکھتے حالانکہ تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری پر روزے کے کسی قسم کے منفی اثرات کسی طبی مطالعہ میں سامنے نہیں آئے۔ البتہ مثبت اثرات کا پتا چلایا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد اسلم لکھتے ہیں کہ تندرست افراد میں روزہ کے دوران جسم کی اندرونی توازن رکھنے والی کارگزاری پر کوئی قابل ذکر اثر نہیں پڑتا اور وہ صورتِ حال سے کما حقہ، عمدہ برآہو جاتے ہیں۔ پیشاب کی مقدار، خون اور پیشاب کے نمکیات، تیزاب و القل کا میزان اور ٹائیٹروجن کا اخراج معمول

کی حدود میں رہتا ہے۔ روزہ کے دوران ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے خون میں یوریا اور یورک تیزاب کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلیاں گوشت خوروں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں، اگر رمضان المبارک میں افطار کے وقت زیادہ کاربیدہ (شکر، روٹیاں، چاول) کھائی جائیں گی تو اس کا اثر مختلف ہوگا، یعنی خون میں شکر کم ہو سکتی ہے، لیکن اگر غذا معمول کے مطابق رکھی جائے اور سحری اچھی طرح کی جائے تو خون میں تفریط شکر کا کوئی امکان نہیں (41)۔

گذشتہ زمانے میں لوگ بہت زیادہ جسمانی مشقت کرتے تھے لیکن موجودہ دور میں انسان سائنسی ترقی کے باعث بہت کم محنت کرتا ہے، جس کے باعث موٹاپے نے ممتول افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ چکنائی اور نشاستہ دار غذاؤں کا بے ہنگم استعمال عام ہو گیا ہے جو بغیر جسمانی مشقت کے غیر استعمال شدہ حالت میں جسم میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور وزن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جو افراد مختلف جدید طریقوں سے وزن کم کر لیتے ہیں، جو نئی نارمل زندگی گزارنے لگتے ہیں تو وزن پھر بڑھ جاتا ہے۔ دراصل انسانی دماغ کے ہائیپوتھیلیمس (Hypothalamas) میں ایک سنٹر ہوتا ہے جسے لیپوسٹیٹ (Lipostat) کہتے ہیں یہ انسان کی جسامت کو کنٹرول کرتا ہے جب بھی خوراک کی انتہائی کمی سے اپنا وزن تیزی سے کم کیا جاتا ہے تو یہ سنٹر اس تبدیلی کو قبول نہیں کرتا اور جسم کے وزن کو دوبارہ معمولی خوراک لینے سے پہلے والی سطح پر واپس لے آتا ہے (46)۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ موٹاپا دور کرنے کے لیے وزن آہستہ آہستہ کم کیا جائے تاکہ Lipostat اسے قبول کر لے اور ایسا ماہ رمضان کے دوران ایک ماہ کے روزے رکھنے سے آسانی کیا جاسکتا ہے۔

روزہ اور بیماری

قرآن پاک میں بیمار اور مسافر کو روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جو روزہ رکھنے

کی بالکل طاقت نہ رکھتا ہو، خواہ بڑھاپے کے باعث یا مستقل بیماری کی وجہ سے، اسے فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِينَ
يُطِيقُونَ فَدِيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ (43)۔

(پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں، وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں)۔

قرآن مجید نے قیامت تک آنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے یا پھر ایسے راہنما اصول وضع کر دیے جن کے ذریعے تمام ادوار کے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔ روزے سے متعلق بھی احکام خداوندی میں بتایا گیا کہ روزہ رکھو یہ تمہاری بہت سی جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کا علاج ہے یا ان امراض کے خلاف جسمانی قوت مدافعت بڑھاتا ہے۔ پھر یہ حکم دیا کہ جنہیں عارضی مسئلہ درپیش ہے جیسے اگر سفر پر جانا ہے یا پھر کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے تو اس عارضی رکاوٹ کے ختم ہونے کے بعد روزے پورے کر لو۔ یہی حکم خواتین کے مخصوص ایام کے متعلق بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص انتہائی بڑھاپے اور کمزوری کے باعث یا پھر کسی ایسی بیماری کے باعث جو بخار وغیرہ کی طرح وقتی نہیں ہے، بلکہ مستقلاً انسان کو لگ گئی ہے اور روزہ رکھنے سے اس میں شدت کا اندیشہ ہے تو ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دینا ہوگا۔

موجودہ دور میں سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ طبی تحقیقات کے باعث ہر قسم کی بیماری کو کم یا زیادہ کرنے والے عوامل سامنے آچکے ہیں، اس لیے مختلف بیماریوں میں مبتلا افراد کو ماہرین طب کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر سید اسلم (4) اور ڈاکٹر شاہد اطہر (45)۔ مختلف بیماریوں کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں تفصیلاً بتایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

1. ذیابیطس کے مریض جو انسولین (Insulin) استعمال کرتے ہیں، انہیں روزے نہیں رکھنے چاہئیں کیونکہ ان کی ذیابیطس کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے برعکس انسولین نہ لینے والے مریضوں کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ایسے مریض جو صرف خوراک سے ذیابیطس کو کنٹرول کر رہے ہیں، وہ روزے رکھ سکتے ہیں، ان کے مرض پر روزہ اچھے اثرات مرتب کرتا ہے۔
2. دمہ کے مریض جن کا مرض معمولی ہے، وہ تکلیف کی صورت میں بغیر روزہ توڑے سانس کے ساتھ اندر لینے والی ادویہ (Inhaler) استعمال کر سکتے ہیں یا دیرپا اثر والی ادویہ افطار کے بعد اور سحری سے قبل لے سکتے ہیں۔
3. بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) اور دل کے ایسے مریض جو خون پتلا کرنے والی ادویہ استعمال کر رہے ہیں، ان کے لیے طویل الاثر دوا کفایت کر سکتی ہے اور وہ روزہ رکھ سکتے ہیں، کیونکہ روزے سے وزن میں کمی واقع ہوگی اور بلڈ پریشر بھی کم رہے گا۔ تاہم ان مریضوں کو ڈاکٹر کے مشورے سے روزے رکھنے چاہئیں لیکن شدید ہائپر ٹینشن اور امراضِ قلب میں مبتلا مریضوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔
4. جن لوگوں کے گردوں کے فعل میں کمی آگئی ہے، ان میں روزہ رکھنے سے پانی کی کمی ہو سکتی ہے، جن مریضوں کے گردے خراب ہو چکے ہیں اور ان کے خون کی ڈیالیسس (Dialysis) ہوتی رہتی ہے، ان میں دو ڈیالیسس کے درمیانی وقفہ میں پوٹاشیم میں اضافہ اور وزن میں زیادتی ہو سکتی ہے، جسم کے تیزاب میں بھی اضافہ کا امکان ہے، اگر یہ لوگ رات کو زیادہ کھالیں گے تو وزن بڑھ کر نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ان افراد کو روزے نہیں رکھنے چاہیے۔ جن افراد کا گردہ تبدیل ہو چکا ہے اور اس کا فعل درست ہے، ان کو روزے سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا لیکن انہیں اپنے معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔
5. مرگی کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

6. دردِ گردہ اور معدہ کے السر میں مبتلا افراد کے لیے روزے رکھنا مناسب نہیں کیونکہ پانی کی کمی کے باعث گردے میں درد ہونے کا احتمال ہے۔ اسی طرح السر کے مریض بھی خالی معدے کی حالت میں زیادہ تکلیف سے دوچار ہو سکتے ہیں۔
7. بوڑھے افراد جو دماغ کی رگوں کے مرض میں مبتلا ہیں، ان میں روزے سے اشیاء کو شناخت کرنے کی صلاحیت گھٹ سکتی ہے۔
8. حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں روزے نہ رکھیں کیونکہ حاملہ خواتین میں خون کی گلوکوز اور انسولین میں کمی مگر حلویں میں اضافہ ہوتا ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کے جسم میں پانی کی کمی ہو سکتی ہے۔ نمک اور یورک ایسڈ میں اضافہ ہو جاتا ہے ماں کے دودھ کی لیکٹوز (شکر) سوڈیم اور پوٹاشیم میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ اس لیے بچہ کی صحت کو قائم رکھنے کے لیے رزہ رکھا جائے۔

<http://t.me/Tehqat>

حواشی

1. الاعراف ۷ : ۳۱
2. صحیح بخاری
3. محمد عثمانی نجاتی، ڈاکٹر۔ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس۔ مترجم فہیم اختر ندوی۔ (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، س۔ن۔) ص ۵۱
4. البقرہ ۲ : ۱۸۳
5. البقرہ ۲ : ۱۸۳
6. طبرانی۔ حوالہ حکیم محمد سعید۔ عرفانستان (کراچی : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ۱۹۹۲ء) ص ۱۷۴
7. ایضاً۔ ص ۱۷۵
8. محمد کمال الدین حسین ہمدانی، ڈاکٹر حکیم سید۔ اسلامی اصولِ صحت (علی گڑھ : جی علی الفلاح سوسائٹی، اشاعت اول ۱۳۰۵ھ/۱۹۸۵ء) ص ۴۲
8. (الف) ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ۔ مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور : فاروقی کتب خانہ اگست ۱۹۹۳ء) ص ۶۱۴
9. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید (لاہور : ۱۹۷۳ء) ص ۱۲
10. ہلوک نور باقی، ڈاکٹر۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی : انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۱۰۳
11. Karimullah, Amina and A.R.Ghani, Ramadan Fasting: Medical and Physical Aspects, Science and Technology in the Islamic world, Vol 11, No.1 (1993), p.11
12. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۳
13. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ (لاہور : ڈیفینڈر آف اسلام ٹرسٹ، ۲۸۔ ایپریس روڈ، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۸۰
14. Haluk Nurbaki, Dr. Verses from the Holy Quran and the Facts

of Science, English Translation by Metin Beynam (Karachi; Indus Publishing Corporation, 1992) PP. 119-120

15. Shahid Athar(ed), Islamic Medicine (Karachi : Pan-Islam-ic Publishing House, 1989) P. 148

15. ہمدانی۔ اسلامی اصول صحت۔ ص ۴۳، ۴۴

16. ہلوک نورباتی۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ ص ۱.۵، ۱.۶

17. محمد سعید، حکیم۔ عرفانستان۔ ص ۱۶۹، ۱۷۰

18. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۵۸۰، ۵۸۱

19. Abdullah A. Al-othman, The Influence of Ramadan on Plasma

Lifids and Body Weight in Normal Men; JIMA, vol. 28, No. 1, p.5/

MAAS Journal of Islamic Science Vol 13, No.1 (1997) P. 165.

20. ہمدانی۔ اسلامی اصول صحت۔ ص ۴۴

21. Shahid Athar, Islamic Medicine, P. 150.

22. ہلوک نورباتی۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ ص ۱.۶

23. ایضاً۔ ص ۱.۷، ۱.۸

24. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۵۸۱

25. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۳

25. (الف) محمد سعید، حکیم۔ عرفانستان۔ ص ۱۷۲

26. محمد عثمان نجاتی ڈاکٹر حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس۔ ص ۵۳

27. صحیح بخاری کتاب الصوم

29. Shahid Athar, Islamic Medicine, PP.148-149.

30. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۲، ۱۳

31. ہلوک نورباتی۔ قرآن آیات اور سائنسی حقائق۔ ص ۱.۷

32. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد ﷺ۔ ص ۵۸۱

33. صحیح بخاری / صحیح مسلم مع نووی جلد ۲ حدیث ۱۲۱۶/۱

34. محمد عثمان نجاتی ڈاکٹر۔ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس۔ ص ۳۴۹

35. محمد قطب مصری۔ اسلام اور جدید مادی افکار۔ اردو ترجمہ سجاد احمد کاندھلوی (لاہور : اسلامک پبلی

(177)

کیشنرٹریڈ، اشاعت دوم اپریل ۱۹۸۱ء) ص ۱۷۵، ۱۷۶

38. ایضاً - ص ۱۷۶

39. صحیح بخاری

یہ روایت مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

40. **Journal of Islamic Science, Vol. 12 No.2 (July-December)**
pp.122-123

41. سید اسلم، ڈاکٹر۔ صحت سب کے لیے (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، جنوری ۱۹۹۹ء)

ص ۳۲۵، ۳۲۶

42. **Shahid Athar, Islamic Medicine, p. 149**

43. البقرة ۲ : ۱۸۴

44. سید اسلم، ڈاکٹر۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۳۲۶

44. **Shahid Athar, Islamic Medicine, pp. 150- 151**

<http://t.me/Tehqiqat>

0 خوردین کی ایجاد کے بعد ۱۶۸۷ء میں لیونہاک (Leeuwenhoek) نے جراثیم کا پتا چلایا۔ اس نے اور اس کے ہم عصر محققین نے جراثیم کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں، لیکن اس وقت تک جراثیم اور بیماریوں کے باہمی تعلق کا علم نہ ہو سکا تھا (2)۔

0 ایک سائنسدان گڈسر (Goodsir) نے ۱۸۴۲ء میں معدے میں پائے جانے والے خوردبینی اجسام کا مشاہدہ کیا (3)۔

0 ڈیوائن (Davaine) نے ۱۸۶۵ء میں جرثومہ جمرہ (Anthrax) کا مشاہدہ کیا (4)۔
0 پاستر (Pasteur) نے پہلی مرتبہ ۱۸۶۵ء میں تفصیل سے یہ بتایا کہ جراثیم کس طرح پرورش پاتے ہیں اور کن حالات میں نمو حاصل کرتے ہیں نیز تقسیم کے ذریعے ان کی افزائش کیونکر عمل میں آتی ہے (5)۔

0 جوزف لسٹر (Joseph Lister) نے آپریشن کے دوران ماحول کو جراثیم سے پاک کرنے کے لیے کاربالک ایسڈ (Carbolic acid) کا استعمال کر کے سرجری کے شعبے میں انقلاب برپا کر دیا (6)۔

0 کاک (Koch) نے ۱۸۷۷ء میں یہ معلوم کیا کہ جمرہ (Anthrax) پیدا کرنے والا جرثومہ کن حالات میں زندہ رہتا ہے اور کس طرح ناموافق حالات میں خود کو خول میں بند کر کے محفوظ حالت (Spore) میں منتقل ہو جاتا ہے اس نے جراثیم کے رنگنے کا طریقہ (Staining method) دریافت کیا جس کے نتیجے میں جراثیم کی شناخت ممکن ہو سکی۔ اس نے جراثیم کی ان مختلف قسموں کو تفصیل سے بیان کیا جو مختلف امراض کا سبب ہیں۔ مزید برآں اس نے جراثیم کی کاشت (Culture) بھی کی جو امراض کے اسباب کے تعین اور اس کی تشخیص کے سلسلے میں انتہائی اہم قدم ثابت ہوا (7)۔

0 ایک فرانسیسی فوج کے ڈاکٹر لیوران (Laveran) نے ۱۸۸۰ء میں ملیریا کے جراثیم پلازموڈیم (Plasmodium) کا ایک مریض کے خون میں مشاہدہ کیا اس

نے پلازموڈیم کے اینوفلیز مادہ مچھر لور انسان میں منتقلی کے عمل کا پتا چلایا (8)۔

جراثیم کی تقسیم

جراثیم کو مندرجہ ذیل گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (9)

1. پھوند (Moulds)

2. خمیر پیدا کرنے والے جراثیم (Yasts)

3. عام مرضیاتی جراثیم یا بیکٹریا (Bacteria)

(الف) حلقہ نما یا کرویہ (Cocci)

(ب) عصائی (Bacilli)

(ج) حلزونہ یا پیچ دار (Spirilla)

4. ریکٹسی جراثیم (Rickettsiae)

5. ماوراء خوردبینی اجسام

(Ultramicroscopic organisms or viruses)

6. یک خلیاتی جانور یا پروٹوزوا (Protozoa)

جراثیمی نظریہ امراض

جراثیم کی دریافت کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ثابت ہو گئی کہ جراثیم انسانی جسم میں

پہنچ کر مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔ اس کو جراثیمی نظریہ (Germ theory) کا نام دیا

گیا۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں اس نظریہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

In medicine, the theory that certain diseases are caused by the invasion of the body by microorganisms, organisms too small to be seen except through a microscope. The

French chemist and microbiologist Louis Pasteur, the English surgeon Joseph Lister, and the German physician Robert Koch are given much of the Credit for development and acceptance of the theory (10).

طب میں یہ نظریہ کہ خاص امراض خوردبینی زندہ اجسام کے جسم پر حملہ آور ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ جاندار اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ سوائے خوردبین کے دیکھے نہیں جا سکتے۔ فرانسیسی کیمیادان اور ماہر خوردبینی حیاتیات لوئیس پاستر، انگریز سرجن جوزف لسٹر، اور جرمن طبیب رابرٹ کاک کو اس نظریہ کی ترویج اور قبولیت کا زیادہ تر کریڈٹ دیا جاتا ہے۔

جراثیم کے صحت مند جسم میں پہنچنے کے راستے

مرض کر جراثیم مندرجہ ذیل راستوں سے صحت مند شخص کے جسم میں پہنچ کر بیماری کا باعث بنتے ہیں۔

(الف) سانس کے ذریعے کھینچی جانے والی ہوا کے ذریعے، مثلاً کالی کھانسی، خناق

چچک، سرخ طار وغیرہ

(ب) کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ مثلاً اسہال، ہیضہ وغیرہ

(ج) براہ راست اتصال، اس میں وہ تمام صورتیں داخل ہیں جن میں جراثیم براہ

راست بغیر کسی واسطے کے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں مثلاً زخم وغیرہ کے

ذریعے جیسے تشنج یا حشرات کے ذریعے جیسے ملیریا، انتقال خون اور جنسی

تعلقات بھی جراثیم کی منتقلی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

ایک بیمار انسان اپنے منہ یا ناک سے بذریعہ چھینک یا کھانسی جراثیم خارج کرتا ہے۔ تھوک

کے ذریعے سے بھی بیمار شخص کے جسم سے جراثیم ماحول میں پھلتے ہیں۔ یہ ان فضلات میں

بھی پائے جاتے ہیں جو ہم پیشاب، پاخانہ یا بلغم کی صورت میں خارج کرتے ہیں۔ کئی ایک

جراثیم کوڑے کرکٹ کے ساتھ کھیتوں میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر وہاں سے مختلف جانور کے

جسم میں یا پھلوں اور سبزیوں کے اندر پہنچ جاتے ہیں (11)۔ اور پھر اس طرح تندرست شخص تک منتقل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہوا، پانی، غذا، سبزی وغیرہ کے ساتھ روزانہ ہزاروں لاکھوں جراثیم ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپریشن کے وقت ہوا میں موجود سینکڑوں جراثیم بدن کے زخموں میں داخل ہوتے ہیں مگر کوئی نقصان نہیں پہنچاتے (12)۔ اگر بیماری کے جراثیم کسی شخص کے جسم میں چلے جائیں تو ان میں بافتوں کے اندر اپنی تعداد بڑھانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے (13)۔ لیکن جسم کا مدافعتی نظام اس کے خلاف سرگرم ہو جاتا ہے اور اگر یہ نظام ان پر قابو پالینے میں ناکام ہو جائے اور وہ اپنی تعداد تیزی سے بڑھانے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر بیماری کا سبب بن جاتے ہیں۔

جراثیم سے بچاؤ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

اگر ہم حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں اور آپ ﷺ کے ارشادات کتب احادیث میں دیکھیں تو ہم خود کو جراثیم اور ان سے پھلنے والی بیماریوں سے بچا سکتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی جسمانی نظافت اور صفائی کی تاکید

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ ﷺ انتہائی طاہر و مطہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم رسول ہر عالم ﷺ کو اس قدر لطیف اور نفیس بنایا تھا کہ گرد و غبار کی وہاں گنجائش ہی نہ تھی۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لباس اور گھر کی صفائی کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور اپنے امتیوں کو بھی طہارت اور صفائی کیلئے خاص ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

بُنِيَ الدِّينُ عَلَى النَّظَافَةِ (14)۔

دین کی بنیاد نظافت پر ہے

ایک اور حدیث مبارکہ میں پاکیزگی کو ایمان کا حصہ بتایا گیا ہے۔

الطَّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (15)

صفائی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، جنہیں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بہت زیادہ وقت گزارنے کی سعادت کا شرف حاصل ہے، ارشاد فرماتے ہیں۔

مَا شَعَمْتُ عَنَبْرًا قَطُّ مِسْكًَا وَلَا شَيْئًا أَطِيبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (16)۔

میں نے کبھی کوئی عنبر، کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ”نبی کریم ﷺ جس گلی سے گذر جاتے تھے، وہ گلی خوشبو سے مہک جاتی تھی۔ لوگ پہچان لیتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر اس گلی سے ہوا ہے“ (18)۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ہر وقت خوشبو اٹھتی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضور علیہ السلام عطر استعمال کیے ہوتے تھے بلکہ کوئی خوشبو استعمال کیے بغیر حضور ﷺ کے جسم اطہر سے جو فضا چھوتی تھی وہ از خود مہکنے لگتی تھی (18)۔ اسلم جیراج پوری حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جسم اطہر کی نظافت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

”آپ ﷺ صفائی اور پاکیزگی کا ہمیشہ خیال رکھتے اور عطریات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ ”دین کا دار و مدار پاکیزگی پر ہے“۔ آپ ﷺ کی جسمانی پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ جس راستہ سے گذر جاتے، وہ راستہ معطر ہو جاتا اور جو شخص آپ ﷺ سے مصافحہ کر لیتا

اس کے ہاتھ دن بھر خوشبودار رہتے“ (19)۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے منور و معطر ہاتھ مبارک کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک روز سرور انبیاء ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا تو حضور ﷺ کی خنکی اور مہک میں نے محسوس کی تو یوں معلوم ہوا کہ جیسے عطار کی صندھ قچی سے یہ دست مبارک نکالا تھا (20)۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد میں نے جسد اطہر کو غسل دیا۔ اس میں کسی آلودگی اور نجاست کا نشان بھی نہ تھا جو عام طور پر میت میں پائی جاتی ہے میں اپنے آقا ﷺ کی اس حالت میں بھی ایسی نظافت و پاکیزگی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا

طِبْتُ حَيًّا وَ مَيِّتًا (21)

یا رسول اللہ ﷺ آپ زندگی کی حالت میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی حضور طیب و پاکیزہ ہیں۔

جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ خود پاکیزہ تھے اور انتہائی صاف سحرے رہتے تھے اسی طرح آپ ﷺ مسلمانوں کی جسمانی صفائی، ماحول کی پاکیزگی اور لباس کی ہر آلائش سے حفاظت کو پسند کرتے تھے۔

وضو اور غسل کے ذریعے جراثیم سے حفاظت

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کا عصری تحقیق کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی ہمیں جراثیم اور عفونت سے محفوظ رکھنے کا خاطر خواہ انتظام کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے مطابق وضو حفظانِ صحت کے زبّین اصولوں میں سے ہے۔ یہ جراثیم کے خلاف ایک بہت بڑی ڈھال ہے۔ بہت سی بیماریاں جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتی

ہے۔ یہ جراثیم ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا زمین اور ہمارے استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی مسلط ہیں۔ جسم انسانی کی حیثیت ایک قلعے کی سی ہے۔ کوئی دشمن اس میں ماسوائے سوراخوں یا زخموں کے راستوں سے داخل نہیں ہو سکتا۔ منہ اور ناک کے سوراخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ ان کو جسم کے اندر لے جانے میں مدد کرتے ہیں۔ وضو کے ذریعے ہم نہ صرف ان سوراخوں کو بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے دن میں کئی بار دھوتے ہیں۔ لہذا وضو ہمیں بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے (22)۔

اسلام میں جسمانی طہارت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پانچوں نمازوں سے قبل وضو لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ اسی طرح وظیفہ زوجیت کی ادائیگی کے بعد زوجین کو غسل کرنا یا حیض و نفاس کے بعد عورت کو غسل کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ منویہ اور حیض و نفاس کا گند خون جراثیموں کی آماجگاہ ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ان نجاستوں کو مکمل طور پر جسم سے دور کیا جائے تاکہ مختلف خوردبینی موجودات وہاں پر پرورش پا کر اپنی تعداد میں تیزی سے اضافہ کر کے جسم کو کسی بیماری میں مبتلا نہ کر دیں۔ اس کے علاوہ بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے جس فرحت کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں لیکن یہاں صرف جسم پر جراثیمی حملے سے حفاظت کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔

اگر نماز عشاء ادا کرنے کے بعد انسان گھریلو امور میں مصروف ہو جائے یا ویسے ہی بیکار بیٹھا رہے اور اس کا وضو ختم ہو جائے تو بہتر ہے کہ وہ وضو کر کے سوئے کیونکہ وضو کر کے سونے سے پرسکون اور گہری نیند آتی ہے اور جسم بھی مکمل طور پر جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ اگر ہاتھوں کے ساتھ جراثیم وغیرہ موجود ہوں تو نیند کے دوران وہ با آسانی منہ یا ناک کے راستے جسم میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے تو فضا میں موجود جراثیم اور دیگر کیڑے چکنائی اور کھانے کے ذرات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو اس حال میں سویا کہ اس کے

ہاتھوں میں چکنائی کی باس تھی اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس ہی کو بردا کے کہ اس کی غفلت سے ایسا ہوا۔ (23) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تسلیم سونے سے قبل وضو فرمایا کرتے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید ہر عالم ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

”جب تم بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو وضو کرو، جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہو“ (24)۔

ڈاکٹر امتیاز رسول کے الفاظ میں رات کو سونے سے پہلے چہرے اور دوسرے حصوں کو دھونا بہت ضروری ہے کیونکہ دن بھر کی مٹی، گرد و غبار اور جراثیم مساموں میں جمع ہو کر جلد کو خراب کر سکتے ہیں۔ منہ دھونے سے آنکھوں میں جمع گرد و غبار بھی صاف ہو جائے گا (25)۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جسمانی طہارت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے اور اپنے سر اور بدن کو دھویا کرے (26)۔ آپ ﷺ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ روزانہ ہر شخص روزانہ صبح کو اٹھ کر کسی کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے کم از کم تین مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے (27)۔ ڈاکٹر امتیاز رسول نے وضو و غسل کو جراثیمی حملے سے چاؤ کیلئے انتہائی اہم قرار دیا ہے انہوں نے جسم انسانی پر ”محسن انسانیت ﷺ کا احسان“ کے زیر عنوان لکھا ہے۔

”جسم کو ہر وقت صاف ستھرا رکھنا صاف کپڑے پہننا اور نہانا صفائی کا حصہ ہیں۔ یہ اقدامات جسم کی جلد پر ہر وقت موجود جراثیم اور بہت سے دوسرے جراثیم کو دھو کر بہا دیتے ہیں اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔ جو نہی صفائی ستھرائی میں کمی آئے، یہ جراثیم اپنا ہاتھ دکھا جاتے ہیں اور قسم قسم کی جلدی بیماریاں آتی ہیں اور جلد کے ذریعے جسم کے باقی اعضا مثلاً ہڈی، پٹھے اور جوڑو وغیرہ کو متاثر کرتی ہیں۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لئے آج کل کی میڈیکل سائنس کا اصول ہے کہ بار بار نہایا جائے اور جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے، جس سے جلد پر موجود جراثیم دھلتے رہیں گے اور انسانی جلد و جسم ان جراثیم کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی اور اس کے لیے وضو بھی فرض کیا۔ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ اگر وضو کے عمل پر غور کریں تو اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بار بار منہ ہاتھ اور پاؤں دھونے سے، کھلی کرنے سے، ناک میں پانی ڈالنے سے ہر حصے پر موجود جراثیم دھل جاتے ہیں اور اس طرح نمازی ان حصوں کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے“ (28)

مردہ جسم سے جراثیم کی منتقلی کا سدباب

○ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مردوں کو تدفین سے قبل غسل دیں۔ آج ہمیں معلوم ہے کہ مرنے والے کی ایک بڑی تعداد بیکٹریا، وائرس یا دیگر خرد اجسام سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے لقمہ اجل بنتے ہیں اور اس کا قوی امکان ہے کہ ایسے جراثیم میت کو غسل دینے والے شخص تک منتقل ہو کر اس میں بھی بیماری کا باعث بنیں۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لیے ارشاد فرمایا!

مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ (29)۔

جو مردہ کو نہلائے اسے غسل کرنا چاہیے۔

کھانے سے قبل ہاتھوں کی صفائی

بیماری کے جراثیم کھانا کھاتے وقت ایک صحت مند شخص کے جسم میں باسانی داخل ہو سکتے ہیں اولاً ہاتھوں کے ذریعے کھاتے وقت کھانا کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ اگر ان میں موجود ہوں۔ اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں ایسی تمام غذاؤں کو حرام قرار دیا گیا ہے جن کے ذریعے مختلف بیماریوں کے جراثیم انسانی جسم میں منتقل ہو سکتے ہیں یا ان غذاؤں کے استعمال میں ایسی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے کہ بیماری پیدا کرنے والے خوردبینی موجودات

(Microorganisms) اُن تک نہ پہنچ سکیں تاکہ اُن کا استعمال جسم کیلئے عفونت (In-fection) کا باعث نہ بنے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ بغیر دھلے ہاتھوں کے ساتھ کھانا کھاتے وقت جراثیم کے جسم میں منتقل ہونے کا امکان نہ رہے۔ اس سلسلے میں حضور ختمی المرتبت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

بِرُكَّةِ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ (30)۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو برکت کا باعث ہے

بعض علماء نے کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا منہ کا اگلا حصہ دھونا اور کلی کرنا سنت قرار دیا ہے۔ اسی طرح صبح اٹھ کر کھانے سے قبل تین ار ہاتھ دھونے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ ہاتھوں پر موجود جراثیم جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان لکھتے ہیں کہ اگر ہاتھ دھو کر کپڑے سے پونچھے جائیں تو اپنی کپڑے کی وساطت سے جراثیم پھر ہاتھوں میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا بیمار یا صحت یافتہ انسان ہو جس کے ہاتھوں میں اس کی بیماری مثلاً میعادی حنار، پچش، ہیضہ، یرقان کے جراثیم ہوں اور وہ کسی کپڑے سے ہاتھ پونچھے تو اس بیماری کے جراثیم آسانی کپڑے پر منتقل ہو جاتے ہیں کیونکہ بیماری کے جراثیم اگر زیادہ تعداد میں ہوں تو ہاتھوں کو معمولی طور پر دھونے سے دور نہیں ہوتے (31)۔ اس کے متعلق بھی رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے۔

وَلَا يَمْسَعُ يَدَهُ قَبْلَ الطَّعَامِ بِالْمِنْدِيلِ لِيَكُونَ أَثَرُ الْغَسْلِ بَاقِيًا وَقْتَ الْاَكْلِ (32)

کھانے سے پہلے دھوئے ہوئے ہاتھ کسی کپڑے سے مت خشک کرو تاکہ ہاتھوں کی صفائی کھانے کے دوران قائم رہ سکے۔

کتب احادیث میں کھانے سے قبل حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاتھ مبارک دھونے کا ذکر آیا لیکن کہیں ہاتھ دھو کر پونچھنے کا ذکر نہیں آیا بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

إِنَّ النَّبِيَّ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسُجْ يَدَهُ
جَبَّ تَمَّ فِي سَعَةِ كَمَا نَأْكُلُ لَمْ يَكُنْ يَدَهُ نَبِيَّ (33)۔

آج سے پندرہ صدیاں قبل ہمارے روحانی طبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسان کی جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے بڑے احسن طریقے سے راہنمائی فرمائی ہے میڈیکل سائنس ایک طویل تحقیق کے بعد آج اس نتیجے پر پہنچی ہے۔

دانتوں کی صفائی

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دانتوں اور منہ کی صفائی کی تاکید فرمائی ہے اور دانتوں کی صفائی کیلئے مسواک کرنے کی ہدایت کی ہے۔ مسواک سے بہتر دانتوں کی صفائی کا کوئی اور طریقہ ممکن نہیں۔ یہ طریقہ مضرات سے پاک اور فوائد سے مملو ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسواک انسان کو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے اور یہ قول جتنا سائنٹیفک ہے۔ موجودہ طبی سائنس کی روشنی میں اس کا خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے (34)۔ یہاں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں جن میں مسواک کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاَهُ بِالسِّيَوَاكِ (35)۔
جب نبی کریم ﷺ خواب سے بیدار ہوتے تو اپنے دہن مبارک کو مسواک سے صاف کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّيَوَاكِ كُلِّ صَلَاةٍ (35)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

قَالَ السِّوَاكُ مُطَهِّرَةٌ لِلْفَمِ وَرِضَاةٌ لِلرَّبِّ (36)

حضور ﷺ و سلم نے ارشاد فرمایا: مسواک منہ کو پاکیزہ کرنے والی اور رضائے الہی کے

حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”مسواک میں دس فوائد ہے: منہ کو خوشبودار کرتی ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، نظر کو تیز کرتی، بلغم کو نکالتی، سوزش کو دور کرتی، سنت پر عمل کا باعث، فرشتوں کو خوشبو کرتی رب کو راضی کرتی، نیکیوں میں اضافہ کا باعث اور معدہ کی اصلاح کرتی ہے (37)۔

ابو نعیم نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن مستدرک الحاکم نے اپنی کتاب التاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ’الدیلیمی نے بھی انہی سے‘ پھر ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی دس فوائد گنوائے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے جن کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے پیلے ہو رہے تھے، آپ ﷺ کی نظر پڑی تو فرمایا: تمہارے دانت پیلے کیوں نظر آتے ہیں، مسواک کیا کرو (38)۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ منہ کے عرضاً یعنی دانتوں پر اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کی طرف مسواک فرماتے تھے۔ دانتوں کے ڈاکٹر بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کیونکہ اس سے مسوڑوں کو ضرر نہیں پہنچتا (39)۔ مسواک کرنے سے منہ صاف ہو جاتا ہے۔ دانتوں میں موجود کھانے کے ٹکڑے نکل جاتے ہیں۔ اگر خوراک کے ذرات دانتوں میں پھنسے رہیں تو منہ میں بدبو پیدا ہو جائے گی اور جراثیم کو پرورش کے لیے موزوں جگہ مل جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ باقاعدگی سے مسواک کا استعمال کیا جائے۔

کھانے کے بعد خلال

دانتوں کی صفائی کے سلسلے میں کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے حضور سید انام ﷺ کا ارشاد ہے

مَنْ أَكَلَ فَلْيَتَخَلَّلْ (40)۔

جو شخص کھانا کھائے اسے خلال کرنا چاہیے۔

خلال کرنے کے دوران دانتوں میں پھنس جانے والے کھانے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ”جو شخص کھانا کھائے (اور دانتوں میں کچھ رہ جائے) اسے اگر خلال سے نکالے تو تھوک دے اور زبان سے نکالے تو نکل جائے“ اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان کے ذریعے دانتوں میں پھنسے ہوئے کھانے کے ٹکڑے کسی قسم کی عفونت کے خدشے سے محفوظ ہوتے ہیں اور خوراک کے خلال کے ذریعے نکالے گئے ٹکڑے جراثیم زدہ ہو سکتے ہیں۔ اس لیے انہیں تھوک دینا طبی نقطہ نظر سے بالکل درست ہے ڈاکٹر حسن غزنوی نے خلالہ کی افادیت کے بارے میں لکھا ہے :

It is beneficial act so that those do not rot and produce diseases(41)

حکیم محمد طارق محمود چغتائی کے مطابق کھانے کے بعد غذائی اجزاء دانتوں اور مسوڑوں کے درمیان پھنس جاتے ہیں۔ اگر ان کو خلال کے ذریعے نہ نکالا جائے تو یہ غذائی ذرے (Food particles) متعفن (Septic) ہو جاتے ہیں۔ اس سے مسوڑے پہلے متورم ہوتے ہیں اور پھر دانتوں اور مسوڑوں کا تعلق ختم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ دانت گر جاتے ہیں (42)۔

خوردونوش کے دوران پھونک مارنے سے اجتناب

حکیم سید امین الدین نے اپنے مقالہ بعنوان طب نبوی ﷺ میں لکھا ہے ”جب احادیث نبویہ ﷺ کو جدید علم طب کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ

آپ ﷺ کا ہر فرمان ٹھوس سائنسی حقیقت پر مبنی ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات حکیمانہ اور سائنٹیفک ہیں (43)۔ جب ہم احادیث مبارکہ کی روشنی میں کھانے پینے کے طریقے اور خورد و نوش کی اشیاء کی حفاظت کے بارے میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح طور پر منکشف ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا ہو کر ہم ہر قسم کے جراثیم سے مکمل طور پر محفوظ رہ سکتے ہیں جو ہمارے جسم کے اندر داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب بن سکتے ہیں۔

طب جدید کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہیں مانی چاہیے کیونکہ اس سے بیماری کے جراثیم اشیاء خورد و نوش میں منتقل ہو سکتے ہیں اور ان اشیاء کو کوئی دوسرا شخص استعمال کرے یا ایسے برتن میں کوئی چیز کھائے یا پیئے تو اس تک یہ جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِذَا شَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَلْتَنَفَسُ فِي الْإِنَاءِ (44)۔

تم میں سے کوئی شخص کچھ پینے لگے تو برتن میں پھونک نہ مارے۔

عَنْ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ وَآلِهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ (45)۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے برتن کے اندر سانس

لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ وَآلِهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ (46)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مشروب کے پینے

کے دوران برتن سے باہر تین بار سانس لیا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفَخُ فِي طَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ
وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْأَنَاءِ (47)

رسول اللہ ﷺ نہ کسی کھانے کی چیز میں پھونک مارتے تھے اور نہ پینے کی چیز میں اور نہ برتن
میں سانس لیتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَأَنْ يَنْفَخَ
فِي الشَّرَابِ (48)

پیغمبر خدا ﷺ نے پیالے کے رخنہ سے پانی پینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔
پیالے کے شگاف میں گندگی اور جراثیم موجود ہو سکتے ہیں کیونکہ دھوتے وقت اس کی
صحیح طور پر صفائی نہیں ہو سکتی اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی جگہ پر منہ رکھ کر
پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تو مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے بھی منع
فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

برتنوں کا جراثیم سے بچانا

طبی نقطہ نظر سے اشیاء خورد و نوش کو کامل احتیاط سے رکھنا چاہیے اور اگر وہ کھلے برتن
میں ہوں تو انہیں ڈھانپ دینا چاہیے تاکہ ان میں ایسی چیزیں یا جراثیم نہ پڑ جائیں جن سے
کسی بیماری کے پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ برتن ڈھانپنے کے متعلق حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے۔

غَطُّوا الْأَنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ (49)

برتن ڈھانپ دیا کرو اور مشکیزہ کا منہ بند کر دیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ نے برتن

ڈھانپنے، مشک کا منہ بند کرنے اور برتن الٹنے کا حکم دیا (50)۔ اس حدیث سے خالی برتن بھی الٹ دینے کی تاکید ظاہر ہوتی ہے تاکہ ان میں کسی قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑے، گرد و غبار یا جراثیم نہ داخل ہو جائیں اور استعمال کے دوران انسانی جسم میں پہنچ کر کوئی بیماری پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکیں۔

ایک موقع پر برتنوں کے ڈھانپ دینے کی تاکید کرتے ہوئے حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ”اگر کسی کے پاس برتنوں کے ڈھانپنے کیلئے کچھ بھی نہ ہو تو وہ اللہ کا نام لے کر ان پر لکڑی کا ٹکڑا ہی رکھ دے“ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو حمید نقیع سے دودھ کا ایک پیالہ لے کر آئے تو ان سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ڈھانپ کر کیوں نہیں لایا؟ اگرچہ ایک لکڑی ہی ہوتی اسے ڈھک لینا چاہیے تھا (52)۔

آج ہم جانتے ہیں کہ اگر ہوا آلودہ ہو تو اس میں بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی برتن خالی ہو اور ڈھکا ہوا نہ ہو تو ہوا کے جراثیم اور گرد و غبار اس میں پڑتی رہے گی اور اگر اس میں خورد و نوش کی کوئی شے ہو تو اس میں یہ جراثیم شامل ہو سکتے ہیں۔

جمائی، چھینک اور ہنسنے کے دوران احتیاط

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمائی کو ناپسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے جمائی کو ہاتھ سے روکنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھے“ (53)۔

جمائی لیتے ہوئے چونکہ انسان گہرا سانس لیتا ہے اور اگر منہ کے آگے ہاتھ نہ رکھا جائے تو ہوا میں موجود جراثیم اور گرد و غبار اندر چلے جاتے ہیں اور مختلف قسم کی بیماریوں کا سبب بن

سکتے ہیں۔ اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جمائی لیتے وقت منہ کے آگے ہاتھ رکھ لیا جائے تو منہ میں جراثیم کو داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص خود کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کا سبب بیکٹریا یا وائرس وغیرہ ہوں تو وہ جمائی لیتے وقت بیماری کے جراثیم ہوا میں پھیلانے کا باعث بن سکتا ہے جس سے دوسرے صحت مند لوگوں تک ایسی بیماری پہنچ سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اس کو روکے جہاں تک ہو سکے (54)۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہے اور جمائی ناپسند ہے (55)۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کو ڈھانپنے بغیر اور بلند آواز سے چھینکنے کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپاتے اور آواز پست کرتے (56)۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورا ہنستے نہیں دیکھا کہ میں آپ ﷺ کا کوا (تاخ) دیکھتی بلکہ آپ ﷺ کا ہنسا مسکرانا تھا (57)۔

ڈاکٹر حسن غزنوی

One should avoid coughing, sneezing, yawning or laughing with fully open mouth near other persons as the breathed out bacteria may spread in the atmosphere and be conveyed to other persons 58.

بال اور ناخن کٹوانا

جہاں تک حفظانِ صحت اور صفائی کے اصولوں کا تعلق ہے تو ہمیں احادیثِ پاک میں بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔ بعض چھوٹی سے چھوٹی مگر اہم اور بنیادی باتوں کی جانب حضور ﷺ نے

زیادہ سے زیادہ توجہ دلائی ہے۔ مثلاً حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہفتہ وار ناخن ضرور ترشوائے جائیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ ناخن دانتوں سے نہ کاٹے جائیں کیونکہ یہ طریقہ حفظانِ صحت کے اصولوں کے خلاف ہے (59)۔ اگر ناخن نہ کاٹے جائیں تو مختلف کام کرتے وقت ان میں مختلف قسم کے جراثیم پھنس جاتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت منہ کے ذریعے خوراک کی نالی (Alimentary Canal) میں پہنچ جاتے ہیں جس سے مختلف قسم کے امراض جنم لے سکتے ہیں۔ اسی طرح ناخن دانتوں سے کاٹنے سے جراثیم منہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ناخن کاٹنے کی سنت پر عمل کر کے اپنے جسم کو مختلف جراثیم کے حملے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور آسمان کی خبریں دریافت کرنے لگا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں ایک شخص آتا ہے اور آسمان کی خبریں دریافت کرتا ہے مگر اس کو اپنے سامنے کی چیزیں نظر نہیں آتیں یعنی اس کے ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح بڑھے ہوئے ہیں جن میں ہر طرح کا میل کچیل بھرا ہوا ہوتا ہے (60)۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں۔ اس روایت کے مطابق رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فطری امور ہیں یعنی پانچ باتیں پیدا نشی سنتیں ہیں۔

(۱) ختنہ کرانا (۲) زیر ناف بال لینا (۳) مونچھ کترنا (۴) ناخن کٹوانا (۵) بغلوں کے بال لینا (61)۔

اس حدیث مبارکہ میں جن بالوں کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ مقامات گندگی کی آماجگاہ بن سکتی ہیں اور اس طرح جراثیم کو افزائش اور نشوونما کیلئے جگہ مل سکتی ہیں۔ اسی طرح بڑی مونچھیں فضا کے اندر موجود جراثیم کو اپنے اندر پناہ دے سکتی ہیں اور پھر ان کے کھانے میں شامل ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے جہاں انسان کے جسم کی ظاہری آرائش ہوتی ہے وہاں

کھانے پینے کے دوران جراثیم بھی جسم میں منتقل نہیں ہوتے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ الْفِطْرَةَ قَصَّ الشَّارِبِ (62)

مونچھ کے بال کترنا پیدائشی سنت ہے۔

ختنہ کرانا

حضور نبی اکرم ﷺ نے لڑکوں کے ختنہ کو پیدائشی سنت قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس کی عمر میں اپنا ختنہ خود کیا (63)۔ علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا۔

انجیل برناباس (The Gospel of Barnabas) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے کہ آٹھویں دن شریعت موسوی کے مطابق انہیں ختنہ کے لئے ہیکل لایا گیا۔

When the eight days were fulfilled according to the law of the Lord, as it is written in the book of Moses, they took the child to the temple to circumcise him 64.

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ خصوصیت کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ طبرانی، ابو نعیم، خطیب اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میرے رب نے ایک عزت مجھے یہ بخشی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا“ (65)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نال کٹے اور مختون پیدا ہوئے (66)۔ حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مختون پیدا ہونے کی روایات

حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں (67)۔

لڑکوں کا ختنہ کرانے کے حکم کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ علما نے اسے واجب کہا ہے، بعض کے مطابق سنت مؤکدہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے ختنے کے بارے میں علماء اسلام کی آراء کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے۔ ”امام شافعی (علیہ الرحمہ) اور ان کے شاگردوں کے نزدیک ختنہ واجب ہے۔ قدیم لوگوں میں عطاء کا بھی یہ مذہب ہے۔ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی مسلمان ہو جائے تو ختنہ کیے بغیر اس کا اسلام مکمل نہیں ہوگا۔ امام احمد (علیہ الرحمہ) اور کچھ مالکیہ سے بھی اس کے واجب ہونے کی روایت ہے۔ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی رائے میں یہ واجب ہے اور فرض نہیں ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ یہ امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور دوسرے بہت سے علما کے نزدیک واجب ہے۔ (ایک روایت کے مطابق) حسن بصری اور امام ابو حنیفہ (رحمہما اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اسی طرح امام احمد (علیہ الرحمہ) کے شاگردوں میں سے ابن ابی موسیٰ بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ سنت مؤکدہ ہے“ (68)۔

ختنہ کرانے کو فقہی اعتبار سے واجب قرار دیا جائے یا سنت مؤکدہ، اس کی طبی افادیت مسلم ہے۔ ڈاکٹر محمد لطفی الصباغ نے جو ریاض یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، ختنہ کے فوائد کو یوں گنویا ہے۔ (ختنہ کرنے سے جسم گندگی، نجاست، بدبو، جراثیم اور طفیلیوں کی پرورش کے ایک گڑھ سے پاک ہو جاتا ہے۔ کئی طبی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ غیر مختون مردوں کے خواہ چھوٹی عمر کے ہوں یا بڑی عمر کے، نظام میں سوزش اور تورم کی شکایات کا تناسب دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نیز جنسی عمل سے منتقل ہونے والے امراض مثلاً آتشک اور سوزاک خصوصاً ایڈز کے مرض کا انفیکشن مختون کے مقابلے میں غیر مختون مردوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے“ (69)۔

ختنہ نہ کرانے سے فالتو کھال میں ایک زہریلا مادہ جمع ہو جاتا ہے جسے سمیگا (Smegma) کہتے ہیں، اس کے علاوہ اعضائے تناسل کا سرطان (Cancer of

(genitalia) جو مرد کے علاوہ اس کی بیوی کو بھی لاحق ہو سکتا ہے، اعضاءِ تناسل کو سوزش اور ایک بیماری Phimosi جس میں پیشاب میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے (70)۔ ڈاکٹر شیون انگلینڈ کے جنرل آف میڈیسن میں لکھا ہے کہ بلاشبہ بچے کا ختنہ عمر بھر کے لیے جنسی اعضا کی نظافت کا کام آسان کر دیتا ہے اس طرح عین میں فالتو کھال کے نیچے بیماری کے جراثیم جمع نہیں ہو سکتے (71)۔ امریکہ اور افریقہ میں سروے سے پتا چلا ہے کہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہونے والے بیشتر غیر مصلح حضرات ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ختنہ ایڈز سے بھی محفوظ رکھتا ہے (72)۔

بول و براز کی احتیاط

اسلام میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ کسی کے مسلمان کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے مقامات پر بول و براز سے منع فرمایا ہے جہاں دوسرے لوگ بچھرت جاتے ہوں۔ اس سلسلے میں پیغمبر اقدس ﷺ کے ارشادات پر عمل کر کے کئی بیماریوں کے جراثیم کی بیماری سے تندرست شخص تک منتقلی کو روکا جاسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ”لَعْنَتُكَ دَوَّامُونَ“ صحابہ نے عرض کیا ”وہ کون سے دو کام ہیں“ آپ ﷺ نے جواب دیا ”لوگوں کی گذرگاہ پر یا سایہ میں قضائے حاجت کرنا“ (73)۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے بچو جو لعنت کا باعث ہیں۔ پانی کے گھاٹ پر سائے میں اور گذرگاہ میں بول و براز کرنے سے (74)۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ (75)۔

تم میں سے کوئی شخص ساکن پانی میں پیشاب نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کسی کو نہانے کی حاجت ہو تو وہ تھمے ہوئے پانی میں نہ نہائے۔ لوگوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا پھر کیا کرے انہوں نے کہا: ہاتھوں سے پانی لے کر نہائے (76)۔

یہاں یہ بات مد نظر رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہتے پانی میں نہانے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ وہ پانی بہہ جاتا ہے اور جسم کی آلائش وغیرہ بھی اس کے ساتھ بہہ جاتی ہے لیکن ساکن پانی میں جسمانی آلائش اور جراثیم وغیرہ دھل کر چلے جائیں گے اور کسی دوسرے شخص کے وہ پانی استعمال کرنے پر اسے بیماری میں مبتلا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (مسجد کی دیوار پر) بلغم دیکھا۔ یہ آپ ﷺ کو ناگوار گزر اور ناگواری آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بھی محسوس کی گئی۔ پھر آپ ﷺ اٹھے اور خود اسے صاف کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ایک کنکری اور اسے صاف کر دیا (76 الف)۔

بازار میں کھانا

بازار میں کھڑے ہو کر یا چلتے پھرتے کھانا تہذیبی تقاضوں کے خلاف ہے اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے بھی منافی ہے۔ بازار میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جن میں بعض مختلف قسم کی بیماریوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ جو لوگ دیکھریا یا وائرس سے پھیننے والی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں وہ سانس خارج کرتے وقت کھانتے چھینکتے وقت حتیٰ کہ بولنے کے دوران ان خور ریبینی موجودات (Microorganisms) کو ہوا میں چھوڑتے رہتے ہیں اور بازار میں اگر کوئی چیز کھائی یا پی جائے تو وہ ہوا میں موجود ان جراثیم سے آلودہ ہو جاتی ہے

اور اس سے بیماری کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی لیے بازار میں کھانے پینے سے منع کیا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد ہے

أَلَا كُلُّ فِي السُّوقِ دَنَاءَةٌ (77)

بازار میں کھانا کمینہ حرکت ہے۔

مٹی کھانا

مٹی کھانا یا مٹی کی ملاوٹ والی چیزیں کھانا نہایت مضر صحت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مٹی میں مختلف قسم کا جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بھاری دھاتوں کے ذرات بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مٹی کھانے سے منع فرمایا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من اكل الطين فکانها اعان علی قتل نفسه (78)

جو شخص مٹی کھاتا ہے وہ اپنے آپ کو قتل کرنے میں اعانت کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مٹی نہ کھایا کرو کیونکہ اس میں تین نقصانات ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیشہ کی بیماری دوسرے اس سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے اور تیسرے اس سے انسان کا رنگ زرد ہو جاتا ہے (79)۔

متعدی امراض کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات

وہ تمام بیماریاں جو ایک سے دوسروں کو لگ سکتی ہیں۔ متعدی بیماریاں کہلاتی ہیں اور ایسے تمام امراض جراثیم کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ مرض پیدا کرنے والے جراثیم کا ایک سے دوسرے شخص تک منتقل ہونے کا عمل تعدیہ کہلاتا ہے (80) جراثیم اس طرح منتقل ہونے کے بعد تندرست شخص کے جسم میں تقسیم کے نتیجے میں اپنی تعداد بڑھانے لگتے

ہیں، جب یہ تعداد ایک خاص حد کو پہنچ جاتی ہے تو مرض کی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ تعدیہ کو انگریزی میں (Infection) اور عربی میں عدوی کہتے (81)۔ مرض پیدا کرنے والے زندہ خوردبینی اجسام کا بافت (Tissue) میں سرایت کر کے وہاں پر ماہیتی (Pathogenic) تبدیلیاں پیدا کرنا عدوی کہلاتا ہے۔

عدوی کا لفظ احادیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کتب احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے کہ بعض بیماریاں بیمار سے تندرست تک منتقل ہو سکتی ہیں اور آپ ﷺ نے ان بیماریاں سے بچاؤ کے لیے ہدایات جاری فرمائیں اور رسول مکرم ﷺ نے اس حقیقت کی اس وقت خبر دی جس کے کم بیش دس صدیاں بعد جراثیم کے وجود کا پتا چلا اور تعدیہ کو سائنسی حقیقت تسلیم کیا گیا۔ حضور سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحِّ (82)

کوئی مرض پیدا کرنے والا کسی تندرست کے پاس نہ ٹپک پڑے

در اصل ممرض کا معنی ایسا شخص ہے جس کا کوئی اونٹ بیمار ہو اور مصحح کا مطلب جس

کے اونٹ تندرست ہوں (83)۔ اسی لیے مولانا وحید الزمان نے مندرجہ بالا احادیث کا ترجمہ

یوں کیا ہے ”بیمار اونٹوں والا اچھے تندرست اونٹوں والے سے اپنے اونٹ نے

ملائے“ (84)۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویوں قدس سرہ العزیز نے اس حدیث کا مفہوم یہ

لیا ہے ”ہرگز بیمار جانور تندرست جانوروں کے پاس پانی پلانے کو نہ لائے جائیں“ (85)۔

انہوں نے بہت ہی کی سنن کے حوالے سے اس حدیث پاک میں نقل فرمایا۔

لا يعل الممرض على المصحح وليحل المصحح حيث شاء قيل ولم

ذلك قال لانه اذى (86)۔

تندرست جانوروں کے پاس بیمار جانور نہ لائیں اور تندرست جانور جہاں چاہے لے

جائے۔ عرض کی گئی کہ یہ کس لیے؟ فرمایا اس لیے کہ اس میں اذیت ہے۔

حضور سرور کو نبین ﷺ نے طاعون (Plague) اور جذام (Leprosy) سے بچنے کے لیے جو ہدایات فرمائی ہیں ان سے واضح پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ ان متعدی امراض کے جراثیم کے ذریعے پھیلنے سے اپنے امتیوں کو آگاہ فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ ایک روایت جو بخاری و مسلم میں موجود ہے ہمارے مذہبی پیشواؤں کو امراض کے متعدی ہونے کی حقیقت تسلیم کرنے سے روکے ہوئے ہیں حالانکہ دیگر کئی احادیث تعدیہ کے ثبوت میں روایت کی گئی ہیں۔ بخاری شریف کی کتاب الطب میں ایک باب کا عنوان ہی ”لَا عَدْوٰی“ ہے جس کا مطلب ہے کہ چھوت لگنا کوئی حقیقت ہے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری میں دو اور ابواب ”الْجَذَامُ“ اور ”لَا هَامَةَ“ میں بھی لاعدوی والی روایات موجود ہیں جن روایت میں لاعدوی کا لفظ موجود ہے یہ زیادہ تر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی سند سے نقل کی گئی ہیں یا پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ ان دونوں سلسلہ اسناد سے روایت کی گئی احادیث محدثین نے جرع کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب ان کے چچا زاد بھائی حضرت حارث بن ابی رضی اللہ عنہ نے لاعدوی والی حدیث کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے انکار کیا کہ فرمایا کہ میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا البتہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں نہ لائے جائیں۔ اس پر حضرت حارث اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں جھگڑا ہوا اور موخر الذکر صحابی نے حبشی زبان میں کچھ کہا جس کا مطلب تھا کہ میں اس حدیث (یعنی لاعدوی) کے بیان کرنے سے انکار کرتا ہوں (87)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اسی طرح بد شگوننی“ البتہ تین چیزوں میں (اگر نحوست کوئی چیز ہو) تو ہو سکتی ہے گھوڑے اور عورت اور گھر میں“ (88)۔ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ملی تو سخت برہم ہوئی اور فرمایا ”اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ پر قرآن اتارا رسول اللہ ﷺ یہ نہیں فرمایا البتہ انہوں نے یہ فرمایا کہ

زمانہ جاہلیت کے لوگ اس (گھوڑے، عورت اور گھر) سے بد فالی لیتے تھے (89)۔ یہ روایت طحاوی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لاعدوی والی روایت کے آدھے کی نفی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہے اور لاعدوی کی نفی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔
مسند امام احمد میں اس روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

لَا يُورِدُ ذُو عَاهَةِ عَلَى مُصْبِحٍ (90)۔

تندرست کے پاس بیمار کو نہ پھٹکنے دو

امام مالک علیہ الرحمہ نے اپنی مؤطا میں اس روایت کو یوں نقل فرمایا ہے۔

”مریض تندرست کے پاس نہ جائے اور تندرست جہاں چاہے جائے۔ صحابہ نہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے۔ فرمایا: اس میں اذیت ہے“ (91)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کو اپنی امت کا اس قدر خیال تھا کہ آپ ﷺ نے مریض کو صحت مند افراد کے ساتھ گھل مل کر رہنا تو دور کنار ان کے پاس جانے سے بھی روک دیا تاکہ ان کی بیماری اگر متعدی ہے، تو اس کے جراثیم صحت مند افراد تک منتقل ہی نہ ہو سکیں اور وہ اس مریض کی بیماری سے محفوظ و مامون رہیں۔ یہاں یہ بھی مد نظر رہے کہ تندرست آدمی کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ جہاں چاہے جائے یعنی وہ بیمار کے پاس اس کی عیادت، علاج یا دیکھ بھال کے لیے جاسکتا ہے کیونکہ وہ محض چند حفاظتی تدابیر اختیار کر کے ہر قسم کی جراثیمی حملے سے بچ سکتا ہے۔

آج میڈیکل سائنس کے شعبے میں تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ کچھ بیماریوں موشوں یا جانوروں سے انسانوں میں منتقل ہو سکتی ہیں۔ بیمار جانوروں کا دودھ یا گوشت استعمال کرنے سے بعض بیماریوں انسانوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث پاک میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

”بیمار لونٹ کا مالک بھی بیمار لور تندرست لونٹ کا مالک بھی تندرست ہوتا ہے“ (92)۔

جذام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

فِرْمَانَ الْمَحْزُومِ كَمَا تُفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ (93)

جذامی شخص سے دور رہو جیسا کہ شیر سے خود کو دور رکھتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جذامی سے چو جیسا درندے سے بچتے ہو۔ وہ ایک وادی میں اترے تو تم دوسری میں اترو“ (94)۔ اس حدیث پاک سے عصری تحقیق کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ جہاں جذامی موجود ہو وہاں نہ جائیں تاکہ اس کے جراثیم آپ تک پہنچ کر آپ کو بھی اس بیماری میں مبتلا نہ کر دیں کیونکہ یہ بیماری ایک میکریا-Myco bacterium leprae کے باعث پیدا ہوتی ہے (95) جو ایک بیمار سے دوسرے تندرست شخص تک منتقل ہو سکتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے عہد مبارک میں ہی اسی حقیقت سے آگاہ فرمادیا تھا کہ جذام ایک متعدی بیماری ہے، حالانکہ اس کے جرثومہ کی دریافت ناروے کے ڈاکٹر ہانسن (Dr. Hansen) نے ۱۸۷۳ء میں کی اور ۱۹۶۰ء میں ان جراثیم کی آمدورفت کا پتہ شپہر ڈ نے چلایا۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر ہانسن نے جذام کے جرثومہ کی دریافت تپ دق کے جراثیم سے ۹ برس قبل کی (94)۔ اب تو اس بیماری پر کافی کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے، آج سے ڈھائی عشرے قبل اس سے مختلف ممالک کی ایک بڑی تعداد متاثر ہوئی۔ عالمی ادارہ صحت کی معلومات کے مطابق ۱۹۷۵ء میں اس بیماری (کوڑھ) کے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ (1,60,000,00) مریض پوری دنیا میں موجود تھے (96)۔

جذام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس مرض کا چھوت بذریعہ جلد پھیلتی ہے تو گویا یہ ان بیماریوں میں سے ہے جن میں جراثیم براہ راست بیمار اور تندرست کے جسمانی اتصال سے

منتقل ہوتے ہیں اس لیے اسے امراض ساریہ (Contagious Diseases) میں شمار کیا جاتا ہے (97)۔ اس سے بچنے کے لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی امام مسلم علیہ الرحمہ نے کتاب السلام میں نقل فرمایا ہے۔ جس کے راوی عمرو بن شرید ہیں جنہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت کی ہے کہ جب وفد ثقیف حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت تو ان میں ایک شخص کو جذام کا عارضہ تھا حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو کھلا بھیجا

ارجع فقد بايعناك (98)

تولوٹ جاہم تجھ سے بیعت کر چکے

یہ روایت ابن ماجہ اور ابن جریر نے بھی نقل فرمائی ہے۔ اور اسے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے اپنی تصنیف ”الحق المجتلی فی حکم المبتلی“ میں نقل کیا ہے (99)۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک مجذوم کو آتے دیکھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ”اے انس پھوٹا لٹ دو، کہیں یہ اس پر اپنا پاؤں نہ رکھ دے“ (100)۔ یہ دونوں احادیث واضح طور پر ثابت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بیماری کے متعدی ہونے کی حقیقت سے آگاہ تھے اور آپ ﷺ نے جذامی کو بیعت کے لئے بھی نہیں چھوڑا اور دوسرے جذامی کے بستر پر بیٹھنے سے قبل پھوٹا لٹ دینے کا حکم دیا تاکہ اس کے جسم سے جراثیم کپڑے پر منتقل ہو کر دوسرے صحت مند شخص تک نہ پہنچ سکیں۔ یہ ایک جدید سائنسی انکشاف ہے کہ مریض جب بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے نکلنے والی سانس میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں جو کہ مخاطب کی ناک یا منہ کے راستے داخل ہو کر اسے بیمار کر سکتے ہیں۔ تپ دق، خسرہ، کالی کھانسی، سعال، چیچک، کن پڑے اور کوڑھ اسی صورت میں پھیلتے ہیں۔ اس عمل کو Droplet Infection کہتے ہیں (101)۔ اس عفونت سے بچنے کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ

عنه روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

كَلِمَ الْمَجْدُومِ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ قَيْدُ رُمَحٍ أَوْ رَمَحَيْنِ (102)۔

مجذوم سے اس طور پر بات کر کہ تجھ میں اور اس میں ایک یا دو نیزے کا فاصلہ ہو۔

ڈاکٹر خالد غزنوی نے ”رح“ کا ترجمہ ”تیر“ کیا ہے (103)۔ ان کے مطابق تیر کا فاصلہ

پانچ فٹ کے قریب بنتا ہے جو معقول بھی ہے اور مریض کی سانس کے ساتھ خارج ہونے

والے جراثیم کی دسترس سے بھی باہر ہے (104)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

”جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ“ ان سے بات کرو تو تم میں اور ان میں ایک ایک نیزے کا

فاصلہ ہو“ (105)۔ دو اور روایات میں بھی جذامیوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے منع

فرمایا گیا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تعدوا النظر الى المجذومين (106)

جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لا تديموا النظر الى المجذومين (107)۔

مجذومیوں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو

ایک حدیث پاک میں تو جذام کو واشگاف الفاظ میں متعدی قرار دیا گیا۔ اس کے مطابق

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادی عفسان سے گذرے وہاں کچھ لوگ

مجذوم پائے۔ آپ ﷺ مرکب کو تیز چلا کر وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا

ان كان شتى من الداء يعدى فهو هذا (108)

اگر کوئی بیماری اڑ کر (متعدی) لگتی ہے تو وہ یہی ہے

امام احمد علیہ الرحمہ ایک حدیث نقل کی ہے جس کو علامہ ابن قیم نے ”زادی

المعادنی ہدی خیر العباد“ کے باب ”الطب النبوی ﷺ میں درج کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے شادی کی۔ جب آپ ﷺ نے اس کے ساتھ مباشرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں ایک سفید داغ دیکھا۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں چلی جاؤ“ (109)۔ لیکن اس حدیث کی سند میں جمیل بن رائد طائی ہیں جن کو بہتوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متضاد روایات نقل کی گئی ہیں، کچھ مجذومیوں کے ساتھ ان کے اکٹھے کھانے کے متعلق ہیں جبکہ دیگر اس کے برعکس ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جذام کو متعدی مانتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ایک جذامی عورت کعبہ مکرمہ کا طواف کر رہی تھی۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا ”اے اللہ کی بندی! لوگوں کو ایذا نہ دے، اچھا ہو کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، پھر وہ گھر سے نہ نکلیں“ (110)۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ جو کہ اہل بدر سے ہیں، انہیں یہ مرض تھا۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھے (111)

امام نووی علیہ الرحمہ نے صحیح مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض علما کے نزدیک اگر خاندان جذامی نکلے تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ اسی طرح جذامی کو مسجد میں آنے اور لوگوں کے ساتھ ملنے سے روکا جائے گا لیکن جمعہ کی نماز سے نہ روکا جائے گا (112)۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اطباء کے نزدیک یہ بیماری (جذام) متعدی اور نسلی طور پر وارثاً چلنے والی ہے اور جو آدمی مجذوم کے قریب رہتا ہے یا مسلول کے قریب رہتا ہے، وہ اس کے سانس کے اثر سے متاثر ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے پیغمبر خدا ﷺ نے امت پر کمال شفقت اور غیر معمولی جذبہ خیر خواہی کی وجہ سے امت کے ہر فرد کو ایسے اسباب اختیار کرنے سے منع فرمایا جن سے امت کا کوئی فرد فساد و عیب جسمانی و قلبی میں مبتلا ہو جائے (113)۔

تشنج

تشنج یا کزاز (Tetanus) ایسا مرض ہے جو ایک بیکٹریا (Clostridium tetani) کے باعث پیدا ہوتا ہے (114)۔ عام طور پر یہ زخموں کے ذریعے انسان جسم میں منتقل ہوتا ہے تشنج پیدا کرنے والا یہ بیکٹریا اس کے اسپوز عموماً اصطبل، کھاد اور باغ کے کوڑے کرکٹ میں پائے جاتے ہیں۔ سوراخ کرنے یا گھسنے والے زخم یا جو نوکیلی چیزوں سے ہوتے ہیں، جراثیم کو جسم کے اندر داخل کر دیتے ہیں۔ یہ جراثیم جسم کے اندر ان مقامات پر تیزی سے تعداد میں بڑھ جاتے ہیں جہاں ہوا نہیں ہوتی (115)۔ آج کل شہروں ہمارے ملک کے شہروں اور قصبوں میں تانگے، ریڑھیاں اور ہیل گاڑیوں کا رواج ہے، جن کے کھینچنے کے لیے گدھے، گھوڑے، خچر اور ہیل استعمال ہوتے ہیں۔ یہ بار برداری کے جانور سڑکوں پر بول و براز خارج کرتے چلے جاتے ہیں جس کے باعث تشنج کے جراثیموں سے ہماری سڑکیں اور گلیاں اٹی پڑی ہیں اس لیے ڈاکٹر حضرات سڑک پر گرنے اور زخمی ہونے کی صورت میں تشنج سے چاؤ کا ٹیکہ اے ٹی ایس لگوانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جانوروں خاص طور پر گدھے، گھوڑے اور خچر وغیرہ کے فضلات سے اپنے جسم اور کپڑوں کو چانے کی تاکید فرمائی ہے اور اگر ان کا بول و براز جسم یا لباس سے لگ جائے تو دھوئے بغیر نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ آپ رفع حاجت کے لیے پتھر استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس مقصد کے لیے ہڈی اور گوبر کے استعمال سے منع فرمایا (116)۔ صحیح بخاری کے ایک باب کا عنوان ہے لَا يَسْتَنْجِي بِرَوْثِ (گوبر سے استنجانہ کرے) (117)۔ جانوروں کے فضلے بالخصوص لید میں تشنج کے جراثیم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہڈیاں کھانے کے بعد پھینک دی جاتی ہیں۔ ان کو کتے اور بلیاں چاٹتے اور چوستے ہیں اور کھانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح ان جانوروں کا لعاب ہڈی کے ساتھ لگ جاتا ہے خاص طور پر کتے کے لعاب میں ایک مہلک

بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں اس لیے رفع حاجت کے وقت گوبر اور ہڈی کے استعمال سے منع فرمایا گیا ہے۔

طاعون

ہمارے نبی اکرم ﷺ نے طاعون سے حفاظت کے لیے بھی اپنے پیروکاروں کو ایسی تعلیمات مرحمت فرمائی ہیں جن پر عمل کر کے اس موذی مرض کو وسیع پیمانے پر پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے۔ طاعون کو انگریزی زبان میں پلگ (Plague) کہتے ہیں جس کا لاطینی زبان میں مطلب ہے طمانچہ یا تھپڑ، جو رومیوں کے بقول دیوتاؤں کی طرف سے سزا اور ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے (118)۔ یہ ایک شدید قسم کا متعدی وبائی مرض ہے جس کا سبب ایک خاص قسم کا جرثومہ (Pasteurella Pestis) ہے (119)۔ یہ بیکریا نہایت مختصر بیضوی اور متحرک ہوتا ہے، جو دھوپ میں باسانی ہلاک ہو جاتا ہے یہ جرثومہ سخت زہریلا ہے اور اندرونی طور پر سمین (زہر) پیدا کرتا ہے۔ سب سے پہلے چوہے طاعون سے متاثر ہوتے ہیں جن سے پسوؤں کے ذریعے یہ مرض انسانوں میں منتقل ہوتا ہے (120)۔ اور پھر وبائی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر کسی علاقے میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑے تو اس صورت حال میں ایک مسلمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ نہ اس مرض کو دوسروں تک پھیلانے کا سبب بنے اور نہ ہی خود جا کر اس وبا میں کودے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بَارِضٍ فَلَا تَدْخُلُوا هَا وَادْوَقِعَ بَارِضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا (121)۔

جب تم کسی ملک میں طاعون کی خبر سنو، تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس ملک میں طاعون آئے جس میں تم ہو تو وہاں سے نکلو بھی نہیں۔

امام مسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بوساطت عامر بن سعد بن اہلی وقاص یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر یا اگلی امت پر بھیجا گیا، پھر جب تم سنو کسی ملک میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمہاری بستی میں طاعون نمودار ہو تو اس کے ڈر سے مت بھاگ نکلو (122)۔

بعض احادیث مبارکہ کہ مطابق نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس بیماری کو جراثیم سے پیدا ہونے والی بیماری قرار دیا۔

مسند ابی یعلیٰ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وخزة تصيب امتي من اعدائهم من الجن (123)۔

طاعون ایک کو نچا ہے کہ میری امت کو ان کے دشمن جنوں کی طرف سے پہنچے گا۔

معجم اوسط کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الطاعون شهادة لامتي و و خزا اعدائكم من الجن (124)۔

طاعون میری امت کے لیے شہادت ہے اور تمہارے دشمن جنوں کا کو نچا ہے۔

مندرجہ بالا دو احادیث کا صرف ابتدائی حصہ نقل کیا گیا ہے جس میں لفظ ”الجن“

قابل توجہ ہے۔ ہمارے محدثین کرام نے اس لفظ پر تفکر و تدبر نہیں کیا، وہ اس لفظ کو ضد انس

سمجھتے رہے ہیں یعنی ایسی مخلوق جن کا بدن اجزائے ناری و ہوائی کا خلاصہ ہے۔ لیکن بعض لغات

میں اس لفظ کے یہ معنی درج ہیں ”ہر چیز جو حواس سے پوشیدہ ہو“ (125)۔ عربی زبان میں

یہ لفظ پوشیدہ یا غیر مرئی اشیاء کے لیے بولا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لاجن بھذا

لامر (126)۔ (اس امر میں کوئی پوشیدگی نہیں)۔ میرے نزدیک مندرجہ بالا دونوں روایات

میں ”جن“ کا معنی خوردبینی موجودات (Microorganisms) یا بیکریا ہے کیونکہ یہ

بھی خالی آنکھ سے نظر نہیں آتے اور پھر یہ انسان کے دشمن ہیں جنہیں میڈیکل سائنس کی

اصطلاح میں (Pathogens) کہتے ہیں۔ تو گویا آنحضرت ﷺ نے طاعون کی بیماری کا

سب دشمن جن یعنی (Pathogens) بتائے ہیں۔ ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ یہ دیکھو یا عام نہیں ہیں بلکہ یہ طاعون کا خاص جرثومہ ہے جیسا کہ لفظ "الجن" ظاہر کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۱۸ ہجری میں شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ سرغ کے مقام پر پہنچے تو ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی ملے۔ ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے یا لوٹ جانا چاہیے۔ ان حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے ذریعے مہاجرین اولین کو بلوایا۔ آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کے لیے رکھی۔ وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہ ہوئے پھر آپ نے انصار سے مشورہ کیا، ان میں بھی اختلاف رہا۔ پھر قریش برگزیدہ افراد جو فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے جلو میں تھے، ان کو بلایا گیا اور ان سے مشورہ کیا گیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر رائے دی کہ آپ کالوٹ جانا مناسب ہے اور وبائی ملک میں لوگوں کو لے جا کر ڈالنا ہرگز مناسب نہیں۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے یہ ماجرا سن کر انہوں نے فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وبا پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ مقام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ (128)۔ یہ واقعہ امام مسلم نے بھی مختصر روایت کیا ہے (129)۔

ایک طرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں طاعون پھیل جائے وہاں سے کوئی شخص دوسرے علاقے میں نہ جائے دوسری طرف طاعون سے مرنے کی فضیلت بیان کی تاکہ لوگ دوسرے علاقوں میں طاعون نہ پھیلاتے پھریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت بیان کی۔

الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (130)۔

طاعون (سے مرنا) ہر مسلمان کے لیے شہادت (خدا کی راہ میں جان دینا) ہے
طاعون سے بھاگ کر کسی دوسری بستی میں جانے میں وہاں بھی یہ وبا پھیل جانے کا
اندیشہ ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

الفرار من الطَّاعُونَ كَالفرار من الزحف (131)۔

طاعون سے بھاگنا جہاد سے بھاگ جانے کی مثل ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کفار کے
سامنے سے بھاگنے والا اور طاعون میں ٹھہرنے والا ایسا ہی ہے کہ جہاد میں صبر و استقلال
کرنے والا۔ مسند امام احمد کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاعون سے بھاگنے والا
جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور جو اس میں صبر کئے رہے، اس کے لیے شہید کا ثواب
ہے“ (132)۔ امام اجل طحاوی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طاعون سے بھاگنا
حرام فرمایا اس میں کوئی تخصیص شہر ویرون شہر کی نہیں (133)۔“

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی ملک میں طاعون کی وبا پھیل چکی
اور تمہیں معلوم ہو گیا تو وہاں مت جاؤ حتیٰ کہ اگر سفر شروع کر چکے ہو تو خبر ملنے پر واپس لوٹ
جاؤ اور اگر تمہاری بستی میں طاعون پھیل جائے تو صبر کرو وہاں سے بھاگ کر کسی
دوسرے شہر کا رخ نہ کرو کہ تمہاری ذریعے اس کے جراثیم وہاں تک پہنچ کر پورے شہر کو اپنی
لپیٹ میں نہ لے لیں۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے ”پیغمبر خدا ﷺ امت کو ایسے علاقے میں
جہاں یہ بیماری پہلے سے موجود ہو، داخل ہونے سے روک دیا ہے اور آپ ﷺ نے جہاں
بیماری پھیل گئی ہو وہاں سے دوسرے علاقے میں جہاں یہ بیماری نہ ہو، بھاگ کر جانے سے
بھی روکا تا کہ غیر متاثر علاقے متاثر نہ ہوں“ اس لیے کہ جن میں بیماری پھیلی ہوئی ہے وہاں
داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو اس بلا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جہاں موت اپنا منہ

کھولے کھڑی ہے“ (134)۔

ہر وبا سے بچنے کا تعلیم

فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایک زمین ہے جس کا ایبن کہا جاتا ہے اور وہ ہمارے زراعت اور غلے کی زمین ہے۔ لیکن اس زمین میں وبا سخت ہے (وہاں وبائی امراض زیادہ ہیں) آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑ دو (وہاں رہنا آنا جانا ترک کر دو) اور وبا ہلاکت اور اتلاف کا باعث ہے (127)۔

باؤلاپن کی بیماری

یہ مرض ایک وائرس (Formido inexoribilis) کی وجہ سے ہوتا ہے جو متاثرہ جانور خاص طور پر کتے کے ذریعے انسانی جسم تک پہنچتا ہے (135)۔ (Rabies) جانوروں کی بیماری ہے، مخصوص حالات کے اندر انسانوں میں ہو جاتی ہے۔ یہ مرض باؤلے کتے کے کاٹنے سے ہوتا ہے۔ اس کے جراثیم کتے کے منہ میں ہوتے ہیں کاٹنے کی صورت میں انسان میں یہ جراثیم انسان میں منتقل ہو جاتے ہیں (136)۔ اگر اس کی ویکسین نہ لگوائی جائے تو یہ مرض پیدا ہو سکتا ہے اور علاج نہ کروانے کی صورت میں مریض کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بیماری سے بچنے کے لیے ایسی ہدایات جاری فرمائیں کہ جن پر عمل کرنے سے بڑی حد تک ہلکا پن کی بیماری سے بچا جاسکتا ہے۔ اولاً تو آنحضرت ﷺ نے بلا ضرورت کتابا پالنے سے منع فرمایا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کتابا پالے جو بچیوں کی حفاظت کے لیے ہونہ شکاری ہو تو اس کے ثواب میں ہر روز دو قیراط

گھٹتے رہیں گے (137)۔ اس کے علاوہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اس میں پڑی ہوتی چیز کھالے یا اسے چائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی احتیاط کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ کتے کے منہ سے لعاب گرتا رہتا ہے جس میں وائرس ہو سکتا ہے مزید برآں کتا مردار کھاتا ہے اس لیے اس کے منہ میں کئی بیماریوں کے جراثیم ہو سکتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کے برتن میں جب کتا منہ ڈالے تو اس کو چاہیے کہ پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ دھو لے (138)۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ پہلی دفعہ مٹی سے دھونا چاہیے (139)۔

غیر مسلموں کا اعتراف

ایک مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر کوخ نے لکھا ہے کہ جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء القلب کے لیے تیر بہدف علاج ہونا دریافت ہو گیا ہے اس وقت سے میں عظیم الشان نبی (حضرت محمد ﷺ) کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں۔ اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات بار دھو ڈالو۔ چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ مٹی سے۔ یہ حدیث دیکھ کر مجھے خیال آیا محمد (ﷺ) جیسے عظیم الشان پیغمبر کی شان میں فضول گوئی نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس میں کوئی مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عضروں کی کیمیائی تحلیل کر کے ہر ایک عضو کا داء القلب میں الگ استعمال شروع کیا۔ آخر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتی ہی مجھ پر منکشف ہو گا کہ اس مرض کا یہی علاج ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مٹی سے برتن دھونے کی رغبت کیوں دلائی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نوشادر ہمیشہ مٹی میں موجود رہتا ہے اور اگر آپ (ﷺ) نے محض نوشادر ہی سے برتن

دھونے کی ہدایت فرمائی ہوتی تو بسا اوقات اس کا ملنا غیر ممکن ہوتا۔ اس لیے مٹی جو وقت اور ہر جگہ پائی جاتی ہے، نرٹوں کی صفائی کے لیے بہترین ذریعہ صفائی ہے (140)۔

ڈاکٹر سائمن نے یہ اعتراف کیا ہے کہ مغرب کو چھوٹی امراض کے بارے میں آگاہی اور نشان راہ اسلامی اور اسلام تعلیمات نے دیا ہے۔ میں نے جب بھی اسلام کا مطالعہ کیا ہے مجھے اس وقت اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ واقعی دین اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے (141)۔

مسلم اطبا اور علم الجراثیم

مسلمان اطبا جراثیم کے ذریعے بیماری کے ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہونے سے آگاہ تھے۔ وہ عدوی یعنی عفونت کے متعلق معلومات رکھتے ہیں۔ ابو بکر محمد زکریا رازی کو جب حکومت وقت نے ایک اسپتال قائم کرنے کے لیے موزوں جگہ کے انتخاب کا کام سونپا تو اس نے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے شہر کے مختلف مقامات اور محلوں میں مناسب جگہوں پر لٹکانے کا حکم دیا۔ ہر روز صبح کے وقت ان ٹکڑوں کا معائنہ کیا جاتا۔ اطباء کی ایک جماعت ہر جگہ جا کر گوشت کے ان ٹکڑوں کا معائنہ کرتی اور رنگ، بو، مزہ اور دیگر تبدیلیوں کو جانچ کر لکھ لیا کرتی تھی۔ تین دن تک ان ٹکڑوں کی باقاعدہ جانچ پڑتال کر کے رپورٹ مرتب کی گئی۔ جس جگہ کا گوشت اپنی اصلی حالت پر باقی رہ گیا اور ہر جگہ سے بہتر ثابت ہوا، رازی نے اس مقام کو اسپتال کے لیے منتخب کیا اور وہیں شفاخانہ قائم کیا گیا (142)۔

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ مسلمان اطبا مشاہدات کے ذریعے کوئی نتیجہ اخذ کرتے تھے۔ مزید برآں رازی نے اس کے ذریعے گوشت کے گلنے سڑنے کو معیار بنا کر اسپتال کے لیے موزوں جگہ کا انتخاب کیا۔ گوشت کے ٹکڑوں میں وقوع پذیر ہونے والی رنگ، بو اور مزہ کی تبدیلیوں کو نوٹ کیا گیا۔ آج ہم جانتے ہیں کہ گوشت میں یہ تبدیلیاں خورد بینی

موجودات (Microorganisms) کے عمل سے ہوتی ہیں۔

چچک ماوراء خوردبینی اجسام وائرس کے باعث پھیلتی ہے۔ یہ ایک چھوت کی بیماری جو وبائی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ رازی نے چچک کے مرض پر تحقیق اور تجربات کو کتابی صورت میں مرتب کیا جس کا نام ”الجدری والحسبہ“ رکھا۔ اس کتاب کا ترجمہ قدیم یورپ کی علمی زبان لاطینی میں ۱۵۶۵ء میں وینس میں طبع ہوا۔ اس کے بعد یونانی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو کر یہ کتاب پورے یورپ میں پھیلی۔ اس کا انگریزی ترجمہ لندن سے ۱۸۳۸ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا جس کا نام (A Treatise on Smallpox and Measles) تھا۔ محققین نے تسلیم کیا ہے کہ رازی کی ہی موضوع پوری معلوم تاریخ میں چچک کے بارے میں پہلی طبی کتاب ہے اس سے پہلے اس کتاب پر کسی شخص نے طبی تحقیق نہیں کیا (143)۔

ایڈورڈ جنر (Edward Jenner) نے رازی کی کتاب کے ترجمہ کو پڑھا۔ اس سے اس کے اندر چچک کے مرض کی طبی تحقیق کا خیال پیدا ہوا، یہاں تک کہ اس نے ۱۷۹۶ء میں چچک کا حفاظتی ٹیکہ (Vaccination) دریافت کیا، جس نے عالمی سطح پر شہرت حاصل کی (144)۔

شیخ بو علی سینا (۹۸۰-۱۰۳۷ء) کی نگاہ حقیقت شناس نے جراثیم اس وقت دیکھ لیے تھے جب خوردبین بھی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ وہ انہیں اجسام خبیثہ (Foul Foreign earthly bodies) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اس سلسلے میں (Rom Landua) رقمطراز ہے:

Ibn Sina was the first to state that bodily secretion is contaminated by foul foreign earthly bodies before getting the infection.(145)

یہی بات طب اسلامی کے متعدد مورخین و محققین نے نقل کی جن میں پروفیسر حکیم نیرواسطی (146) ڈاکٹر محمد سعود (147) اور ڈاکٹر ابراہیم ملی۔ سید (148)۔ شامل ہیں۔ ڈاکٹر

گروئر (Dr. Grunner) جو انگریزی میں ”القانون فی الطب“ کا شارح ہے، لکھتا ہے کہ ابن سینا امراض کے اس سبب (جراثیم کے باعث بیماری کے لگنے) سے بے خبر نہ تھا (149)۔ شیخ الرئیس بو علی سینا بعض امراض کے متعدی ہونے کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے۔ انہوں نے القانون میں لکھا ہے ”بعض امراض ایسے ہیں جو ایک مریض سے دوسرے کو منتقل ہوتے ہیں جیسے جذام، جرب (ترخارش)، جدری (چچک) و بانی خار (150)۔

آج جدید تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ مندرجہ بالا امراض خوردبینی موجودات (Microorganism) ایک شخص سے دوسرے تک پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ آشوب چشم کے بارے میں بھی ابن سینا نے لکھا ہے کہ یہ بیماری مریض سے تندرست آدمی کو لگ جاتی ہے خصوصاً جب دوسرے کی دکھتی ہوئی آنکھ کو بار بار غور سے دیکھا جائے (151)۔

ابوالحسن علی بن سهل بن الطبری نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”فردوس الحکمت“ میں چند متعدی امراض کا ذکر یوں کیا ہے ”جذام کا شمار متعدی امراض میں ہے۔ یہ مریض کے پاس رہنے کی وجہ سے دوسرے شخص کو کبھی ہو جاتا ہے، جس طرح خارش اور چچک چھوت کی بیماریوں ہیں“ (152)۔

اندلس کے مایہ ناز طبیب لسان الدین ابن الخطیب علم الجراثیم (Bacteriology) کے میدان میں قابل ذکر تحقیقات کیں اور معزلی سائنس دانوں سے بہت پہلے نظریہ جراثیم (Germ Theory) پیش کیا۔ اس طبیب کو قدرت نے تحقیق و تجسس کا صحیح شعور اور اعلیٰ درجے کی دماغی صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں۔ اس نے امراض کے اسباب اور پھیلاؤ پر گراں قدر تحقیقات کیں۔ اس نے غور کرنا شروع کیا کہ بعض امراض پھیل جاتے ہیں اور بعض امراض نہیں پھیلتے۔ پھیلنے والے امراض و بانی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور گھر کے گھر صاف ہو جاتے ہیں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ امراض کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۱۔ متعدی امراض

۲۔ غیر متعدی امراض

متعدی امراض کی دریافت کے بعد ابن الخطیب اس جستجو میں مصروف ہو گیا کہ متعدی امراض پھلتے کیوں ہیں؟ وہ سبب یا اسباب کیا ہیں؟ وہ جسم میں پیدا ہوتے ہیں یا باہر سے آکر لگ جاتے ہیں اور ان کے پھیلنے کا سبب وہ نہایت باریک کیڑے ہیں جو نظر نہیں آتے مگر وہ مرض کے کیڑے ہیں۔ ان کیڑوں کا نام اس عظیم محقق نے جراثیم (Germs) رکھا (153)۔

یورپ میں اکثر مرض طاعون (Plague) پھیلا کرتا تھا یہ موزی مرض وبا کی طرح پھیلتا اور گھر کے گھر صاف کر دیتا۔ ابن الخطیب نے طبعی نقطہ نظر سے اس مرض پر تحقیق شروع کر دی۔ ۱۳۳۸ء میں جب یورپ میں طاعون نے وبا کی صورت اختیار کر لی ہزاروں جانیں ضائع ہو گئیں ہر طرف قیامت کا منظر تھا۔ اہل یورپ اس ”کالی بلا“ سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ گھر میں اگر کوئی شخص اس وبا سے متاثر ہوتا تو وہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ اس مرض میں مبتلا مریض ہر قسم کی ہمدردیوں اور طبعی امداد سے محروم رہتا اور بے یار و مددگار تڑپ تڑپ کر ختم ہو جاتا۔ ابن الخطیب مرض طاعون کی ہلاکت آفرینیوں سے بہت متاثر ہوا اور اس کے اسباب اور وبائی صورت میں پھیلنے پر سائنسی تحقیقات جاری رکھیں اور پھر انہیں کتابی صورت میں مرتب کیا۔ اس کتاب میں اس نے ثابت کیا کہ کسی مکان پر طاعون کا حملہ ہوتا ہے تو اس کے مبینوں کے ذریعے دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی صحت مند بندرگاہ میں متاثرہ مقام سے کوئی شخص آجائے تو وہاں بھی یہ مرض پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ جس شہر میں یہ مرض پھیلے اس کی ناکہ بندی کر دی جائے اور وہاں سے کسی کو دوسرے شہر منتقل نہ ہونے دیا جائے اگر وہاں سے نکالنا از بس ضروری ہو تو انہیں کسی آبادی والے علاقے میں نہیں جانے دیا جائے بلکہ نئی کھلی جگہوں پر ان کا قیام کرانا چاہیے (154)۔

کچھ لوگوں نے ابن الخطیب سے مذہبی بنیاد پر اختلاف کیا کیونکہ اس زمانے میں عیسائیت کے پیروکار اور چرچ اس مرض (طاعون) کو خدا کا عذاب سمجھتے تھے۔ اسی طرح مسلمان بھی بعض روایات کی روشنی میں ابن الخطیب کی تحقیق سے اتفاق کرنے میں

ہچکچاہٹ محسوس کر رہے تھے۔ اس عظیم محقق نے انہیں اپنی تحقیق بتا کر اس طرح قائل کرنے کی کوشش کی :

”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ”تعدیہ“ (امراض کا پھیلنا) کے امکان کو نہیں مان سکتے کیونکہ یہ احکام الہی کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو ہمارا یہ جواب ہے کہ تعدیہ کا وجود تجربات، فہم و ادراک کی شہادت اور قابل اعتماد بیانات سے ثابت ہے، اور یہ تمام حقائق زبردست دلیل ہیں۔

تعدیہ کی صداقت پر تحقیق کرنے والے پر یہ بات پوری طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص جو کسی متعدی مرض میں مبتلا مریض کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور قریب رہتا ہے آخر کار اس مرضی میں وہ بھی مبتلا ہو جاتا ہے لیکن ایک ایسا شخص جو متعدی مرض میں مبتلا شخص سے دور رہتا ہے وہ اس مرض سے بالکل محفوظ رہتا ہے۔

تحقیق کرنے والا یہ بھی معلوم کر سکتا ہے کہ متعدی مرض کے جراثیم مریض کے کپڑوں، اس کے کھانے پینے کے برتنوں، حدیہ ہے کہ کان کے بندوں کے ذریعے سے بھی دوسرے آدمیوں میں منتقل ہو جاتے ہیں“ (155)۔

ابو جعفر احمد ابن خاتمہ الانصاری (۱۳۲۳-۱۳۶۹ء) متعدی امراض پر گہری نظر رکھتا تھا۔ وہ جراثیم کے وجود اور ان کے انسانی جسم میں داخل ہو کر مختلف امراض پیدا کرنے سے بھی واقف تھا۔ اس کا اعتراف غیر مسلم مورخین طب نے بھی کیا ہے چنانچہ (Rom Landua) رقطراز ہے :

Ibn Khatima of the 14 th Century stated that man is surrounded by minute bodies which enter the human body and cause disease(156)

۱۳۲۸ء میں المریہ میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور ابن خاتمہ کو اس مرض اور اس کے علاج کے بارے میں عملی طور پر تحقیق کرنے کا موقع مل گیا (157)۔ اس مرض پر اس نے ایک رسالہ ترتیب دیا جس کا نام ”تحصیل غرض القاصد فی تفصیل المرض الوافد“ تھا۔ اس

(221)

نے اس میں ثابت کیا کہ مرض طاعون واقعی ایک متعدی مرض ہے جو بہت تیزی سے ایک مریض سے دوسرے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس نے مختلف جغرافیائی حالات میں اس وبا کے مختلف اثرات کا جائزہ لیا اور یہ بتایا کہ کیوں کچھ لوگ اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور کیوں کچھ بچ جاتے ہیں۔ ان خاتمہ نے اس کے متعدی ہونے پر دلائل دیئے اور پختے کی تدابیر بتائیں (158)۔

قطب الدین الشیرازی نے جو ۱۲۳۶ء سے ۱۳۱۱ء تک زندہ رہا، کوڑھ پر ایک مستند کتاب ”رسالہ فی البرص“ لکھی (159)۔ مسلم حکمرانوں نے بھی وبائی امراض پر تحقیق اور ان کی روک تھام کے لئے خطیر رقوم خرچ کیں۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ولید نے مریضان جذام کے لیے علیحدہ جگہ بنا دی تھی اور ان کو باقاعدہ کھانا مہیا کیا جاتا ہے (160)۔ تاکہ معاشرے کے دوسرے افراد اس مرض سے نظر ہیں۔

حواشی

1. نعیم الدین زبیری، حکیم۔ مرضیات (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لپیڈ) ص ۹۳
2. ایضاً ص ۹۰
3. ایضاً
4. محمد ہشام صدیقی۔ امراض لور ان کی حقیقت (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۳ء) حصہ اول ص ۳۰
5. ایضاً
6. **The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 5, p.209**
7. محمد ہشام صدیقی۔ امراض لور ان کی حقیقت، حصہ اول ص ۳۰
8. **Hegner, Robert W. & Engemann, Joseph G., Invertebrate Zoology (The Macmillan Co.1968) p.5**
9. ایضاً ص ۹۱، ۹۲ / مرضیات ص ۳۱، ۳۲
10. **The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 5, p.209**
11. گھریلو انسائیکلو پیڈیا (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۸ء) ص ۱۳۹
12. محمد ہشام صدیقی۔ امراض لور ان کی حقیقت، حصہ اول ص ۳۲
13. محمد شریف جامعی، حکیم۔ ماہیت الامراض (لاہور: مجلس ترقی ادب، مارچ ۱۹۶۳ء) حصہ اول ص ۲۵
14. محمد کرم شاہ، پیر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ) جلد پنجم ص ۲۶۸
15. جامع ترمذی حوالہ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۳۰
16. محمد کرم شاہ، پیر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ) جلد پنجم، ص ۲۶۸
17. قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ مترجم سید محمد متین ہاشمی (پنڈی بھیاں: انجمن اصلاح المسلمین، اپریل ۱۹۸۳ء) ۷۸: ۷۹
19. اسلم جیراج پوری، علامہ۔ تاریخ الامت (لاہور: دوست ایسوسی ایشن، ۱۹۹۳ء) ص ۱۱۱

20. قاضی عیاض، الشفاء: ۱: ۷۸ / ضیاء النبی ﷺ ۵: ۲۶۷
21. ضیاء النبی ﷺ ۵: ۲۶۷
22. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر اسلام اور طب جدید، ص ۹، ۱۰
23. حامد الرحمن صدیقی، مولانا (مرتب) ارشادات رسول اکرم ﷺ (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، جون ۱۹۸۲ء) ص ۵۳۰
24. صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ۱۷۳، افضل من بات علی الوضوء، حدیث ۲۴۲
25. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات، جنوری ۱۹۹۹ء) جلد دوم، ص ۳۹۷
26. امین الدین، حکیم سید۔ طب نبوی ﷺ نقوش رسول ﷺ نمبر (لاہور: ادارہ فروغ اردو، جنوری ۱۹۸۳ء) جلد چہارم، ص ۹۵، ۹۶
27. ایضاً، ص ۹۵
28. چغتائی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس ۲: ۲۰۶
29. سنن ابن ماجہ / حامد الرحمن صدیقی۔ ارشادات رسول اکرم ﷺ ص ۵۳۰
30. جامع ترمذی، جلد ۲، ص ۶
31. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۰
32. بہار شریعت، جلد ۱۶، ص ۳۳
33. مسند درامی، کتاب الاطعمہ، باب فی اللمدیل عند الطعام، ص ۱۸۶
34. نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد ۴، ص ۹۳
35. صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ۱۷۱، حدیث ۲۴۱
36. نسائی حوالہ نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد ۴، ص ۹۳
37. خالد غزنوی، ڈاکٹر طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، مارچ ۱۹۹۵ء) ص ۱۳۳
38. نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد ۴، ص ۹۳
39. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید۔ ۱۲
40. ایضاً
41. Hasan Ghaznawi, "Islam and Medicine", Islamic

Medicine edited by Shahid Athar, p.72

42. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس حصہ اول، ص ۱۲۴
43. نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد ۴۔ ۹۳
44. صحیح بخاری، کتاب الاثر، باب ۳۶۷ التنفس فی الاناء، حدیث ۵۹۰
45. سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمۃ، باب النفع فی الطعام، حدیث ۱۷۳
46. صحیح بخاری، کتاب الاثر، باب ۳۶۵ الشرب بنفسین او ثلثہ، حدیث ۵۹۰
47. سنن ابن ماجہ، حدیث ۱۷۶
48. ابن قیم، طب نبوی ﷺ
49. مسلم شریف / ابن ماجہ، ابواب الاثر، باب تخمیر الاناء، حدیث ۲۹۵
50. ابن ماجہ، باب تخمیر الاناء۔ حدیث ۲۹۶
51. صحیح بخاری، کتاب الاثر، باب ۳۶۱ تغذیۃ الاناء، حدیث ۵۸۲، ۵۸۳
52. صحیح بخاری، کتاب الاثر، باب ۳۵۱ شرب اللبن، حدیث ۵۶۵
53. صحیح مسلم، کتاب الزہد، تشمیت العاطس و کراہۃ الشاؤب، حدیث ۴
54. ایضاً، حدیث ۵
55. صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ۶۷۷، حدیث ۱۱۵۳
56. ابن القیم الجوزی، امام۔ مختصر زاد المعاد، تلخیص محمد بن عبد الوہاب، ترجمہ ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری (لاہور: ادبیات انارکلی) ص ۱۵۳
57. صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ۶۲۰ (التبسم والضحک۔۔۔)
58. **Shahid Athar (ed). Islamic Medicine**
59. نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد چہارم، ص ۹۲
60. ایضاً
61. صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ۵۱۳ (تقلیم الاطفال)، حدیث ۸۳۵ / مؤطا امام مالک۔ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی ۱۳۹۹ھ) ص ۶۴۱
62. صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ۵۱۲، حدیث ۸۳۲
63. صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ۳۱۲، حدیث ۵۸۱
64. **The Gospel of Barnabas (Oxford Univeristy Press, 1907) p.6**

65. الخصائص البحري (اردو) جلد ۱ ص ۱۰۴
66. ايضاً جلد ۱ ص ۱۰۵
67. ايضاً
68. محمد بن لطفی الصباغ، ڈاکٹر۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے ختنے کا شرعی حکم اردو ترجمہ محمد بشیر (عالمی ادارہ صحت، علاقائی دفتر شرق، جروروم، ۱۹۹۵ء) ص ۸
69. ايضاً ص ۲
70. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید ص ۲۷ /
- Islamic Medicine, p. 71**
71. چغتائی، سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ دوم، ص ۳۵۹
72. ايضاً ص ۳۶۲
73. صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ۔ باب النهی عن البول فی الماء الراکد
76. صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب النهی عن الاغتسال فی الماء الراکد
76. (الف) صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۷۴ حدیث ۳۹۳-۳۹۴
77. الطبرانی حوالہ طب نبوی ﷺ از حافظ نذر احمد (لاہور: پاک مسلم اکادمی، ستمبر ۱۹۸۲ء) ص ۱۷۲
78. ايضاً
79. جامع کبیر حوالہ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس: ۱: ۲۲۳
80. نعیم الدین زبیری، حکیم۔ مرضیات، ص ۱۰۸
81. محمد ہشام صدیقی۔ امراض اور ان کی حقیقت، ص ۳۵
82. صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ۳۴۳ لائحہ، حدیث ۷۲۱، باب ۳۴۵ لاعدوی، حدیث ۷۲۲
83. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، اردو ترجمہ حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۱۸۱
84. صحیح بخاری، اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ستمبر ۱۹۸۵ء) جلد سوم، ص ۳۴۱
85. احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت۔ الحق البیسی فی حکم البیسی (لاہور: مرکزی مجلس رضا، ستمبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۹
86. ايضاً
87. صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب الطاعون والطیرة والکھانة

88. صحیح بخاری کتاب الطب باب ۴۴۵ لا عددی حدیث ۷۲۲
89. احمد رضا خان اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی، ص ۲۷، ۲۸
90. مسند امام احمد ۲ / ۳۲۷ / ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، ص ۲۸۹
91. احمد رضا خان، جذام اور جذامی۔ ص ۱۹
92. عبدالحق محدث دہلوی۔ مائت بالسنة فی ایام السنة اردو ترجمہ مولانا اقبال الدین احمد (کراچی : دارالاشاعت، محرم ۱۴۰۳ھ) ص ۶۷
93. صحیح بخاری کتاب الطب باب ۴۱۱ الجذام حدیث ۶۶۳
94. احمد رضا خان اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی، ص ۷
95. نذیر احمد، حکیم غلام حیدر نیازی، ڈاکٹر۔ امراض متعدیہ (لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۲ء) ص ۱۶۷
96. ایضاً، ص ۱۹۰
97. ایضاً، ص ۱۶۷
98. صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المذوم و نعوہ
99. احمد رضا خان اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی، ص ۹
100. ایضاً۔ ص ۱۰۹
101. خالد غزنوی، ڈاکٹر۔ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران، ۱۹۸۸ء) جلد اول ص ۱۸
102. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، ص ۱۸۱، ۱۸۲ / جذام اور جذامی، ص ۷، ۸
103. خالد غزنوی، ڈاکٹر۔ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس ۱ : ۱۸
104. خالد غزنوی، ڈاکٹر۔ سائنس کی بیماریاں اور علاج نبوی ﷺ (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران، کتب، اپریل ۱۹۹۶ء) ص ۳۳۵
105. احمد رضا خان اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی۔ ص ۸
106. ایضاً
107. ایضاً
108. ایضاً، ص ۹
109. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، ص ۲۸۵ / مسند احمد ۳ / ۴۹۳

110. احمد رضا خاں اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی۔ ص ۱۰
111. ایضاً ص ۱۱۰
112. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) جلد پنجم، ص ۲۰۱
113. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ ص ۲۸۴
114. Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of English Language (Gramercy Books, 1989) p.1467
115. اسلم ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لئے (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۹
116. صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ۱۱۵ (الاستنجاء بالحجارة) حدیث ۱۵۵
117. صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ۱۵۶
118. اسلم ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لئے۔ ص ۲۹۸
119. نذیر احمد و غلام حیدر۔ امراض متعدیہ، ص ۱۷۳
120. اسلم ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لئے۔ ص ۲۹۹
121. صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ۴۲۱، ما یذکر فی الطاعون، حدیث ۶۷۹
122. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیبة والکھانة
123. احمد رضا خان بریلوی اعلیٰ حضرت۔ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (لاہور: مرکزی مجلس رضا، نومبر ۱۹۹۱ء) ص ۲۱
- یہ رسالہ ”طاعون اور متعدی بیماریوں سے فرار کیوں؟“ کے عنوان سے طبع ہوا ہے
124. ایضاً
125. محمد حسین الاعظمی، المعجم الاعظم (لاہور: فرنٹیر پبلشنگ کمپنی، سن ۱۹۹۶ء) ص ۳۹۶
126. المنجد عربی، اردو (کراچی: دارالاشاعت، جولائی ۱۹۷۵ء) ص ۱۶۸
127. محمد قطب الدین خان دہلوی، علامہ۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۳ء) ص ۳۰۹
128. صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ۴۲۱، حدیث (۶۸)
129. صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب الطاعون
130. صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ۴۲۱، حدیث ۶۸۳

131. احمد رضا خان۔ تيسير الماعون للسكن في الطاعون، ص ۲۰

132. ايضاً ص ۲۰

133. ايضاً ص ۲۰، ۱۹

134. ابن قيم طب نبوي ﷺ ص ۹۷

135. Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary, p. 1183

136. ایم۔ اے۔ صوفی پروفیسر ڈاکٹر و مسز اقبال صوفی، ڈاکٹر۔ معاشرتی طب (لاہور ٹائمز میڈیکل پبلی کیشنز، باب دوم) ص ۱۳۶

137. صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ۱۹۱، احادیث ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵

138. صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ / صحیفہ ہمام بن منبہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مرتب) حدیث نمبر ۳۵ (کراچی: ناشر رشید اللہ زمزمہ سٹریٹ کلفٹن ۱۹۹۸ء) ص ۱۱۲

139. ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی۔ الطحاوی شریف (لاہور: مکتبہ سرمد) جلد اول ص ۱۹

140. اشرف علی تھانوی، مولانا۔ المصالح العقلية للاحكام النقلية (لاہور: کتب خانہ جمیلی، مارچ ۱۹۸۰ء) ص ۳۱۹، ۳۲۰

141. چغتائی، سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس: ۱: ۳۵۵

142. ابراہیم عمادی ندوی۔ مسلمان، سائنس دان اور ان کی خدمات (لاہور: تخلیق مرکز، سن ۶۰، ۶۱)

143. وحید الدین خان، مولانا۔ اسلام دور جدید کا خالق (لاہور: دارالتدکیر، ۱۹۹۲ء) ص ۷۴، ۷۵

144. ایضاً ص ۷۵

145. Landua, Rom, Islam and the Arabs (London: George Allan & Unwin Ltd., 1958) p.178

146. Nayer Wasti, Prof. H., Muslim Contribution to Medicine, in "Muslim Contribution to Science" edited by Dr. M.R. Mirza & M. Iqbal Siddiqi (Lahore: Kazi Publications, 1986) p.193

147. Muhammad Saud, Dr. Islam and Evolution of Science (Islamabad: Islamic Research Institute, 1986) p.193

148. Ibrahim B.Syed, Islamic Medicine: 1000 years Ahead of its

Time, in "Islamic Merdicine", edited by Shahid Athar, p.41

149. نیر واسطی، حکیم۔ طب میں مسلمانوں کے بعض اکتشافات و احتمادات ص ۳

150. بو علی سینا، شیخ۔ کلیات قانون ترجمہ و تشریح حکیم حافظ خواجہ رضوان احمد (کراچی: دارالتالیفات،

اشاعت چہارم) ص ۱۸۰

151. ایضاً

152. علی بن سہل الطبری، ابو الحسن۔ فردوس الحکمت (عربی، اردو) مترجم حکیم رشید اشرف ندوی (اسلام

آباد: قومی طبیتی کونسل، ۱۹۸۱ء) ص ۸۲۳، ۸۲۴

153. ابراہیم عمادی ندوی۔ مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات، ص ۲۵۲، ۲۵۵

154. اصغر علی شاہ جعفری۔ اسلام اور سائنس کی تحقیق (کراچی: موتمرال عالم الاسلامی، اپریل

۱۹۸۸ء) ص ۱۹، ۹۰

155. ایضاً ص ۲۵۶

156. Landua, Rom., Islam and the Arabs, p.178/ Aspect

of Muslim Civilization, p.53

157. جعفری۔ اسلام اور سائنس، ص ۱۶۳

158. حبیب احمد صدیقی۔ مسلمان اور سائنس کی تحقیق (کراچی: موتمرال عالم الاسلامی، اپریل

۱۹۸۸ء) ص ۹۱، ۹۰

159. ایضاً ص ۸۲، ۸۳

160. لن جریر طبری، تاریخ طبری / محترمہ سروری رانا، مسلمان کی طبیتی خدمات، المعارف، جلد ۱۰، شماره ۴۰

(اپریل ۱۹۷۷ء) ص ۲۸

باب چہار دہم

عہدِ نبوی ﷺ میں زنانہ نرسنگ

اہل مغرب زنانہ نرسنگ کی تنظیم ایک انگریز نرس فلورنس نائٹنگیل (Florence Nightingale) کا کارنامہ گردانتے ہیں جو ۱۸۵۶-۱۸۵۴ء کے دوران کریمیا کی جنگ (Crimean war) میں ترکی میں فوجی شفاخانوں کے نرسنگ کے شعبہ کی انچارج تھی، جہاں اُسے زخمیوں کی کثرت، ناقص صفائی اور بُنیادی ضروریات کے فقدان جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۶۰ء میں اُس نے لندن میں ”دی نائٹنگیل سکول فار نرسز“ کے نام سے اپنی نوعیت کے پہلے ادارے کی بُنیاد رکھی، جس کے باعث اسے نرسنگ کی تاریخ کی عظیم شخصیت قرار دیا گیا (1)۔

لیکن اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں اس شعبہ طب کا سنگِ بنیاد رکھا جا چکا تھا۔ حافظ نذر احمد نے لکھا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے صحبت یافتہ مرد ہی نہیں، خواتین بھی حفظانِ صحت اور طبی خدمات کی انجام دہی میں کامل مہارت رکھتی تھیں۔ صحابہ کرام میدانِ کارزار میں داؤد شجاعت دیتے تھے تو صحابیات ابتدائی طبی امداد کے فرائض سرانجام دیتی تھیں۔ جہاد کے دوران غازیوں کو پانی پلانے کے علاوہ زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں (2)۔

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری شریف کی کتاب الجہادِ والسیر کے باب ”مداوۃ النساء الجرحی فی الغزو“ میں حضرت ربیع

بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت بسید خالد بن ذکوان علیہ الرحمہ نقل کی ہے :

قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحِي

وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ - (3)

انہوں نے کہا ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ (جہاد میں) لوگوں کو پانی پلاتیں، زخموں کی مرہم پٹی کرتیں اور شہدا کو مدینے لاتیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب ۱۱۲ ”رَدَّالنِّسَاءِ الْجَرَّحِي وَالْقَتْلَى“ میں حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی درج کی ہے

قَالَتْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ

وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُو الْجَرَّحِي وَالْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ (4)۔

انہوں نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے۔ ہمارا کام یہ ہوتا لوگوں کو پانی پلانا، ان کی خدمت کرنا اور مردوں اور زخموں کو مدینہ تک لے آنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور دیگر انصاریہ عورتوں کو جنگ میں لے جایا کرتے تھے۔ عورتیں پانی پلایا کرتی تھیں اور زخموں کی دیکھ بھال کرتی تھیں (5)۔

نجدہ بن عامر حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر چند مسائل دریافت کیے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔

هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بالنساء؟

(کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی معیت میں جہاد فرماتے تھے؟)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی معیت میں غزوات فرماتے تھے۔ عورتیں زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور ان کو مناسب حصہ غنیمت بھی ملا کرتا تھا“ (6)۔

صحیح بخاری کی کتاب المغازی کے باب ”ذِکْرُ أُمِّ سَلِیْطٍ“ حضرت ثعلبہ بن ابی

مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

أُمِّ سَلِیْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تُزْفِرُنَا الْقَرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ (7)۔

امّ سلیط ایک انصاری عورت تھیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ امّ سلیط احد کے دن پانی کی مشکیں ہمارے لیے لاد کر لاتیں۔

غزوہ احد کے موقع پر حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید زخمی ہوئے کیونکہ بعض صحابہ کرام نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کے برعکس اپنی جگہ چھوڑ دی اور جس فوج کے جانثار کمانڈر انچیف کے احکامات کو پس پشت ڈال دیں، ظفریابی کیونکر اس کا مقدر ہو سکتی ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مشرکین کے اس حملے سے مسلمانوں کے لشکر ظفر پیکر میں ایک طرح کی درہمی و برہمی پیدا ہوئی اور واقعی یہ دن مسلمانوں کے لیے پوری آزمائش کا تھا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر مارا جس سے آپ..... کا ہونٹ زخمی ہوا اور سر مبارک میں بھی چوٹ آئی اور خون تمام چہرہ مبارک پر جاری ہوا (8)۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے کتاب المغازی کے باب ”مَا أَصَابَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ أُحُدٍ“ میں غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق احادیث درج کی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا سخت عرصہ ہے اس قوم پر جس نے اپنے پیغمبر

کے ساتھ یہ کیا۔ آپ ﷺ نے دانت (مبارک) کی طرف اشارہ کیا۔“ (9)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے

”اللہ کا سخت غصہ اس قوم پر ہے جو اپنے پیغمبر (ﷺ) کا منہ خون آلود کریں“ (10)

حضور اکرم ﷺ کی مرہم پٹی کرنے کا اعزاز خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو نصیب ہوا۔ ابو حازم سلمہ بن دینار راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت سل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا:

كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ، وَعَلَى لَيْسُكِبُ الْمَاءِ بِالْمَجْنِ فَلَمَّارَاتُ فَاطِمَةَ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَّتُهُ يَوْمَ مَيْدٍ وَجُرْحُ وَجْهَهُ وَكُسِرَتْ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ۔ (11)

انہوں نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ ﷺ کی صاحبزادی زخم دھور ہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لیے ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا جوں جوں پانی ڈالتے ہیں خون زیادہ نکلتا آتا ہے تو انہوں نے بورے کا ایک ٹکڑا لیا اس کو جلا کر زخم پر جمادیا۔ اس وقت خون بند ہوا۔ اسی دن (احد کادن) آپ ﷺ کا دانت توڑا گیا اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا اور خود (پتھر مار کر) آپ ﷺ کے سر پر توڑا گیا۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق طبرانی نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکین واپس چلے گئے تو عورتیں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی مدد کرنے لگیں اور ان عورتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی گئیں اور جب آپ حضرت نبی کریم ﷺ سے ملیں تو آپ ﷺ نے انہیں گلے لگا لیا اور آپ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں لیکن خون بڑھنے لگا۔ پس جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے چٹائی کا کچھ حصہ لے کر اسے آگ سے جلایا اور اس سے آپ ﷺ کی ٹکڑی کی، حتیٰ کہ وہ زخم کے ساتھ چمٹ گیا اور خون رک گیا۔ (12)۔

محمد بن سعد المتوفی ۲۴۳ھ نے بھی طبقات ابن سعد میں حضرت فاطمہ الزہرا

ارضی اللہ عنہا کے زخم دھونے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پانی ڈالنے اور حضرت خاتون جنت کے یوریا جلا کر خون بند کرنے کا ذکر رقم کیا ہے (13)۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دیکھا کہ خون زخم بند نہیں ہوتا، حالانکہ وہ آپ خون دھوتی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، جن سے اس پر پانی ڈالتے تھے۔ بعد ازاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹکڑا حصیر کالے کر جلایا۔ جب وہ خاکستر ہوا تو اس کو زخموں پر چپکا دیا تا آنکہ خون بند ہو گیا (14)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زخم مبارک دھونا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کی اعانت کرنا اور یوریا کا ٹکڑا جلا کر خون بند کرنے کا تذکرہ احادیث و سیر کی کتب میں موجود ہے۔ یہ واقعہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں اور انہیں اس کا بھی علم تھا کہ اگر کسی زخم سے خون بہتا بند نہ ہو تو اسے کیسے روکا جاسکتا ہے؟ محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) نے لکھا ہے کہ ”اس طرح زخموں کا علاج اور مرہم پٹی کرنا بھی صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) اور اہل بیت اطہار (علیہم السلام) کی سنت ہے“ (15)۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنی تصنیف ”پیغمبر اعظم و آخر ﷺ“ میں ”زنانہ زرسنگ کا سنگ بنیاد“ کے زیر عنوان رقمطراز ہیں :

”جنگِ اُحد میں مسلم خواتین کے خدمتِ انسانی کے جذبہ و عمل سے عالم انسانی کو ایک عظیم فائدہ پہنچا اور اس نے مستقبل میں ایک مستقل رحمتِ انسانی کی شکل اختیار کر لی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ کہ جنگِ اُحد میں مجاہدینِ خاصہ بھاری تعداد میں شہید اور گھائل ہوئے تھے (شہدائی تعداد ستر اور زخمیوں کی چالیس تھی) چنانچہ اس کی اطلاع مدینے پہنچی تو مسلم خواتین جذبہ انسانی سے سرشار ہو کر میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ انہوں نے خواہرانہ جذبے کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلایا اور حالات و بساط کے مطابق ان کی خدمت اور دیکھ بھال

کی۔ ان درو مند اور صاحب دل خواتین میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ 'خاتونِ جنت' حضرت فاطمہ الزہراء حضرت اُمّ سلیم (جو حضرت انس کی والدہ تھیں) حضرت اُمّ سلیط (جو حضرت ابو سعید خدری کی ماں تھیں) کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ اگر مسلم خواتین کے اس خواہر نہ جذبہ تیمارداری کو "زسنگ" کی تحریک کا جس کی بانی فلورنس ٹائیٹنگ گیل تھی 'سنگ بیاد کہیں تو بیجانہ ہوگا' (16)۔

علامہ محمد احمد باشمیل نے بھی ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی طرح مشرکین مکہ کے واپس چلے جانے کے بعد مدینہ طیبہ سے مسلم خواتین کے اُحد پہنچ کر زخمیوں کی مدد کرنے کا ذکر کیا ہے ان کے مطابق مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی کچھ عورتیں مشرکین ہٹ جانے کے بعد مدینہ سے میدانِ کارزار کی طرف گئیں اور انہوں نے زخمیوں کی امداد کرنے اور پانی پلانے وغیرہ میں حصہ لیا۔ ان عورتوں میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں (17)۔

صحیح بخاری شریف کی کتابُ الجہادِ و السیر میں باب ۱۰۸ کا عنوان ہے

حَمَلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُونَ بَعْضِ نِسَائِهِ (آدمی جہاد میں اپنی ایک زوجہ کو لے جائے ایک کونہ لے جائے) اس سے پتا چلتا ہے کہ جہاد میں خاوند اپنی زوجہ کو لے جاسکتا ہے پھر اس باب میں جو حدیث بیان ہوئی ہیں ان کے مطابق آنحضرت ﷺ جب (جہاد کے) سفر کے لیے نکلنے لگتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کے ذریعے جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے۔ غزوہ بنی مصلق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکلا اور وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئیں حالانکہ یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے جب پردے کا حکم اتر چکا تھا (18)۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلم عورتیں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں مردوں کے ساتھ جہاد کے لیے سفر کرتی تھیں۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ کعب ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے ام سلیم بنت ملحان اور عائشہ (بنت سعد) کو دیکھا کہ روزِ اُحد دونوں اپنے دوش پر مشک اٹھائے ہوئے تھیں اور حمہ بنت عیش پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں اور مجروحوں کا علاج کرتی تھیں اور ام ایمن بھی مجروحوں کو پانی پلاتی تھیں (19)۔ امام بخاری نے بھی حضرت عائشہ اور ام سلیم کے جلدی جلدی مشکیں اپنی پیٹھ پر لانے اور مسلم جاٹاروں کو پلا کر پھر پانی بھر کر لانے کی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے (20)۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مسلم خواتین اسلامی لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ سے تشریف لائی تھیں جیسا کہ علامہ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمہ نے ”البدایہ والنہایہ“ میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے جنہوں نے حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے استفسار پر فرمایا تھا کہ ”میں صبح ہی صبح اُحد میں جا پہنچی اور میرے پاس جو دو مشکیں تھیں ان میں پانی بھر کر وہاں لے جا رہی تھی، جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے (21)۔“

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ حضرت ام عمارہ نسیمہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ”ابتداء میں پانی کا مشکیزہ لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حالات دگرگوں ہو گئے تو انہوں نے مشک رکھ دی اور تلوار پکڑی اور کفار سے جنگ میں مصروف ہو گئیں“ (22)۔

پیر صاحب آگے چل کر مسلم خواتین کے غزوہ اُحد کے کارناموں کا تذکرہ یوں رقم فرماتے ہیں۔

”دوسری مسلم خواتین۔۔۔ جنہوں نے تیروں کی برسات میں، تلواروں کی جھنکار میں، جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان اُحد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اپنی پشتوں پر مشکیزے اٹھا کر پیاسے اور زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں۔ جب ضرورت پڑتی تو شمشیر بھنک دشن سے مصروف پیکار ہو جاتیں۔“

ان میں دیگر خواتین کے علاوہ خانوادہ نبوت کی جلیل القدر مستورات بھی

تھیں۔ ان کی تعداد چودہ تھی اور انہیں مجاہدات میں خاتونِ جنت سیدۃ نساء العالمین سیدۃ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حنہ بنت حش ام ایمن بھی زخموں کی مرہم پٹی اور تیمارداری میں پیاسے مجاہدین کو پانی پلانے میں پیش پیش تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن! جمعین“ (23)۔

حضرت ام عمارہ نسیم بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرہم پٹی کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔ اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ غزوہٴ اُحُد میں ان کے خاوند دونوں بیٹے عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلامی فوج میں شامل تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس روز ایک مشرک نے مجھے ایسا زخم لگایا کہ اس سے خون نہیں رکتا تھا۔ میری والدہ نے زخم کو بند کر دیا یعنی خون کو روک دیا اور مجھے کہا، اٹھو اور جنگ میں مصروف ہو جاؤ (24)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلمان خواتین کے جہاد کے دوران کارناموں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں ”جنگ ہائے بدر و اُحُد وغیرہ میں زنانہ رضا کار زخموں کی مرہم پٹی پانی پلانے، تیر چن کر اپنے ساتھیوں کو دینے، بلکہ خود تلوار کھینچ کر لڑنے کا کام انجام دیتی رہی ہیں بعد کے زمانے میں حضرت خالد بن الولید کی لڑکیوں کی شہ سواری مشہور ہے اور فنونِ مدافعت عورتوں کو ضرور سکھائے جاتے رہے تھے“ (25)۔

حضرت ام ایمن اور حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوہٴ خیبر میں بھی شریک ہوئی (26)۔

فنِ طب میں عرب کی عورتوں نے بھی دلچسپی لی تھی۔ قبیلہ بنی دلد کی ایک خاتون ”زینب“ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ فاضلہ آنکھ کے علاج میں بڑی دستگاہ رکھتی تھیں اور زخموں کا علاج بڑی کامیابی سے کیا کرتی تھیں ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب آغانی الکبیر میں ان کا ذکر کیا ہے (27)۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی جان حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ

تعالیٰ عنہا جنہوں نے غزوہ خیبر میں خصوصی شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا، انہوں نے بھی غزوہ اُحد میں شرکت فرمائی چونکہ کفار مکہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چیر دیا تھا۔ وحشی اور ہند زوجہ ابوسفیان نے اُن کی لاش مبارک مسخ کر دی تھی اس لیے حضور اکرم ﷺ رحمت ہر عالم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں اس حال میں دیکھیں اس لیے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ انہیں مقام شہادت پر جا کر اپنے محترم بھائی کی لاش مبارک دیکھنے سے روکا جائے (28)۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اس کرب سے گزر چکے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ان کے مسخ شدہ جسم کو دیکھ کر اندوہناک کیفیت سے گزریں۔

حضرت ام عطیہ بنت حارث انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوؤں میں شریک ہوئیں اور ہر غزوہ میں کھانا پکانے، سامان کی حفاظت کرنے، مریضوں کی تیمارداری کرنے اور مجروحوں کی مرہم پٹی کرنے کی شان دار خدمات سرانجام دیں (29)۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ ”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات لڑائیوں میں شریک ہوئی ہوں، میں مجاہدین کا کھانا تیار کیا کرتی تھی، ان کے خیموں کی نگرانی، زخمیوں کی دیکھ بھال اور مریضوں کی خیر خبر میرے ہی ذمہ رہتی تھیں“ (30)۔

حضرت آمنہ بنت حش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو ام المومنین حضرت زینب بنت حش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں، جنگ اُحد میں کارہائے نمایاں انجام دیے پیاسوں کو پانی پلایا، زخمیوں کے علاج کرنے اور ان کو گھر پہنچانے کی خدمات انجام دیں (31)۔

حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غزوہ اُحد میں شرکت کا ذکر تو راقم الحروف نے کہیں نہیں پڑھا لیکن جب جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے بھی شرکت کی اجازت دیجئے، مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی خدمت کروں گی (32)۔

مندرجہ بالا بحث سے غزوہ اُحد میں جن صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت کا پتا چلتا ہے،

ان کے اسماء گزائی حسب ذیل ہیں۔

1. أم المؤمنين حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
2. حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3. حضرت أم سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4. حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
5. حضرت أم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6. حضرت حمہ بنت عخش رضی اللہ تعالیٰ عنہا
7. حضرت أم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا
8. حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
9. حضرت أم عطیہ بنت حارث انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
10. حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسلمان مجاہدین کو پانی پلانا اور زخمیوں کو خدمت کرنا مسلم خواتین کا معمول رہا ہے گذشتہ صدی کے اوائل (۱۹۱۲ء) میں ایک یازدہ سالہ مجاہدہ السیدہ فاطمہ بنت عبد اللہ طرابلس کی جنگ کے غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے اچانک ایک زخمی مجاہد کی تلوار سنبھال کر لڑنا شروع کر دیتی ہے اور گولی لگنے سے شہید ہو جاتی ہے ڈاکٹر اسمعیل ثباتی کے مطابق اس لڑائی میں عربوں کی بہت سی عورتیں زخمیوں کی خدمت اور دیکھ بھال کرتی تھیں اس لیے کہ زخمی عموماً ان کے عزیز اور ہم قبیلہ ہوتے تھے لیکن فاطمہ اس وجہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ وہ عمر میں سب سے چھوٹی تھی۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنا چھوٹا سا مشکیزہ کندھے پر اٹھائے ہر لمحہ پیاسوں کو پانی پلانے اور زخمیوں کی خدمت جالانے میں مصروف رہتی تھی، اگرچہ قدم قدم پر گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی (33)۔ فاطمہ بنت عبد اللہ کے حالات ۱۳ نومبر ۱۹۱۲ء کے ”الھلال“ (جلد ۱۸ شمارہ ۱۸) میں طبع ہوئے تو حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے جام

(240)

شہادت نوش کرنے والی اس عرب لڑکی کو اپنی نظم میں بعنوان ”فاطمہ بنت عبد اللہ“ میں
یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے :

فاطمہ ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذره ذرہ تیری مشتبہ خاک کا معصوم ہے

یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارتِ آفریں شوقِ شہادت کس قدر (34)

<http://t.me/Tehqiqat>

حواشی

1. The New Encyclopaedia Britannica (Fifteenth Edition, 1986) Vol 8 (Micropaedia), P. 705
2. نذر احمد 'حافظ طیب نبوی ﷺ' (لاہور : پاک مسلم اکادمی۔ الفیصل مارکیٹ اردو بازار 'اشاعت ششم، ستمبر ۱۹۸۲ء) ص ۸۳
3. صحیح بخاری شریف کتاب الجہاد والسریر باب ۱۱۱ حدیث نمبر ۱۳۵
4. ایضاً باب ۱۱۲ حدیث نمبر ۱۳۶
5. ابن تیمیہ - مُنْتَقَى الْأَخْبَار - حدیث نمبر ۳۲۳۹ - مترجم مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (لاہور : دارالکتب سلفیہ 'اکتوبر ۱۹۹۹ء) جلد دوم، ص ۶۰۳
6. مسلم ابوداؤد، ترمذی، نقوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۳: ۳۲۳
7. صحیح بخاری کتاب المغازی باب ۳۹۰ حدیث نمبر ۱۲۳۶
8. سیرت ابن ہشام - مترجم سید یحییٰ علی حسنی نظامی دہلوی (لاہور : ادارہ اسلامیات '۱۹۰۱ء تاریکی' ستمبر ۱۹۸۹ء) جلد دوم، ص ۹۳۔
9. صحیح بخاری کتاب المغازی باب ۳۹۲ حدیث نمبر ۱۲۳۸/۱۲۳۹
10. ایضاً باب ۳۹۲ حدیث نمبر ۱۲۳۹ باب ۳۹۳ حدیث نمبر ۱۲۴۱
11. ایضاً باب ۳۹۳ حدیث نمبر ۱۲۴۰۔
12. باشمیل 'علامہ محمد احمد - غزوة اُحد - اردو ترجمہ مولانا اختر فتح پوری (کراچی : نفیس اکیڈمی اردو بازار' اپریل ۱۹۸۹ء) ص ۱۷۵، ۱۷۶۔
13. محمد بن سعد - طبقات ابن سعد، حصہ اول (اخبار ابنی ﷺ) 'اردو ترجمہ علامہ عبد اللہ العمادی (کراچی : نفیس اکیڈمی دوسرا ایڈیشن) ص ۳۹۱
14. واقدی 'علامہ - مغازی الصادقہ - اردو ترجمہ مغازی الرسول ﷺ، مترجم جہاں ناز علی خان (لاہور : مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ، ۱۹۸۸ء) ص ۱۸۳

(242)

15. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ (لاہور : ڈیفنڈرز آف اسلام ٹرسٹ ۱۳۸۰
ایپریس روڈ، اکتوبر ۱۹۹۹ء) ص ۵۷۷۔
16. نصیر احمد ناصر ڈاکٹر۔ پیغمبر اعظم و آثار ﷺ (لاہور : فیروز سنز مس۔ن) ص ۵۱۹، ۵۲۰
17. باشمیل، علامہ محمد احمد۔ کتاب مذکور۔ ص ۱۷۵
18. صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السیر باب نمبر ۱۰۸، حدیث نمبر ۱۳۲
19. علامہ واقدی مغازی الصادقہ ترجمہ مذکورہ۔ ص ۱۸۳
20. صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب ۱۰۹، حدیث ۱۳۲
21. لکن کثیر، حافظ ابو الفداء عماد الدین۔ البدایہ و النہایہ۔ اردو ترجمہ پروفیسر کوکب شادانی (کراچی
: نفیس اکیڈمی، اردو بازار، جون ۱۹۹۸ء) حصہ چہارم، ص ۳۵۵
22. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء النبی ﷺ (لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، رمضان
المبارک ۱۴۱۳ ہجری) جلد سوم، ص ۵۱۶
23. ایضاً، ص ۵۱۷، ۵۱۸
24. ملا معین واعظ۔ معارج النبوة فی مدارج الفتوة۔ مترجمین محمد اصغر فاروقی و اقبال احمد فاروقی (لاہور : مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، اشاعت سوم ۱۹۸۳ء) ص ۱۷۵
25. محمد حمید اللہ ڈاکٹر۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی (کراچی : اردو اکیڈمی سندھ، ستمبر
۱۹۸۷ء) ص ۲۹۶
26. محمد بن سعد۔ طبقات ابن سعد۔ مترجم مولانا راغب رحمانی (کراچی : نفیس اکیڈمی، اشاعت اول
۱۹۷۲ء) حصہ ہشتم (صالحات و صحابیات) ص ۷، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹
27. رہبر فاروقی، ابن منظر قاضی معین الدین۔ اسلامی طب شاہانہ سرپرستیوں میں۔ (لاہور : کاشف
پبلشرز، بار اول ۱۹۸۵ء) ص ۷، ۶
28. طبقات ابن سعد (اردو) حصہ ہشتم۔ ص ۱۶۲، نیاز فتح پوری۔ صحابیات۔ ص ۱۹۲، ۱۹۳
29. نیاز فتح پوری۔ صحابیات (کراچی : نفیس اکیڈمی، طبعہ ہفتم فتح پوری، ۱۹۸۱ء) ص ۲۲۲
30. طبقات ابن سعد ۶: ۶، ۷
31. نیاز۔ فتح پوری صحابیات۔ ص ۲۵۲ / اسد الغلبہ ۵: ۳۲۸ / طبقات ابن سعد ۸: ۱۸۵
32. نیاز فتح پوری صحابیات ص ۲۱۶ / استیعاب ۲: ۶۷۶
33. غلام رسول مر۔ مطالب بانگِ درا (لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۶ء) ص ۲۶۷، ۲۶۸
34. محمد اقبال، علامہ بانگِ درا (لاہور : الفیصل پبلشرز و تاجران کتب، دہلا، جون ۱۹۹۱ء) ص ۱۶۳

سُنّتِ رَسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور کثردم گزیدہ کا علاج

عالم حیوانات (Animal Kingdom) کو ماہرین نے کئی گروہوں میں تقسیم کیا ہے جن کو فائلم کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کو فائلم آر تھروپوڈا (Phylum Arthropoda) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے کیڑے مکوڑے شامل ہیں۔ مثلاً مکڑی، گر اس ہاپر، شہد کی مکھی، پنچھو، چیونٹیاں، تتلیاں وغیرہ۔ اس فائلم میں شامل جانوروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ ماہرین حیوانات (Zoologists) کا کہنا ہے :

The Arthropods comprise the largest phylum in the animal Kingdom, surpassing in number of species all the other Phylo combined(1)

فائلم آر تھروپوڈا عالم حیوانات میں سے سب سے زیادہ جانوروں پر مشتمل ہے، اس میں شامل انواع کی تعداد دیگر تمام فائلم کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے۔ اس فائلم کے بعض جانوروں کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے حتیٰ کہ تین سورتوں النحل (شہد کی مکھی)، النمل (چیونٹی) اور العنکبوت (مکڑی) کے نام اس فائلم کے نمائندہ حشرات کے نام پر ہیں۔ راقم نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور ان تین حشرات کے علاوہ دیگر آر تھروپوز کا بھی ذکر کیا ہے (2)۔

اس فائلم کے جانور انسان کے لیے متعدد مفید کام کرتے ہیں۔ مثلاً شہد کی مکھی شہد تیار کرتی ہے جسے قرآن پاک میں ”شِفَاءٌ لِلنَّاسِ“ کہا گیا ہے (3)۔ دیگر حشرات میں سے

بھی بعض انسان کے لیے بڑی اہمیت کے حامل ہیں مثلاً مکھی کئی لحاظ سے مفید ہے۔ یہ دنیا کی صفائی پر متعین ہے۔ ہم انسان سطح زمین کو غلیظ بناتے ہیں یہ غلاظت کو چاٹ کر صاف کر دیتی ہے۔ جہاں غلاظت زیادہ ہو وہاں قدرت کے یہ جاروب کش بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ صاف کمروں میں مکھیاں نہیں ہوتیں اس لیے کہ وہاں ان کی خدمات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جو کام میونسپلٹی کے خاکروب نہیں کر سکتے اسے مکھی سرانجام دیتی ہے۔ (4) ان کے علاوہ بھی کئی اور حشرات کرہ ارض پر انسان کے فائدے کیلئے مصروف عمل ہیں۔ جیسے ریشم اور لاک کا کپڑا پھولوں کی پولی نیشن کا سبب بننے والے حشرات وغیرہ۔

جہاں فائلم از تھر و پوڈا میں شامل یہ جانور انسان کیلئے مفید ہیں وہاں ان میں سے کچھ اس کے لئے ضرور رساں بھی ہیں۔ بعض کو قدرت نے ڈنک دے رکھا ہے۔ جس کو وہ اپنے دفاع کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ بعض مکھیاں اپنا ڈنک مار کر زندہ چیزوں کے اجسام میں سوراخ کرتی ہیں اور پھر وہاں اپنے انڈے ڈال دیتی ہیں۔ مثلاً میلوں کی مکھی ہیل کے جسم کو کاٹ کر اندر انڈے دیتی ہیں (5)۔ اس کے علاوہ ایک درختوں کی مکھی ہوتی ہے جو درخت کی شاخوں کو زہر بھر اڈنک لگاتی ہے اور مو ایک انڈا بھی دیتی ہے۔ اس زہر سے شاخ کا یہ حصہ سوج بھی جاتا ہے اور بعد میں یہی سوجا ہوا حصہ بچے کی غذا بنتا ہے (6)۔

بعض حشرات انسان کو کاٹ لیتے ہیں۔ ان میں شہد کی مکھی، بھڑ اور مچھو وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مطابق جب مکھی کسی جسم میں ڈنک چھو دیتی ہے تو ڈنک اندر ہی رہ جاتا ہے اور بعد میں مر جاتی ہے۔ یہ کیوں اس لیے کہ آلہ حفاظت سے محروم ہو جاتی ہے اور قدرت کے اٹل قانون کے مطابق (کہ جو اقوام اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتیں وہ مٹا دی جاتی ہیں) وہ ہلاک ہو جاتی ہے (7)۔ دراصل جب شہد کی مکھی ڈنک مارتی ہے تو ڈنک کے ساتھ ایک جوڑی زہر پیدا کرنے والے غدودوں کی اور انتڑیوں کا حصہ بھی اس جانور کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں جس کو ڈنک مارا جاتا ہے۔ اسی لیے یہ شہد کی مکھی کئی گھنٹوں بعد یقینی طور پر موت سے دوچار ہو جاتی ہے۔ (8) شہد کی مکھی کے علاوہ متعدد حشرات انسان اور

دوسرے جانور کو ڈنک مارتے ہیں جس سے شدید تکلیف ہوتی ہے۔

بھجھو اپنے ڈنک کے ذریعے بعض جانوروں کو بے حس (Paralyze) کر دیتا ہے۔ یہ مکڑی کا شکار کرتا ہے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں بطور خوراک استعمال کرتا ہے (9)۔ بعض اوقات بھجھو انسان کو کاٹ لیتا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی کاٹ لیا تھا۔ دراصل اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اس کا علاج بتانا تھا۔ اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں نقل کیا ہے۔

”حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ ہماری موجودگی میں نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جو نبی آپ ﷺ نے سجدہ کیا ایک بھجھو نے آپ کی انگلی میں ڈنک لگا دیا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ خدا بھجھو پر لعنت کرے جو نبی کو نہ کسی دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن طلب فرمایا جس میں نمک آمیز کیا ہوا تھا اور آپ ﷺ اس ڈنک زدہ جگہ کو نمک آمیز پانی میں برابر ڈبو تے رہے اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور معوذتین مرتبہ پڑھ کر اس پر دم کرتے رہے یہاں تک کہ بالکل سکون ہو گیا“ (10)۔

اس حدیث پاک میں بھجھو کے ڈنک سے ہونے والی تکلیف کا علاج دو طرح سے کیا گیا۔ اولاً نمک آمیز پانی میں ڈنک زدہ جگہ کو ڈبو کر اور ثانیاً قرآن پاک کی آخری تین سورتیں پڑھ کر دم کرنے سے۔ اول الذکر طبی علاج تھا اور مٹو خرد الذکر روحانی۔ یہاں طبی علاج کے بارے میں مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح بھجھو کے ڈنک سے ہونے والی تکلیف نمک آمیز پانی سے رفع ہو گئی۔

شیخ ابو علی سینا نے القانون فی الطب میں بیان کیا ہے کہ بھجھو کے ڈنک میں نمک اور اسی کا لیپ بہت مفید ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ نمک میں قوت جاذبہ کے ساتھ قوت محللہ بھی ہوتی ہے چنانچہ نمک کے استعمال سے زہر جاتا ہے اور تحلیل ہو جاتا ہے (12)۔

ایک مغربی طبیب جان ایف نائٹ (John F.Knight) اپنی کتاب Family Medical Care میں رقمطراز ہے۔

Bites and stings from insects, ants and spiders are common. Generally the instant of bite is recognisable by local pain, due usually to irritating acid being injected into skin. (13)

حشرات، چیونٹیوں اور مکڑیوں کا کاٹنا اور ڈنک مارنا عام ہے۔ عام طور پر کاٹنے کا پتا اس مقام پر درد ہونے سے چلتا ہے جو اکثر جلن پیدا کرنے والے تیزاب کے باعث ہوتا ہے جو جلد میں منتقل کیا جاتا ہے۔

در اصل نمک آمیز پانی حشرات کے زہر میں موجود تیزاب کی تحلیل کر دیتا ہے۔ اگر تیزاب انسانی جلد پر گر جائے تو اس سے جلن اور درد ہوتا ہے۔ تیزاب مرکوز (Concentrated) ہو تو جلد خراب ہو جاتی ہے۔ جب یہ تیزاب جلد کے اندر ڈنک سے پہنچتا ہے تو جلن اور درد کے علاوہ وہ جگہ سرخ ہو جاتی ہے اور سوج جاتی ہے آج کیمیا کے ماہرین اسے باآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نمک پانی اور زہر کے اندر موجود تیزاب کے مابین کیمیائی تعامل کے باعث تیزاب کی ٹوٹ پھوٹ ہو جاتی ہے اور تیزاب کے تحلیل ہو جانے سے درد، جلن اور تکلیف فوراً رفع ہو جاتی ہے۔

حواشی

1. Hegner, Robert W., and Engemann, Joseph G., Invertebrate Zoology (New York: The Macmillan Publishing Co., 1968) p. 395
2. Sultan Shah, Sayyed, The Origin of Life and its Continuity, Ph.D. Thesis, (Bahawalpur : Islamia University, 1997) pp. 152-56, 171-172, 178-179, 180, 183, 181, 188-189
3. النخل ۱۶: ۶۹
4. غلام جیلانی بدق 'ڈاکٹر۔ دو قرآن۔ (لاہور: اسد پبلی کیشنز ۱۹۹۰۔ سرکلر روڈ' س۔ن، تاہم پیش نامہ از محمد اقبال سلمانی کے آخر میں ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء کی تاریخ درج ہے جس سے پہلے ایڈیشن کی طباعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے) ص ۱۶۶۔
5. ایضاً ص ۱۷۴
6. ایضاً ص ۱۷۴، ۱۷۵
7. ایضاً ص ۱۶۱
8. Hegner & Engemann, Invertebrate Zoology, p. 534
9. ایضاً ص ۲۵۲، ۲۵۳
10. جامع ترمذی۔ کتاب ثواب القرآن، باب ما جاء فی المعوذتین، نمبر ۲۹۰۵
11. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، اردو ترجمہ از حکیم عزیز الرحمن اعظمی
12. ایضاً
- (لاہور: فاروقی کتب خانہ، الفیصل مارکیٹ اردو بازار، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۳۴۹
13. Knight, John F., Family Medical Care (Warburton, Victoria: Signs Publishing Company, 1982) Vol.2, p.184.

باب شانزدہم

ارشاداتِ رسول ﷺ اور سرجری

عملِ جراحی کے ذریعے انسانی جسم کی چیر پھاڑ کر کے ناکارہ اعضا یا حصوں کو جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے انسانوں کے زندہ یا مردہ اجسام سے اعضا لے کر ان کی پیوند کاری (Transplantation) کر دی جاتی ہے۔ بعض اوقات مصنوعی اعضا کو ناکارہ اعضا کی جگہ لگا دیا جاتا ہے۔ حادثات اور جنگ و جدل میں آنے والے زخموں کا بھی آپریشن سے علاج کیا جاتا ہے۔ اس کا فنِ الولادة (Delivery of baby) میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں جراحی (Surgery) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے :

Surgery is a branch of medicine concerned with the treatment of injuries, deformities and other disorders by manual and instrumental means(1)

اگرچہ دورِ حاضر میں فنِ جراحی (Surgery) نے بہت ترقی کر لی ہے لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ یہ فن اس زمانہ کی ایجاد ہے یا اس کی ایجاد کا سرِ امغرب کے سر ہے (2)۔ اس فن میں مسلمان بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد مبارک میں ہونے والے غزوات میں مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ بسا اوقات یہ زخمی اپنے اعضا بھی میدانِ جنگ میں ہی چھوڑ آتے۔ ان حالات میں زخموں کی مرہم پٹی اور عضوِ بیدہ کی جراحی نے یہ ضرورت پیدا کر دی تھی۔ آنکھ کا آپریشن تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں ہونے لگا۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی آنکھ کے آپریشن کے لیے عرض کیا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا (3)

جنہوں نے سید انام علیہ التحیۃ والسلام نے اپنے مبارک زمانے میں نہ صرف آپریشن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ خود اس کے ذریعے علاج کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ عمل جراحی کے ذریعے علاج کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشادات قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ سرجری کی بنیاد ہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) نے زاد المعاد فی ہدیٰ خیر العباد کے باب الطب النبوی ﷺ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔
 اِنَّہٗ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ يَّعُوْدُهٗ بظُهْرِهٖ وَرَمَّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِهٰذِهِ مِدَّةٌ قَالَ بَطُوْا عَنْہُ قَالَ عَلٰی فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی بَطْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ (4)۔

آپ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کرنے کے لیے گیا ہمارا پیٹ پر درم تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے پیپ ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا آپریشن کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپریشن کر رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ختنہ کرانا بھی ایک قسم کی (Minor surgery) ہے جس کا حضور نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے مسلمان اس سنت مبارکہ کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس سے بھی مسلمانوں میں جراحی کا فن سیکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ تفصیلات کے لیے باب ملاحظہ ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ طَبِيْبًا اَنْ يُطَّ بَطْنَ رَجُلٍ اَجْوَى الْبَطْنِ فَقِيْلَ

يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَنْفَعُ الطِّبُّ قَالَ الَّذِي أَنْزَلَ الدَّاءَ أَنْزَلَ الشِّفَاءَ فِيمَا شَاءَ (5)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ اس بڑے پیٹ والے مریض کا پیٹ شق کر دو (آپریشن کر دو) آپ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کو بھی دوا فائدہ کرے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس اللہ نے بیماری اتاری ہے اسی نے شفا بھی نازل کی۔ جہاں اللہ نے نفع پہنچانا چاہا، نفع دے دیا۔

ابن قیم کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے ایک طبیب کو آپریشن کر کے استسقاء کے مریض کے شکم سے فاسد مادہ نکالنے کا حکم دیا۔ حدیث مبارکہ میں ”اجوی البطن“ کا لفظ ہے جس کا ایک معنی بدبودار پانی جو پیٹ میں جمع ہو کر استسقاء پیدا کرتا ہے (6)۔

ڈاکٹر خالد غزنوی کے الفاظ میں ”محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے پہلے طبیب ہیں جنہوں نے پیٹ سے پانی نکالنے کا آپریشن ایجاد کیا“ (7)۔ محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن) نے طب کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے جو اصول متعین ہوتے ہیں، ان کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جہاں ”جراحت (Surgery) کی ضرورت ہو وہاں اس طریقہ علاج کو اختیار کرنا“ (8)۔

یہ درست ہے کہ آج فن جراحت (Surgery) نے بہت ترقی کر لی ہے، آج سرجن مریض کا ناقص دل تبدیل کر سکتا ہے۔ کسی مادر زاد نابینا کو کسی مردہ شخص کی آنکھ لگا کر بینائی عطا کر سکتا ہے۔ ٹی ملی کے مریضوں کے پھیپھڑے تبدیل کرنا بھی ناممکن نہیں رہا۔ نیورو سرجن انسانی دماغ کے حیرت انگیز آپریشن کر سکتا ہے۔ انسانی جسم سے کٹ کر الگ ہو جانے والے اعضاء کو سرجری کے ذریعے دوبارہ جوڑ دینے میں بھی ماہرین جراحت نے مہارت حاصل کر لی ہے۔ گردوں کی پیوند کاری میں اب سرجن کوئی مشکل محسوس نہیں کرتا۔ لیکن جب ہم سرجری کی ابتدا کا کھوج لگاتے ہیں تو ہمیں یہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا انسانیت کے لیے ایک انعام نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے ہی سرجری کے فن نے ترقی اور کمال حاصل کیا۔ حضور سید انام علیہ التحیۃ والسلام کے ہاتھوں میں اللہ

تعالیٰ جل مجدہ نے ایسی شفا رکھی تھی کہ جب یہ دست مبارک لگ جاتے تو ٹوٹی ہڈیاں جڑ جاتیں، زخم مندمل ہو جاتے اور رخسار پر آجانے والا آنکھ کا ڈھیلا آپ ﷺ کے دست مبارک سے واپس اٹھا کر حلقے میں رکھنے سے ٹھیک بلکہ پہلے سے بہتر کام کرنے لگتا۔

یہاں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہڈی ٹوٹنے کا واقعہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں انصار کے کئی اور لوگوں کے ہمراہ اور ارفع یہودی کا قلع قمع کرنے کے لئے روانہ فرمایا کیونکہ اور ارفع آنحضرت ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ وہ حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا۔ جب مسلمان مجاہدین حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا۔ اس عظیم سپاہ سالار نے اپنے مجاہدین کو ایک جگہ بیٹھا کر قلعہ کے اندر جانے کا فیصلہ کیا اور ایک ترکیب سے منہ کپڑے سے ڈھانپ کر شب کی تاریکی میں یہودی کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ دربان نے انہیں اپنا آدمی سمجھا اور ان کے داخلے کے بعد دروازہ مقفل کر کے چابیاں ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیں۔ جب دربان کو غافل دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور ان کے ساتھی بھی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے اس دشمن پیغمبر کو قتل کرنے کا عزم کیا۔ ان کی تلوار سے یکے بعد دیگرے دو ضربیں کھا کر بھی اور ارفع کا خاتمہ نہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس کے پیٹ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جب انہیں اور ارفع کے قتل کا یقین ہو گیا تو قلعہ سے باہر آتے ہوئے بیٹھیاں اتر رہے تھے کہ گر پڑے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے عمامہ سے اسے باندھ لیا اور صبح آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ سنایا۔ چونکہ پنڈلی کی ہڈی ٹوٹنے کے باعث انہیں تکلیف تھی اس لیے حضور اقدس ﷺ نے ان کا علاج کرنا ضروری سمجھا۔ بخاری شریف کی کتاب الغازی میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ پر اختتام پذیر ہوتی ہے :

فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَانَتْهَا لَمْ أَشْتِكِهَا قَطُّ (9)۔

حضور ﷺ نے فرمایا 'ذرا اپنا پاؤں پھیلا' میں نے پھیلایا، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے اس پاؤں پر کبھی کوئی چوٹ لگی ہی نہ تھی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر کسی جراح یا آرٹھوپڈک سرجن کی مدد کے اپنے صحابی کی پنڈلی کے فریچر کا علاج فرما دیا۔ ایسے کئی واقعات احادیث و سیر کی کتب میں ملتے ہیں۔

شہقی نے عاصم بن عمر سے ابن سعد نے زید بن اسلم سے اور ابو نعیم نے عبد اللہ بن ابی صہبہ سے روایت کی ہے کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگ گیا جس سے آنکھ بہہ کر رخسار پر آگئی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتادہ سے فرمایا۔ اگر چاہو کہ یہ آنکھ اچھی ہو جائے تو میں اس کو اس کی جگہ پر رکھ دوں، اچھی ہو جائے گی اور اگر چاہتے ہو کہ جنت ملے تو صبر کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جنت تو بڑا اچھا انعام ہے لیکن مجھے کانا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے، آپ میری آنکھ بھی اچھی فرما دیجئے اور جنت کے لیے بھی دعا فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ کا ڈھیلا اٹھا کر حلقے میں رکھ دیا۔ آنکھ اتنی روشن ہو گئی کہ دوسری آنکھ سے بھی اس کی روشنی تیز ہو گئی (10)۔

کیا دنیا میں ایسا کوئی ماہر امراض چشم یا آئی سرجن ہے جو بغیر سرجری آلات کے انسانی جسم سے الگ ہو جانے والے آنکھ کے ڈھیلے کو اپنی جگہ پر واپس لگا دے؟ عام طور پر آپریشن کے بعد آنکھ کی پینائی کو صحیح کرنے کے لئے عینک کا استعمال کرایا جاتا ہے لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کی گئی آنکھ کی پیوند کاری (Trans-plantation) نے نظر کو پہلے سے تیز کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات نے مسلم اُمہ میں سرجری کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور انہوں نے میڈیکل سائنس کے اس شعبہ میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے۔

پروفیسر حکیم نیر واسطی رقمطراز ہیں کہ علم الجراحات میں مسلمانوں نے بڑے

قابل قدر اکتشافات کیے ہیں۔۔۔ مسلمانوں نے پہلی مرتبہ جریان خون کو روکنے کے لیے مقام ماؤف کو سردی پہنچانے کا طریقہ رائج کیا۔ زخموں کو ریشم کے دھاگوں سے سینا بھی مسلمانوں ہی کا کارنامہ ہے۔ بو علی سینا نے سرطان کے آپریشن کے سلسلہ میں پہلی بار وضاحت سے بیان کیا کہ آپریشن کے وقت سرطان کے قریب کے تمام متعلقہ حصوں کو جڑ سے خارج کر دیا جائے۔ مسلمان سرجنوں نے پیٹ کے متعدد آپریشن کئے (11)۔

<http://t.me/Tehqiqat>

حواشی

1. **The New Encyclopaedia Britannica (Encyclopaedia Britannica, Inc., fifteenth edition, 1986) Vol .11 (Micropaedia) p.408**
2. نذر احمد، حافظ طب نبوی ﷺ (لاہور: پاک مسلم اکادمی، الفیصل مارکیٹ اردو بازار، اشاعت ششم، ستمبر ۱۹۸۲ء) ص ۱۲۱
3. ایس اے رحمان، جسٹس (چیرمین) و اردو جامع انسائیکلو پیڈیا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۷ء) جلد اول، ص ۴۶۰
4. ابن القیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر۔ طب نبوی ﷺ۔ اردو ترجمہ حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اردو بازار، طبع دوم، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۲۲۳
5. ایضاً ص ۲۲۴
6. ایضاً ص ۲۲۵
7. خالد غزنوی، ڈاکٹر۔ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، طباعت سوم، اکتوبر ۱۹۸۸ء) ص ۲۰
8. محمد فاروق کمال، سیرت محمد رسول ﷺ (لاہور: ڈیفینڈرز آف اسلام ٹرسٹ ۱۲۸۔ ایمپریس روڈ، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۷۸
9. صحیح بخاری، کتاب الغازی، باب ۴۸۳، قتل ابی رافع، حدیث ۱۲۶۸
10. جلال الدین سیوطی، علامہ الخصال الکبریٰ، اردو ترجمہ (لاہور: حامد اینڈ کمپنی) جلد اول، ص ۴۰۸
11. روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ مئی ۱۹۷۹ء / اردو جامع انسائیکلو پیڈیا، حصہ اول، ص ۴۶۰

رضاعت---قرآن و حدیث اور

میڈیکل سائنس کی روشنی میں

رضاعت کے لغوی معنی ہیں ماں کا دودھ پینا! فقہی اصطلاح میں اس سے مراد وہ

دودھ پینا ہے جس کی بنا پر دودھ کے رشتہ داروں کا باہمی نکاح ناجائز ہو جاتا ہے (1)۔ اور بچہ کو اس کی ماں کے علاوہ اگر کسی عورت نے دودھ پلایا تو یہ عورت مرضعہ ہے اور رضیع ہے (2)۔ امام ہمام ابو ابرکات عبداللہ بن احمد محمود نسلی علیہ الرحمہ نے کنز الدقائق میں رضاعت کی تعریف یوں رقم فرمائی ہے: ”رضاعت اس کو کہتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک خاص مدت میں کسی عورت کی چھاتی ہے دودھ پیئے اور اس کے سبب وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کے سبب سے حرام ہوتے ہیں (3)۔“

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مجید کی رضاعت کے بارے میں تمام احکام کی تفصیل درج ذیل آیت مبارکہ میں بیان فرمادی ہے :

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ
الرُّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ
إِلَّا وُسْعَهَا لَأْتِضَارًا وَالِدَةٌ لَبِوَالِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ لَبِوَالِدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ
ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط وَإِنْ

أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ
بِالْمَعْرُوفِ وَأَتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (4)۔

ترجمہ: اور مائیں اپنی اولاد (بچوں) کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (یہ) اس کے لیے ہے جو
دودھ کی مدت پور کرنا چاہتا ہے اور جس کا چھ ہے اس کا ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور
لباس حسب دستور۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی حیثیت کے مطابق
ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے چھ سے اور نہ اولاد والے (باپ) کو اس کی اولاد سے (یا
ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو) اور جو باپ کا قلم مقام
(وارث) ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ پھر اگر (ماں باپ) دونوں اپنی رضا اور مشو
رے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان (دونوں) پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ
(دایوں سے) اپنے بچوں کو دودھ پلاؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرایا
تھا، بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (خوب) جان لو کہ یقیناً
اللہ (تعالیٰ) تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

قرآن پاک میں چند اور مقامات پر بھی رضاعت کی مدت، اجرت اور اس کے باعث
حرمت نکاح کا ذکر آیا ہے۔ یہ آیات اور احادیث رسول اللہ ﷺ رضاعت کے بارے میں
فقہی احکام کی بنیاد ہے۔ یہاں ایسی تمام آیات نقل کی جا رہی ہیں تاکہ رضاعت سے متعلق
قرآنی احکام کی تفہیم ممکن ہو سکے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ~~الْبُكْرَةَ~~ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ

و فِصْلَةٌ فِي عَامَيْنِ (5)۔

اور ہم نے انسان کو تاکید کی حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک
کرے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود اسے شکم میں اٹھائے رکھا ہے اور اس کا
دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ
وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (6)۔

اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کو اس کی ماں
نے بڑی مشقت سے (اپنے شکم میں) اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف سے اس کو جنا۔ اور اس کے
حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے۔

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمُ
فَسْتَرْضِعْ لَهُ أُخْرَى (7)۔

پھر اگر وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو تم انہیں ان کی اجرت دو اور (اجرت کے بارے
میں) آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے کوئی
دوسرا دودھ پلائے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ..... وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ

وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ (8)

تم پر حرام کر دی گئیں..... تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا

اور تمہاری بہنیں رضاعت سے

ان آیات مبارکہ سے رضاعت کے حوالے سے متعدد احکام کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ ان میں
درج ذیل امور بیان کیے گئے ہیں۔

1. رضاعت کی مدت
2. ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پلانا۔
3. مطلقہ ماں کی رضاعت
4. رضاعت کی اجرت
5. رضاعت کے باعث حرمت نکاح

مدتِ رضاعت :-

قرآن پاک میں یہ ارشاد ہوا کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ یعنی جو رضاعت کا دورانیہ مکمل کرنا چاہیں وہ دو برس تک اپنے بچوں کو دودھ پلا سکتی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا انتقال ہوا تھا کہ دودھ پینے کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پلانے والی جنت میں مقرر ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، کی عمر اس وقت ایک سال دس مہینے تھی (9)۔ دارقطنی میں ایک حدیث دو سال کی مدت کے بعد کی رضاعت معتبر نہ ہونے کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا رَضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوَائِي (10)۔

کوئی رضاع معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال میں ہو۔

رضاعت کی مدت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تیس ماہ ہے یعنی بچہ ڈھائی برس کے تمام ہو۔، تک جس کا دودھ پیو وہ اس کی مرضعہ ماں ہے اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) نے فرمایا کہ رضاعت کی مدت دو برس ہے (11)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی رضاعت مدت دو برس ہے (12)۔ مولانا وحید الزمان نے لکھا ہے ”ائمہ اربعہ اور اکثر علماء کے نزدیک دو برس کے بعد رضاعت کا اعتبار نہیں اور ابو حنیفہ (علیہ الرحمہ) کے نزدیک ڈھائی برس کے بعد اور زفر کے نزدیک تین برس کے بعد“ (13)۔ بعض خواتین نے یہ مشہور کر رکھا ہے لڑکی اور لڑکے کی مدت رضاعت مختلف ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا امجد علی نے بہار شریعت میں اس کا رد کیا ہے۔ مدت رضاعت کے سلسلے میں وہ رقمطراز ہیں ”بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی۔ بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو

ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں۔ صحیح نہیں ہے۔ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی برس کا زمانہ ہے“ (14)۔

رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو برس ہی ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے احتیاط برتتے ہوئے مزید چھ ماہ کو شامل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں لکھا ہے ”جمہور حنفیہ کے نزدیک اگرچہ کمزور ہو، ماں کے دودھ کے سوا کوئی غذا دو سال تک بھی نہ لیتا ہو تو مزید چھ ماہ دودھ پلانے کی اجازت ہے“ (15)۔

قرآن پاک کے مطابق اگر والدین چاہیں تو دو برس سے قبل باہمی رضا اور مشاورت سے بچے کا دودھ چھڑا سکتے ہیں اور اس میں اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت متعین ہے کہ دو سال تک دودھ پلایا جاسکتا ہے۔ کم سے کم مدت کچھ متعین نہیں۔ بعض عورتوں کے دودھ ہوتا ہی نہیں، بعض کا دودھ چند مہینوں میں خشک ہو جاتا ہے، بعض بچے ماں کا دودھ زیادہ نہیں پیتے یا اُن کو مضر ہوتا ہے تو دوسرا دودھ پلانا پڑتا ہے (16)۔ دو برس سے قبل دودھ چھڑانے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو دو سال سے پہلے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ٹھوس غذا کھا سکیں اور ماں کے دودھ سے بے نیاز ہو جائیں (17)۔ اعداد و شمار سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک فی صد عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو باوجود کوشش کے تین چار مہینوں سے زیادہ اپنے بچے کو دودھ نہیں پلا سکتیں اور تقریباً پانچ فی صد ایسی ہوتی ہیں جو چھ مہینوں سے زیادہ دودھ نہیں پلا سکتیں (18)۔ اسی لیے دو برس سے قبل دودھ چھڑانے کی اجازت دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کسی عورت کو نو مہینے میں بچہ ہو تو اس کی دودھ پلائی کی مدت اکیس ماہ کافی ہے اور سات مہینے میں ہو تو مدت رضاعت تیس ماہ اور جب چھ ماہ میں بچہ ہو تو مدت رضاعت دو سال کامل ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے (19)۔ ظہور اسلام سے قبل مشرق وسطیٰ کے معاشرہ میں ماں کے دودھ پلانے کا عرصہ چار سے پانچ برس تک ہوا کرتا

تھا (20)۔ دو سال کے بعد دودھ پلانا عموماً بچے کو نقصان دیتا ہے۔ یہ نقصان جسمانی یا دماغی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے ماؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ دوسرے تک اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔ اس کے بعد دودھ پلانا مناسب نہیں۔ حضرت علقمہ نے ایک عورت کو دو سال سے بڑے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھ کر منع فرمایا (21)۔

ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف اعضاء عطا کیے ہیں تاکہ اُن سے مختلف امور سرانجام دیئے جاسکیں۔ خالق انس و جان نے ماں کی چھاتی میں اُس کے بچے کی خوراک کا بندوبست فرما دیا ہے۔ اس لیے فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ ماں اپنے بچے کو خود دودھ پلائے اور بغیر کسی مجبوری کے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت سے محروم نہ کرے۔ ماں پر بچے کا حق ہے کہ وہ بچے کو خود دودھ پلائے۔ ماں کے اسی احسان کو یاد دلا کر قرآن پاک اُس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ ثریا بقول علوی کے مطابق ”ماں اس خوشگوار دینی فریضہ کو انجام دے کر ایک طرف روحانی سکون و اطمینان حاصل کرتی ہے تو دوسری طرف اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ توحید کا سبق، رسول (ﷺ) کی محبت اور دین سے غیر معمولی لگاؤ بھی اس کی رگ رگ میں اتارنے کی کوشش کرتی ہے“ (22)۔ مولانا مفتی محمد شفیع کے نزدیک ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ مفتی موصوف اس سلسلہ میں اپنی تفسیر معارف القرآن میں رقمطراز ہیں ”دودھ پلانا دینا مال کے ذمہ واجب ہے۔ بلا عذر کسی ضد یا ناراضی کے سبب دودھ نہ پلائے تو گھنگار ہوگی اور دودھ پلانے پر وہ شوہر سے کوئی اجرت و معاوضہ نہیں لے سکتی جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کیونکہ وہ اس کا فرض ہے“ (23)۔ لیکن رضاعت کے دوران جس طرح بچے کو دودھ پلانا اور اس کی جسمانی ضروریات کا خیال رکھنا بچے کی ماں کا فرض ہے اسی طرح باپ بچے اور اس کی ماں کے نفقہ یعنی اس کے کھانے پینے اور دیگر

لوازمِ حیات کا ذمہ دار ہے۔ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ الباقیہ میں بڑے واضح الفاظ میں لکھا ہے۔

”جو عورتیں اپنے شوہروں کی رضا جوئی، اپنے بچوں کی رضاعت اور ان کی پرورش کا خیال رکھتی ہیں، یقیناً بڑے اجر کی مستحق ہیں“ (24)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئیں (عربی عورتیں) ان میں سے سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو چھن میں اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال کی سب عورتوں سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں (25)۔

عرب کی خواتین بچے کی اپنے شکم میں نشوونما، ولادت، رضاعت اور پرورش کے بعد اس پر اپنے حق کا اظہار کرتی تھیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وَعَاءٌ وَتُدْيِي

لَهُ سِقَاءٌ وَحَجْرِي لَهُ حِوَاءٌ

یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کا غلاف تھا اور میری چھاتی اس کے پینے کا برتن تھی اور میری گود اس کا گھر تھا۔ اس کے بعد وہ عورت بولی ”اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور چاہتا ہے کہ لڑکا مجھ سے چھین لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تو اس کی حقدار ہے جب تک کسی اور نے نکاح نہ کرے“ (26)۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اور وہ شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے کہ جیسا اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے والے اور شب بیداری کرنے والے کو، اور جب اس کو دردزہ ہوتا ہے تو آسمان وزمین کے رہنے والوں کو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی

راحت) کا جو سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی خبر نہیں۔ پھر جب وہ بچے کو جنم دیتی ہے تو وہ اپنے پستانوں سے جو بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس کے دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے اس کو نیکی ملتی ہے اور اگر بچہ کے سبب اس کو اپنی رات کی نیند حرام کرنی پڑے تو اس کو اس صلے میں راہِ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے (27)۔

علامہ ابو بکر علاء الدین الکاسانی (متوفی ۷۵۸ھ) ”بدائع الصنائع فی ترتیب

الشرائع“ ماں کے اپنے بچے کو دودھ پلانے یا نہ پلانے کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے :

”جہاں تک فتویٰ کا تعلق ہے تو فتویٰ یہی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلائے کیونکہ باری تعالیٰ جہاں ”لا تضار والدۃ بولدها“ (کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اس کے بچہ کے باعث) فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ”ولا مولود لہ بولده“ (اور نہ کسی باپ کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچے کے باعث) اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ماں بچے کو باپ کی طرف نہ پھینک دے اور یہ نہ کہے کہ وہ دودھ نہیں پلائے گی کیونکہ اس طرح بچے کو تکلیف پہنچے گی اور جب بچے کو تکلیف پہنچے گی تو والد کو تکلیف پہنچے گی کیونکہ وہ اس کا نختِ جگر ہے۔ دوسرے یہ کہ نکاح تو ایک سکون اور قرب کا عقد ہے اور یہ سکون و قرب اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میاں بیوی دونوں مصالحِ نکاح پر اکٹھے نہ ہوں اور ان مصالحِ نکاح میں سے ایک بچے کو دودھ پلانا بھی ہے۔ لہذا فتویٰ یہی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلائے۔ ہاں اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو بوجہ مذکور اسے مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی دوسری دودھ پلانے والی نہ ملے تو پھر ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اب اگر اسے مجبور نہ کیا گیا تو بچہ ہلاک ہو جائے گا“ (28)۔

لیکن اس جدید دور میں جب کہ مسلم خواتین کو ملازمت کے سلسلے میں (حتیٰ کہ بعض اوقات تعلیم حاصل کرنے کے لیے) گھنٹوں گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے اور وہ ایسا اپنے شوہروں کی مرضی سے کرتی ہیں چونکہ جدید سائنس نے یہ ممکن بنا دیا ہے کہ بچوں کے لیے مصنوعی دودھ کے ایسے فارمولے سامنے آگئے ہیں کہ جن کے ذریعے تیار کیے گئے دودھ کے استعمال

سے بچے کی زندگی کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف قرآن پاک میں والدین کو باہمی رضاد مشاورت سے پوری مدت رضاعت سے قبل کسی وقت بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس دور میں کسی ماں کا مجبوری کے تحت دودھ چھڑادینا کسی طرح غیر اسلامی فعل نہیں ہے بشرطیکہ ایسا کرنے سے بچے کی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو۔ مشہور ماہر حیاتیات اور مذہبی اسکالر ڈاکٹر منور احمد انیس نے قرآنی آیات سے یہی استنباط کیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ رقمطراز ہیں :

The decree in that Muslim women should breast-feed their children. However, it is not considered a religious obligation that women must fulfil. The Quran deems its desirable, provided the parents have a mutual desire for it, and adequate provisions are made available to the nursing mother. On the other hand, the Quran make it clear that breast-feeding should, in no case, be a source of hardship for either parent. (29)-

ڈاکٹر اسرار احمد مرد اور عورت کی ذمہ داریاں الگ الگ سمجھتے ہیں۔ وہ سائنسی انداز میں بقائے ذات اور بقائے نوع کا ذمہ دار بالترتیب مرد اور عورت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک اثر ویو کے دوران اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے یوں لب کشائی کی :

بیالوجی کے اعتبار سے ہر زندہ عنصر کو دو چیلنج درپیش ہیں۔ ایک تو اپنی ذات کی بقا ہے جس کے لیے اسے خوراک چاہیے۔ سرچھپانے کے لیے پناہ گاہ چاہیے، اسے تحفظ چاہیے، دوسرا چیلنج بقائے نوع کا ہے کہ اس کی نسل برقرار رہے، وہ آگے چلے، پھلے پھولے، بقائے نوع کا معاملہ آپ کو غیر ذی حیات میں نظر نہیں آئے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی جو دو جنسیں بنائی ہیں، اس کی اصل حکمت کیا ہے؟ حکمت یہ ہے کہ ایک کام کے لیے زیادہ جسمانی طاقت، قوت ارادی اور اعتماد کی دولت مرد کو عطا کی ہے اور دوسرے کام میں زیادہ بڑا حصہ عورت کے ذمے لگایا گیا ہے۔ تخلیق کے عمل میں مرد کا حصہ

بڑا قلیل ہے، باقی کوئی بوجھ فطرت نے مرد پر نہیں ڈالا۔ حمل کے دوران نو ماہ کی مشقت عورت ہی برداشت کرتی ہے۔ رضاعت کے دور میں عورت ہی دو سال تک بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ مغربی تہذیب کے رجحانات کے زیر اثر عورتیں دودھ پلانے سے کتراتے ہیں۔ اس جدید میڈیسن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عورتوں میں سینے کے سرطان کی بڑی وجہ یہی بن جاتی ہے۔ فطرت کے نظام میں آپ رکاوٹ ڈالیں گے تو وہ اپنا بدلہ خود لے لیتی ہے۔ انہی دو جزوں کا ذکر سورہ لقمان میں آیا ہے۔ جہاں والدین کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہاں زیادہ حصہ ماں کا قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس نے بچے کو پیٹ میں اٹھائے رکھا، پھر اس کو دو سال تک دودھ پلایا، اس عمل میں اس کے جسم کی توانائیاں خرچ ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے پروڈکشن کی ذمہ داری اصلاً عورت پر ڈالی گئی ہے، مرد اس میں محض چند لمحوں کے لیے شریک ہوتا ہے (30)۔

دایہ کی رضاعت

قرآن پاک میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر والدین چاہیں تو اپنے بچے کو کسی دایہ یا انا سے دودھ پلوا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اُسے طے شدہ اجرت ادا کی جائے اور اگر پہلے کچھ مقرر نہ کیا گیا ہو تو اُس زمانے اور علاقے کے رواج کے مطابق اجرت دی جائے۔ رضاعی ماں کا اُس بچے پر بہت حق ہوتا ہے جس کو اُس نے دودھ پلایا ہو۔ حجاج بن ابی حجاج اسلمی سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا ”یا رسول اللہ (ﷺ) میرے ذمہ سے دودھ پینے کا حق کیونکر ادا ہو؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”ایک بردہ میں غلام ہو یا لونڈی“ یعنی ایک بردہ دودھ پلانے والی کو دے دیا تو اس کا حکم ادا ہو گیا (31)۔

زمانہ قبل از اسلام سے اب تک شرفائے مکہ میں بچوں کے لیے بدوی لٹار کھنے کی رسم چلی آرہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بھی عرب کے معززین میں رواج تھا کہ نو مولود بچوں کو رضاعت اور پرورش کے لیے دیہاتی دایوں کے حوالے کر دیا

جاتا تھا تاکہ دیہات کے صاف ستھرے ماحول میں بہتر طور پر نشوونما پا سکیں (32)۔

چنانچہ عربوں میں رضاعی ماں سے دودھ پلوانے کا رواج عام تھا۔ ہمارے پیارے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ چند روز تک ابو لہب کی لونڈی حضرت ثویبہ نے اپنے لڑکے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن حارث کے ساتھ حضور سید ہر عالم ﷺ کو دودھ پلایا (33)۔ اسی لیے آپ ﷺ ان دونوں رضاعی ماؤں کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر بھر اپنی رضاعت کے دوران بنی سعد میں گزارے ہوئے وقت کو یاد رکھا اور جب کبھی موقع آیا تو اس کا اظہار بھی فرمایا۔ لیکن سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”تم سب میں زیادہ فصیح میں ہوں اس لیے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبانی بنی سعد بن بحر کی زبان ہے“ (34)۔

مطلقہ ماں کی رضاعت اور اجرت

اگر بچے کی ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے تو جب تک اس کے نکاح یا عدت کے اندر ہے، اجرت کے مطالبہ کا حق نہیں، یہاں اس کا نان نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہی کافی ہے۔ مزید اجرت کا مطالبہ باپ کو ضرر پہنچاتا ہے اور اگر طلاق کی عدت گزر چکی ہے اور نفقہ کی ذمہ داری ختم ہو چکی ہے، اب اگر یہ مطلقہ بیوی اپنے بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ باپ سے طلب کرتی ہے تو باپ کو دینا پڑے گی کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں ماں کا نقصان ہے۔ شرط یہ ہے کہ معاوضہ اتنا ہی طلب کرے کہ جتنا کوئی دوسری عورت لیتی ہے۔ زائد کا مطالبہ کرے گی تو باپ کا حق ہو گا کہ اس کی جائے کسی انا کا دودھ پلوائے (35)۔

رضاعت اور حرمت نکاح

قرآن مجید میں جہاں نسب کے باعث نکاح کے لیے حرام رشتوں کا ذکر ہے وہاں رضاعی ماؤں اور بہنوں سے بھی نکاح کی حرمت مذکور ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی حرمت رضاعت کا ذکر موجود ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

حَرَّمُوا مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يُحْرَمُ مِنَ النَّسَبِ (36)۔

رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام سمجھو جو خون کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

مسند امام اعظم (علیہ الرحمہ) میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

يَحْرَمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرَمُ مِنَ النَّسَبِ قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ (37)۔

دودھ کے رشتے سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے رشتے سے، خواہ دودھ کم یا بہت زیادہ۔ سنن ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يَحْرَمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرَمُهُ مِنَ الْوِلَادَةِ (38)۔

دودھ پینا نکاح کو حرام کرتا ہے جیسے پیدائش کا رشتہ حرام کرتا ہے۔ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد گرامی سے واضح ہو گیا کہ جن رشتوں سے نسب کی قرابت سے نکاح کرنا حرام ہے، رضاعت کے باعث بھی وہ رشتے حرام ہیں۔ لیکن یہاں فقہاء کرام نے دو مسائل پر مفصل بحث کی ہے۔

اول : کتنی عمر تک دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

دوم : کم از کم کتنی مقدار میں دودھ پینے سے رضاعت کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

گذشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو برس کے اندر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک تین ماہ یعنی پڑھائی برس کے اندر کسی عورت کا دودھ پینے سے وہ اس بچے کی رضاعی ماں قرار پاتی ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس مسئلے پر مفصل گفتگو کی ہے اور ان تمام صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ کے نام گنوائے ہیں جو دو برس کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں :

”یہ قول کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، ان تمام حضرات کا ہے۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ام سلمہ، رضی اللہ عنہم، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا یہی مذہب ہے۔۔۔ امام ابو حنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتاتے ہیں۔ زُفر کہتے ہیں کہ جب تک دودھ نہیں چھڑایا جاتا تو تین سال کی مدت ہوگی۔ امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے کہ اگر کوئی بچہ دو سال سے پہلے چھوڑ دے یا چھڑالیا جائے، پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پیئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی“ (39)۔

دو برس کے اندر ہی دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے متعلق دار قطنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا رَضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوْلَيْنِ (40)۔

کوئی رضاع معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال میں ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے

مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ، وَإِنْ كَانَ مَصَّةً وَاحِدَةً، فَهُوَ يُحَرِّمُ (41)۔

دو برس کے اندر چہ اگر ایک دفعہ بھی دودھ چوسے تو رضاعت کی حرمت ثابت ہو جائے گی۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رضاعت وہی ہے جو دو برس کے
اندر ہو اس کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی (42)۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول
بھی اسی کے حق میں ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

”رضاعت کے دو سال ہیں اس لیے جس نے دو سالوں کے درمیان دودھ پیا اس
کے لیے حرمت کے احکامات ثابت ہوں گے اگر دودھ پلانا دو سالوں کے بعد ہو گا تو اس کے
لیے احکامات ثابت نہیں ہوں گے“ (43)۔

یہ بھی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے
”دودھ چھوڑنے کے بعد کوئی رضاعت نہیں“ (44)۔

یہ مسئلہ کہ کس قدر دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، بھی ایک اختلافی
مسئلہ ہے اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک چہ کا ایک مرتبہ بھی
دودھ پی لینا اور اس کے پیٹ میں اتر جانا حرمت کے لیے کافی ہے۔ یہ قول ہے حضرات علی و
ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، حسن بصری، سعید بن مسیب، طاؤس، عطاء، مکحول، زہری، قتادہ
وغیر ہم کا۔ ابن المنذر نے کہا کہ اکثر فقہاء اسی پر متفق الرائے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک
ایک یا دو بار یا پانچ مرتبہ سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مذہب شافعیہ میں یہ حدیث
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دلیل لائی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن
میں دس مرتبہ چوسنے کا حکم تھا تو اس میں پانچ دفعہ کا منسوخ ہو اور پانچ دفعہ کا باقی رہا جو آخر
وفات آنحضرت ﷺ تک باقی رہا (45)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ روایت بالکل وضعی ہے کیونکہ
حضور نبی کریم ﷺ قرآن پاک کو جس طرح امت میں چھوڑ گئے اب تک اسی حالت میں
موجود ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک اسی طرح ہر قسم کی آمیزش اور قطع و برید سے محفوظ

رہے گا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون (46)

کنز القائق میں بھ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ حرمت کے لیے پانچ گھونٹ پینا شرط ٹھہراتے ہیں (47)۔ اگر شیر خوارگی کی عمر میں کوئی دو تین گھونٹ پی لے تو ان کے نزدیک یہ حرمت ثابت نہیں ہوتی لیکن امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک گھونٹ سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے :

”رضاعت چاہے قلیل ہو یا کثیر اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے“ (48)۔

ابراہیم بن عقبہ نے سعید بن المسیب سے رضاعت کے حکم کے متعلق پوچھا تو حضرت سعید نے کہا جو رضاعت دو برس کے اندر ہو اس سے حرمت ثابت ہوگی بلکہ وہ ایک قطرہ ہو اور جو بعد دو برس کے ہو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی بلکہ وہ مثل اور کھانوں کے ہے (49)۔

ابو بکر رازی نے کہا ہے کہ دودھ تھوڑا ہو یا بہت حرمت کو ثابت کرتا ہے جس طرح تھوڑا بہت کھا لینا افطار روزہ کا باعث ہے (50)۔

رضاعت اور جدید میڈیکل سائنس

اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں کوئی عضو بیکار پیدا نہیں کیا۔ انسانی بدن کے تمام اعضا اس کی اپنی زندگی کے لیے یا اپنی نسل کی بقا کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ پورا عضو تو درکنار اس کے کسی حصے کی مخصوص ساخت میں بھی کوئی نہ کوئی افادیت ضرور ہے۔ قدرت نے عورت کو تخلیقی صلاحیت ودیعت کی ہے۔ اس مقصد کے لیے ولادت سے قبل اور بعد کے کچھ عرصہ کے لیے بچے کی زندگی اور نشوونما کے لیے اس کے جسم کو خاص

اعضاء عطا کیے گئے ہیں۔ رحم مادد میں چھ اپنی تخلیق کے مراحل مکمل کرتا ہے اور ولادت کے بعد عورت کی چھاتی بچے کو غذا فراہم کرتی ہے۔ جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ ماہ کا دودھ پینے سے ماں اور بچے کی صحت پر انتہائی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور روز بروز اس کے بے مثال مزید فوائد آشکار ہو رہے ہیں۔ محمد علی البار نے اپنے ایک پیپر بعنوان **“Breast Feeding and Islamic Teachings”** میں ماں کے دودھ پلانے سے اس کی لوزر اس کے بچے کی صحت پر مرتب ہونے والے مفید اثرات پر بحث کی ہے (51)۔

بچے کے لیے ماں کے دودھ کے طبی فوائد

ماں کا دودھ بچوں کے لیے ایک مکمل غذا ہے، جس میں تمام ضروری اجزاء اور مغذیات شامل ہوتے ہیں، مثلاً لحمیات، چکنائی، شکر، نمک، کیلشیم اور فاسفیٹ وغیرہ۔ لیکٹوز جو نوزائیدہ بچوں کی اہم ضرورت ہے ماں کے دودھ میں زیادہ ہوتا ہے ماں کے دودھ میں یہ کفایت حیاتین ہوتے ہیں، چنانچہ بچوں کو اضافی حیاتین دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ماں کے دودھ میں موجود فولاد بچوں کی آنتوں میں بخولی جذب ہو جاتا ہے۔ اس لیے ماں کا دودھ پینے والے بچے قلت خون کے مرض میں بھی مبتلا نہیں ہوتے۔ ماں کے دودھ میں بہ کفایت پانی موجود ہوتا ہے جو گرم و خشک آب و ہوا میں بھی بچوں کی ضرورت آب پوری کرتا ہے۔ ماں کے دودھ کے علاوہ ایک مخصوص خمیر ہوتا ہے جو چکنائی کو ہضم کرنے میں معاون ہے (52)۔ ماں کے دودھ کے علاوہ کسی دوسرے جانور کا دودھ یا ڈبے کا دودھ قدرت کی طرف سے بچے کے لیے پیدا کردہ شیر مادر کے ہرگز نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پروٹین اور شکریات کے علاوہ ماں کا دودھ کے ۲۰ اجزا گائے کے دودھ سے مختلف ہوتے ہیں (53)۔

کولاسٹرم بطور حفاظتی ٹیکہ

ماں کا دودھ بچے کے لیے دراصل حفاظتی ٹیکہ ہے۔ ولادت کے بعد نو مہینوں تک جراثیم اور عفونتوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں آتا ہے تو ان حالات میں بچے کے لیے نہایت مضبوط دفاعی ماں کی چھاتی ہے۔ ولادت کے بعد دو تین دن تک ماں کی چھاتیوں سے نکلنے والے دودھ یا کھیس (Colostrum) کارنگ زردی مائل ہوتا ہے اور یہ دودھ کی نسبت گاڑھا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی مقدار قلیل ہوتی ہے، مگر یہ بچے کے لیے کافی ہے۔ اس کھیس میں دودھ کی نسبت زیادہ ضد اجسام (Antibodies) اور سفید جسامت خون (White blood cells) ہوتے ہیں اور یہ بچے کے لیے پہلا حفاظتی ٹیکہ بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بچہ بیکٹریا اور وائرس وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

کولاسٹرم میں نشوونما کو فروغ دینے والے عوامل بھی ہوتے ہیں، جن سے بچے کی آنتوں کی نشوونما ہوتی ہے اور ان عوامل کے زیر اثر آنتیں دودھ کو باآسانی ہضم اور جذب کر سکتی ہیں، جبکہ غیر ہضم شدہ لحمیات جذب نہیں ہوتے۔ گائے کا دودھ یا دیگر غذائیں اس عمر آنتوں کو ضرر پہنچاتی ہیں اور الرجی کا باعث ہوتی ہیں۔ کولاسٹرم بچہ غیر ضروری اجزاء اجابت میں خارج کر دیتا ہے اور اس طرح بچہ یا قان سے محفوظ رہتا ہے (54)۔

انفیکشن کے خلاف مدافعت

بچوں کی کثیر تعداد پر تجربات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو بچے ماں کے دودھ پر پلے ہوئے نہیں ہوتے، ان میں امراض کے خلاف قوت مدافعت بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کے لیے ماں کا دودھ عفونت کے خلاف دفاع ہے۔ ماں کا دودھ نہایت صاف اور جراثیم سے پاک ہوتا ہے جو بچوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس میں دافع عفونت اجزاء شامل ہوتے ہیں،

مثلاً سفید جسمیات خون جو بھکڑیا کو ہلاک کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ضد اجسام ہوتی ہیں جو بچے کی اس وقت تک حفاظت کرتی ہیں جب تک چھاپنے ضد اجسام عموماً یعنی اینٹی باڈیز خود بنانا شروع نہیں کر لیتا (55)۔ ماں کے دودھ کے اثر کے آنتوں میں مضر بیکٹریا پیدا نہیں ہوتے اور اس طرح بچے اس سال کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے۔ ماں کے دودھ پینے والے بچوں کو سانس اور کان کی بیماریاں بھی کم ہوتی ہیں، کیونکہ اس دودھ سے الرجی نہیں جو دوسرا دودھ بھری گائے بھینس وغیرہ پینے سے ہوتی ہے۔ ماں کا دودھ پینے والے بچے دو تین سال کی عمر تک کم بیمار پڑتے ہیں اور امراض سے جلد شفا بھی پاتے ہیں (56)۔ محمد علی البار کی تحقیق یہ ہے۔

Breast fed infants develop fewer gastrointestinal infection, respiratory illness and allergi reactions than do artificial ly fed infants(57)

ترکی کے ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق شروع کے چھ مہینوں میں ماں کے دودھ میں ایسی اینٹی باڈیز (Anti bodics) پائی جاتی ہیں جو بچے کو چھوت چھات کی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس میں چیچک سے بچاؤ کی اینٹی بوڈیز اس ماں کے دودھ میں بھی ہوتی ہیں جسے کبھی چیچک نہ ہوئی ہو (58)۔

ماں کا دودھ اور ذہانت

ماں کا دودھ پینے والے بچے دوسرا پینے والے بچوں کی نسبت زیادہ ذہین ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں شائع ہونے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق جن بچوں نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا ہوتا وہ سکول میں اکثر خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں اور کم دوست بناتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق دماغی بیماری شیزوفرینیا کا شکار ہونے والے 70 فیصد بچوں نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا ہوتا۔ اپنی ماں کا دودھ والے بچوں کا اوسط آئی کیو 110 اور گائے کا دودھ پینے والے بچوں کا اوسط آئی کیو 100 نوٹ کیا گیا ہے (59)۔ دراصل ماں کے دودھ میں کچھ ایسے

اجزا ہوتے ہیں جو بچے کی ذہنی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ماں کے دودھ کا درجہ حرارت

کسی بھی مادہ جانور کا دودھ دوہنے کے بعد فوراً جراثیموں کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور اسے استعمال کرنے سے قبل بالنا ضروری ہوتا ہے۔ بعض جراثیم تو دودھ کو نقطہ کھولاؤ تک لہانے کے باوجود تلف نہیں ہوتے۔ اس لیے آج کل پائیزڈ ملک (Pasteurized milk) کا رواج بڑھ رہا ہے۔ بچے کو ڈبوں کا دودھ پلانے کے لیے ٹیل اور بوتل کو گرم پانی سے دھونا پڑتا ہے اور دودھ کو پہلے گرم پانی میں بنا کر ڈھنڈا کرنا پڑتا ہے تاکہ بچہ پی سکے۔ اگر بچہ ماں کی چھاتی سے براہ راست دودھ حاصل کرتے تو اس کا درجہ حرارت ماں کے جسمانی درجہ حرارت کے عین مطابق ہوتا ہے اور یہ انسان کے لیے طبعی درجہ حرارت ہوتا ہے (60)۔ ماں کے دودھ کا درجہ حرارت قدرت نے بچے کے لیے بالکل صحیح بنایا ہے۔ اوپر کا دودھ ہر دفعہ گرم یا ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے لیکن اپنا دودھ پلانے والی کو ایسا کوئی مسئلہ نہیں درپیش نہیں ہوتا (61)۔

بچے کی نشوونما اور صحت

ماں کا دودھ پینے والے بچوں کی نشوونما نارمل ہوتی ہے اور ان کی صحت اس نعمت سے محروم بچوں سے بہتر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اہل مغرب کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔

The particular amino acid composition of human milk may accelerate and even increase cognitive development in the infant. (62)

اعداد و شمار کے مجموعوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اوپر کے دودھ پر پلے ہوئے بچوں کی جسمانی حالت بھی کمزور ہوتی ہے اور ان میں متعدی امراض سے اموات کی شرح بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ اعتبار ان بچوں کے جن کو ماں نے اپنا دودھ پلایا ہو (63)۔

شکم کے امراض سے حفاظت

نومولود بچوں میں پیٹ کے امراض بہت عام ہیں۔ دو برس تک بچوں میں دست اور اسہال بچے کے جسم میں پانی کی کمی اور کمزوری کا باعث بنتے ہیں۔ ڈاکٹر سید سلیم کے مطابق ماں کا دودھ پینے والے بچے اسہال کی بیماری سے محفوظ رہتے ہیں (64)۔ ڈاکٹر مہ جبین شیخ کا کہنا ہے کہ ماں کے دودھ سے بچے کی آنتوں میں تیزابیت بڑھانے والے جراثیم پیدا ہوتے ہیں جو بچے کو پیٹ اور آنتوں کی بیماریوں سے چلاتے ہیں (65)۔

خون بنانے کے عمل میں عدم مداخلت

بیالوجی کے علم کے مطابق یہ اشد ضروری ہے کہ بچے کو شروع کے چھ مہینوں میں ماں کا دودھ لازمی طور پر دیا جائے اس لیے کہ جگر، جو عام طور پر ہاضمہ کے افعال کا مرکز ہوتا ہے اور اس دور میں بچے کا خون بنانے میں مشغول ہوتا ہے اور اگر ابھی سے وہ نظام انہضام کی معاونت شروع کر دے تو خون بنانے کا فعل متاثر ہو گا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے لکھا ہے۔

The liver is heavily loaded because it is producing blood, and hence there is a need for milk. It takes about two full years for the liver to recede into the background as regards blood production. For this reason, suckling should last two years. (66)

جگر پہلے ہی بچہ مصروف ہوتا ہے اور خون بنانے میں لگا ہوتا ہے۔ چنانچہ دودھ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خون بنانے میں لگا ہوتا ہے چنانچہ دودھ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خون بنانے کے سلسلے میں جگر کو پورے دو سال لگ جاتے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اپنے اصل کام کی طرف آئے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کا دودھ بھی دو سال کی عمر تک جاری رہنا چاہیے۔

ماں کا دودھ اور بچے کے دانت

ماں کا دودھ پینے والے بچے کے دانت جب نکلتے ہیں تو کیٹیم کی کمی کے نقص سے مبرا ہوتے ہیں۔ ماں کا دودھ نہ پینے سے دانت کمزور پیدا ہوتے ہیں اور ایسا انسان دانتوں کے بہت سے امراض کا شکار ہوتا ہے اور دانتوں کی بیماریوں مزید بیماریوں کے پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں (67)۔

خطرناک امراض سے حفاظت :

ماں کا دودھ پینے والے بچے اور اپنا دودھ پلانے والی مائیں دونوں فریبی سے نسبتاً محفوظ رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے امراض سے جزوی تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔ ان بچوں کو آئندہ عارضہ رگ دل، ذیابیطس اور بلند فشار خون کا احتمال کم ہوتا ہے کیونکہ ماں کے دودھ میں نمک بھی برائے نام ہیں (68)۔

رضاعت کا نفسیاتی اثر

ماں کا دودھ پینے سے ماں اور بچے میں ربط و تعلق بڑھتا ہے، باہمی محبت پیدا ہوتی ہے، ولادت کے فوراً بعد کے ساعتیں اس تعلق کے قائم اور استوار کرنے میں نہایت اہم ہیں ماں اور بچے ایک دوسرے پر اپنی خوشبو، احساسات اور عکس مرسم کرتے ہیں، جن کے اثرات تازندگی رہتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والا مضبوط تعلق اور قربت قائم ہو جاتی ہے۔ ولادت کے وقت بچے کو ماں کے قریب لانے سے صحت افزا تعلق کی بنیاد پڑتی ہے، اس وقت بچے کی فطری جبلت اپنی حفاظت اور پرورش کے لیے بھی عروج پر ہوتی ہے۔ ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی دوسرا دودھ پینے والے بچوں کو بھی یہ قربت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ

بے جان بوتل کا دودھ تعلق نہیں، بلکہ مغایرت پیدا کرتا ہے (69)

ماہرین نفسیات کے مطابق ماں جب بچے کو دودھ پلاتی ہے تو غیر محسوس لہریں دودھ کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتی رہتی ہیں اور یہی لہریں بچے اور ماں کے درمیان محبت، خلوص اور احترام کا باعث بنتی ہیں (70)۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق ماں کا دودھ پینے سے بچہ نفسیاتی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔

Research on childhood mental disorders had Shown that a Person must suck for two years if his/her mental health is to be robust. A study performed on a global scale has revealed that no child has mental problems in Indonesia and Phillipine, and the research fact is due to the sense of security and tenderness imparted to the baby during two years of suckling in those countries. (71)

بچپن کے زمانے کی تکالیف اور بیماریوں سے متعلق تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر ایک بچہ دو سال تک اپنی ماں کا دودھ پیتا رہے تو اس کی ذہنی صحت مضبوط ہوتی ہے پوری دنیا کی سطح پر مطالعہ نے ظاہر کیا ہے کہ انڈونیشیا اور فلپائن میں کوئی بچہ بھی ذہنی مرض کا شکار نہیں ہے اور تحقیقات کرنے والی کمیٹی نے پتا چلایا ہے کہ اس حیرت انگیز حقیقت کا سبب ان ملکوں میں بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلانا ہے جس سے بچوں کو احساس تحفظ اور شفقت میسر آتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کو اللہ تعالیٰ نے جن ظاہری و باطنی علوم سے نوازا تھا ان میں ایک طب بھی ہے۔ ان کے بعض اقوال انسانی جسم کی ساخت اور فزیالوجی کے متعلق بڑی اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کچھ فرمودات انسانی نفسیات کے ایسے پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں جن کو انسان نے اس زمانے میں جدید تحقیق سے سمجھا ہے۔ حضرت امام جعفر نے شیر خوارگی کے دوران ماؤں کو ایک حکیمانہ صحت فرمائی ہے ان کا ارشاد ہے:

”اپنے شیر خوار بچوں کو اپنے بائیں جانب سلائیں“

فرانس کی کورنیل یونیورسٹی کے اسلامک اسٹڈیز سینٹر (اسٹراس برگ) نے اس نصیحت پر جب طویل تحقیق کی تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پیدائش کے بعد ابتدائی ایام میں جب نو مولود ماں کی بائیں جانب ہوتا ہے تو اس کو دائیں جانب سونے کی نسبت زیادہ آرام ملتا ہے اور اگر اسے دائیں جانب سلا یا جائے تو جلد ہی جاگ اٹھتا ہے اور بے چین ہو کر رونے لگتا ہے۔ مذکورہ تحقیقی مرکز کے محققین نے اپنی تحقیق کا دائرہ صرف سفید فام بچوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے سیاہ فام اور ریڈ ایٹڈ بچوں پر بھی تحقیق کے ذریعے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

اس تحقیقی مرکز نے ہو لوگرانی کے ذریعے ماں کے پیٹ میں جنین کی تصویر لی تو انہوں نے دیکھا کہ ماں کے دل کی دھڑکن کی آوازوں کی لہریں جو تمام بدن میں پھیلتی ہیں، جنین کے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ یوں چھ ماں کے پیٹ میں ماں کے دل کی دھڑکنوں کو سننے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس طرح پیدائش سے قبل یہ عادت بے میں اس قدر نفوذ کر جاتی ہے کہ چھ پیدائش کے بعد اگر ان دھڑکنوں کو نہ سنے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ جس وقت بچے کو ماں کی بائیں جانب سلا یا جاتا ہے تو چھ ان دھڑکنوں کو سن کر پر سکون رہتا ہے لیکن چونکہ دائیں جانب دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں اس لیے چھ مضطرب ہو جاتا ہے۔

عام طور پر مائیں بچوں کو غیر ارادی طور پر اپنے بائیں جانب سلاتی ہیں۔ ماں کا دودھ پینے والا بچہ اور ماں دونوں راحت و مسرت محسوس کرتے ہیں۔ دودھ پلاتے وقت ماں کو موقع ملتا ہے کہ چھ کو پیار سے اٹھائے، غور سے دیکھے اور بچے کو زیادہ سے زیادہ سمجھ سکے۔ دونوں کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ چھ بھی ماں کی شفقت کو پہنچانے گا۔ ڈاکٹر

زید احمد علی، صادق ایچ حسین اور ڈاکٹر احمد ایچ۔ سکر نے اپنے مقالہ بعنوان ”Natural

Therapeutics of Medicine in Islam“ میں شیر خوارگی کے دوران ماں اور

بچے پیدا ہونے والے گہرے قرب کے متعلق لکھا ہے :

One must not forget how close physical contact strengths

the emotional relationship between the mother and child-(74)

بعض تجربہ کار مائیں یہ کہا کرتی ہیں کہ ماں کا دودھ ترک کر دینے کے باعث بچے کی صحت پر برا اثر پڑنے کے علاوہ ایک یہ نقص بھی ہوتا ہے کہ ماں سے اس بچے کو کم لگاؤ ہوتا ہے اور وہ ماں باپ کے اطوار سے کم حصہ پاتا ہے۔ (75)

اردو کے معروف شاعر اکبر الہ آبادی نے طنز یہ انداز میں اس حقیقت کا اظہار کچھ یوں کیا ہے :

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

بچے کو دودھ پلانے کا ماں پر اثر

بچے کو اپنا دودھ پلانے سے ماں کی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں وہ کئی قسم کے خطرات سے محفوظ رہتی ہیں اور دودھ نہ پلانے والی ماؤں کی نسبت جلد حمل وزچگی کے اثرات سے نجات حاصل کر لیتی ہیں۔

دودھ پلانے سے ماں کا حیات نو حاصل کرنا

بچے کی ولادت کے بعد دودھ پلانے والی ماؤں میں آنوکا اخراج آسانی ہوتا ہے اور جریان خون کم ہو جاتا ہے۔ دودھ پلانے والی ماں کی شکل معمول کے مطابق ہو جاتی ہے (76)۔ اس کے علاوہ دودھ پلانے والی ماؤں کا جگر پوری مستعدی سے کام کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح سے ماں کے جسم کے تمام کیمیائی مسائل قدرتی طور پر زیر معاینہ رہتے ہیں۔ مزید یہ کہ چونکہ اس وقت ماں کے خون میں تمام جواہر کو یکجا ہونا پڑتا ہے اس لیے ماں کے خلیے دودھ پلانے کے زمانے میں تمام قسم کی کمی اور قلتوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دودھ

پلانے کے وقت جسم کا پچوٹری گلینڈ پوری طرح مستعد ہوتا ہے اس لیے عام ہارمون بھی سارے اعمال صحیح طریقے سے سرانجام دے رہا ہوتا ہے۔ اس طرح ماں کی نفسیاتی کیفیات بھی بہت اچھی حالت میں ہوتی ہیں۔ ایسی ماں کے ہارمون تو ازن اور ہم آہنگی اور نفسیاتی کیفیات میں سکون کا زمانہ اس کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جسمانی تھکاوٹ کے باوجود بھی دودھ پلانے والی ماں بد مزاجی کا شکار کبھی نہیں ہوتی۔ اس کی اصل وجہ دودھ پلانے کے دوران مختلف قسم کے غدودوں (گلینڈز) کی رطوبتوں میں ہم آہنگی اور توازن کا پیدا ہو جانا ہے (77)۔

اپنا دودھ پلانے والی ماں کا رحم (Uterus) بہت آسانی سے خوبی کے ساتھ سکڑتا اور اپنی طبعی حالت کے زیادہ نزدیک پہنچ جاتا ہے اور ماں بھی بہت جلد تندرست ہو جاتی ہے (78)۔ اس کے علاوہ حمل کے دوران جو چربی ماں کے جسم میں جمع ہو جاتی ہے وہ دودھ پلانے سے دودھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح مرضعہ بغیر کسی پرہیز اور علاج کے موٹاپے سے محفوظ رہتی ہے (79)۔

دودھ پلانے والی ماں کا سرطان سے بچاؤ

اس وقت دنیا بھر میں سرطان (cancer) سے بہت زیادہ اموات واقع ہو رہی ہیں۔ سرطان کئی قسم کا ہوتا ہے، جن میں سے چھاتی (Breast) اور بیضہ دانی (Ovary) کا کینسر صرف خواتین میں ہی ہوتا ہے۔ آج سے دو دہائیاں قبل کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں ہر سال ۲۵۰۰۰ خواتین چھاتی کے سرطان (Breast Cancer) سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ہر پچیسویں عورت اس موذی مرض سے مرتی ہے۔ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی پانچ فیصد خواتین کو چھاتی کا سرطان ہو جاتا ہے۔ برطانیہ میں سالانہ 10,000 اور آسٹریلیا میں 1,000 خواتین چھاتی کے سرطان کا سبب لقمہ اجل

بنتی ہیں (80)۔ مغرب کی خواتین میں چھاتی کے سرطان سے اس قدر زیادہ اموات کا سبب ان کا اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلانے سے گریز ہے۔ کیونکہ جو مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں چھاتی کے سرطان کا خطرہ کم ہو جاتا ہے جبکہ بیضہ دانی کے سرطان سے بھی تحفظ حاصل ہوتا ہے (81)۔ اس حقیقت کا اعتراف انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

Breast that have never given milk----- are more prone to develop cancer(82)

ڈاکٹر ہلوک نور باتی نے اپنا دودھ پلانے والی خواتین کے چھاتی کے سرطان میں شاذ و نادر ہی مبتلا ہونے کے متعلق لکھا ہے۔

Health Statistics gathered the world over have shown that cancer of the breast occurs seldom in mothers who suckle their infants for 1-2 yeras. Mothers who do not suckle, on the contrary, run the greatest risk of contracting this disease . If only for this reason, 1-2 yeads of suckling by mothers ranks among the requisites of cancer preventi on.(83)

پوری دنیا کے حاصل کردہ اعداد و شمار سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان ماؤں میں جنہوں نے ایک سال تک بچے کو اپنا دودھ پلایا ہو، سینے کا کینسر شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ مگر جن ماؤں نے بچوں کو اپنا دودھ نہ دیا ہو، ان کو اس بیماری کے لگنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ صرف اسی وجہ سے ہی ایک سے دو سال تک ماں کا دودھ پلانا خود اس کے لیے کینسر سے بچاؤ کا ایک موثر ذریعہ ہو سکتا ہے۔

شیر خوارگی بطور مانع حمل

جب بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے تو اس کے ماں جسم پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں

۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اپنا دودھ پلانے والی خواتین کے ہاں آئندہ ہونے والے بچوں کی ولادت میں وقفہ بڑھ جاتا ہے۔ حمل کو روکنے کے لیے اپنا دودھ پلانا نہایت اہم طریقہ ہے، ہر طیکہ دودھ بار بار پلایا جائے۔ چھ ماں کی عمر تک جب ماں اپنا دودھ پلاتی ہے، حمل نہیں ٹھہرتا۔ جب چھ ماں کی عمر کے بعد دیگر غذائیں کھانا شروع کرتا ہے تو ماں کے لیے مزید ولادت کا امکان بڑھتا ہے (84)۔ دودھ پلانے والی ماں کے رحم (Womb) اور بیضہ دانیوں (Ovaries) کو آرام و سکون کے لیے وقفہ مل جاتا ہے۔ اگرچہ ہر وقفہ دودھ پلانے کے وقت کے برابر نہیں ہوتا لیکن پھر بھی ماں کے جنسی اعضاء کم از کم دو سے چھ ماہ کا جو آرام میسر آتا ہے، وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے دوران رحم اور بیضہ دانیوں کی عام تکالیف کا ازالہ ہو جاتا ہے (85)۔

ڈاکٹر منور احمد انیس رضاعت (Lactation) کو قدرتی مانع حمل (Natural Contraceptive) قرار دیتے ہیں (86)۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس حقیقت کو یوں

بیان کیا گیا ہے:

In Homo sapiens, breast-feeding provides the basis for nature's own method of birth control (87)

انسان میں چھاتی سے دودھ پلانا فطرت کو برتھ کنٹرول کے طریقے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

آر۔ وی۔ شارٹ (R.V. Short) ماں کے دودھ پلانے کو سب سے کامیاب مانع حمل تدبیر قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے:

Throughout the world as a whole, more births are prevented by lactation than all other forms of contraception put together (88)

دنیا میں مجموعی طور پر مانع حمل تمام طریقوں کے استعمال سے کہیں زیادہ (بچوں کی) پیدائش کو رضاعت سے روکا جاتا ہے۔

حسام ای۔ فاضل نے ”Breast-feeding and Contraception“ کے عنوان سے ایک تحقیقی پیپر لکھا ہے جس میں ماں کے دودھ پلانے کے متعدد فائدے گنوائے ہیں۔ انہوں نے اسے بچوں میں وقفہ بڑھانے کے لیے انتہائی سود مند قرار دیا ہے (89)۔ ڈاکٹر منور احمد انیس نے رضاعت کے دوران عورت کے جسم میں ہونے والی ہارمون کی تبدیلیاں کی وضاحت کی ہے۔ ان کے مطابق حاملہ خواتین میں عام عورتوں کی نسبت ایک ہارمون (Prolactin) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ بچہ کی ولادت کے بعد اس کی مقدار دودھ نہ پلانے والی ماؤں میں دو سے تین ہفتوں کے دوران نارمل ہو جاتی ہے۔ جس کے باعث ان میں چار سے پانچ ہفتوں میں انڈے بننے کا عمل (Ovulation) شروع ہو جاتا ہے جس سے عورت کو دوبارہ حمل کا امکان ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ خواتین جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہیں، ان میں رضاعت کے عرصہ کے دوران (Prolactin) کی زیادہ مقدار قائم رہتی ہے۔ مزید برآں بچے کے دودھ پینے کے عمل میں بھی پرولیکٹن کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ جو دوسرے ہارمون کے سرفراز میں مداخلت کرتا ہے۔ دودھ پلانے کے دوران ایک ہارمون (LHRH) کا اخراج نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایل ایچ (Luteinizing Hormone) بیضہ دانی میں انڈے بننے کا عمل کو تحریک نہیں دے سکتا۔ لیکن جو نئی بچہ دودھ پینا کم کر دیتا ہے تو پرولیکٹن کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور ایل ایچ کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے جس سے انڈے بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح بچے کو دودھ پلانے سے ماں میں جب تک (Ovulation) شروع نہیں ہوتی، نئے حمل کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس سے واضح ہوا کہ اپنے بچے کو دودھ پلا کر ماں اپنے بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفے کا اہتمام کر سکتی (90)۔

غیلہ

الْغَيْلَةُ کے معنی ہیں دھوکا، غفلت سے مار ڈالنا حاصل کے وقت دودھ پلانا۔ ڈاکٹر

عبدالرحیم کے مطابق عربی زبان میں غلیل یا غلیلہ سے مراد حاملہ ماں کا چمے کا دودھ پلانا ہے۔ ایسے ہی دودھ پلانے والی بیوی کے ساتھ تعلقات کے لیے بھی یہ لفظ بولتے ہیں۔ (92)۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے مطابق الغلیلہ یہ ہے کہ پلاتے وقت مرد اپنی اہلیہ سے مباشرت کرے۔ ایک چمے الغلیل حاصل کرتا ہے اگر دودھ پلانے کے دوران اس کی ماں وظیفہ زوجیت ادا کرے۔ جب ایک عورت دودھ پلاتی ہو اور وہ حاملہ ہو جائے تو اس کا دودھ بھی الغلیل حاصل کر لیتا ہے (93)۔

”حضرت جذامہ بنت وہب الاسدیہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو شیر خوار چمے کی موجودگی میں بیوی سے مباشرت سے روک دو، لیکن جب معلوم ہوا کہ اہل فارس اور اہل روم کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو میں نے یہ خیال ترک کر دیا“

اس کے بعد اس روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ”عزل“ کی بابت پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”یہ چھوٹی طفل کشی ہے“ (94)۔

علامہ شوقانی فرماتے ہیں چونکہ جذامہ کی روایت کردہ حدیث دوسری کثیر احادیث کے معارض ہے اس لیے بعض ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے (95)۔ امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہتے ہیں کہ کچھ محدثین جذامہ کی روایت کردہ حدیث کو اس حقیقت کے پیش نظر ضعیف قرار دیتے ہیں کہ یہ اس مسئلہ پر موجود ساری دوسری حدیثوں کی مخالفت کرتی ہے (96)۔ پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (97)۔

صیام رمضان اور رضاعت

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مسلمانوں پر روزے فرض کیے ہیں لیکن اگر کوئی علیل ہو یا

سفر میں ہو تو بیمار تندرست ہو کر اور مسافر سفر سے گھر لوٹ کر روزے رکھے۔ ہر معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی ضعیف العمر ہوتے ہیں یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں جس سے ٹھیک ہونے کا کوئی امکان نہیں ہو تا یا روزہ رکھنے سے ان کی بیماری میں شدت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کے لیے ارشاد فرمایا۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (98)۔

اور جنہیں اس (روزہ رکھنے) کی طاقت نہ ہو وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی کے مطابق ان میں بہت بوڑھے لوگ یا خاص حالات میں مبتلا لوگ شامل ہیں۔ انہوں نے اس میں حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کو شامل کرنے کے متعلق امام شافعی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

The Shafi'is is would include a woman expecting a child, or on who in nursing a baby, but on this point opinion is not unanimous, some holding that they ought to put in the fasts later, when they can (99)۔

سنن ابو داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ”وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ“ باقی ہے حاملہ اور دودھ پلانے والی کے حق میں جن سے روزہ نہ رکھا جائے یا روزہ رکھنا ضرر کرے (100)۔

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مرضہ اور حاملہ کو اپنے بچے کے نقصان کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھ کر کھانا کھا سکتی ہے (101)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسافر کو روزہ اور نصف نماز معاف فرمادی ہے۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ معاف ہے“ (102)۔

علامہ محمد مہدی استانبولی نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح بتایا ہے (103)۔ امام ابن ماجہ قزوینی علیہ الرحمہ نے بھی اس مفہوم پر مبنی یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے نقل کی ہے۔

قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُبْلَى الَّتِي تَخَافُ عَلَيَّ

نَفْسِهَا أَنْ تُفْطِرَ وَلِلْمَرْضِعِ الَّتِي تَخَافُ عَلَيَّ وَوَلَدَهَا (104)۔

رسول اللہ ﷺ نے حاملہ عورت کو روزہ رکھنے کی رخصت دی ہے جس کو اپنی جان کا ڈر ہو۔

اسی طرح دودھ پلانے والی کو جس کو ڈر ہوا اپنے بچے کا۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنا سے سوال ہوا کہ حاملہ عورت اگر اپنے حمل کا خوف کرے اور روزہ نہ رکھ سکے تو انہوں

نے کہا روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو ایک مد گیہوں دے (105)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ام ولد باندی (جس کو اپنے آقا سے اولاد ہوئی ہو) سے

کہتے تھے، تیرا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو روزہ نہیں رکھ سکتے اس لیے تجھے فدیہ دینا ہو گا اور قفا

نہیں آئے گی (106)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک عورت حاملہ اور مرضعہ پر

جب وہ فدیہ دے چکے روزے کی قضا نہیں ہے (107)۔

علامہ ابو بکر علاؤ الدین الکاسانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۵۸ھ) نے بدائع الصالح فی ترتیب

الشرائع میں لکھا ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر یہ خوف ہو کہ اس حالت میں

روزہ رکھنے سے بچے کو ضرر پہنچے گا تو انہیں روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے۔ انہوں نے یہ بھی

لکھا ہے کہ ہمارے (حنفیوں کے) نزدیک حاملہ اور مرضعہ پر صرف قضا لازم ہے، فدیہ

نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فدیہ اور قضا دونوں لازم ہیں اور فدیہ یہ ہے کہ ہر

دن کے عورض ایک مد گندم دے (108)۔

اس مسئلہ میں صحابہ اور تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے روایت

ہے کہ حاملہ اور مرضعہ صرف قفا کریں گی اور فدیہ نہیں دیں گی۔ حنفیوں نے اس کو اختیار کیا

(286)

ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابی اور مجاہد علیہ الرحمہ تابعی سے مروی ہے کہ یہ دونوں قص قفا کریں اور فدیہ بھی دیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اسے اپنایا ہے (109)۔ مولانا وحید الزمان سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ اگر مسکین کو کھانا کھلا دیں تو پھر روزوں کی قضا ان پر واجب نہ ہوگی (110)۔

<http://t.me/Tehqiqat>

حواشی

1. اردو دائرۃ معارف اسلامیہ (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۳ء) جلد 10، ص ۳۰۱
2. فتاویٰ عالمگیریہ، اردو ترجمہ فتاویٰ ہندیہ از علامہ سید امیر علی (لاہور: حامد اینڈ کمپنی، س، ن) حصہ دوم ص ۲۶۶
3. نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، کنز الدقائق، اردو ترجمہ احسن المسائل (کراچی: سعید اینڈ کمپنی، جولائی ۱۹۸۱ء) ص ۱۱۸
4. البقرة ۲: ۳۳۳
5. النہن ۳۲: ۱۴
6. الاحقاف ۴۶: ۱۵
7. الطلاق ۶: ۶۵
8. النساء ۴: ۲۳۰
9. لکن کثیر، علامہ حافظ عماد الدین، تفسیر لکن کثیر اردو (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۳ء) جلد اول، ص ۳۳۰
10. لکن حجر عسقلانی، حافظ شہاب الدین احمد۔ بلاغ الرام، مترجم مولانا عبدالنواب محدث ملتان (ملتان: فاروقی کتب خانہ سیردن پورہ گیٹ، ۱۹۷۹ء) ص ۳۶۳
11. فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب الرضاع، اردو ترجمہ فتاویٰ ہندیہ از علامہ سید امیر علی (لاہور: حامد اینڈ کمپنی) حصہ دوم، ص ۲۶۶، ۲۶۷
12. نسفی، کنز الدقائق اردو ترجمہ احسن المسائل، ص ۱۱۹
13. سنن ابوداؤد، اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی، اردو بازار، ۱۹۸۳ء) جلد دوم، ص ۱۲۷ (فائدہ)
14. امجد علی، مولانا۔ بہار شریعت۔ حصہ ہفتم ص ۲۰ (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)
15. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل ۱۹۸۳ء) جلد ہفتم، ص ۸۰۵۔

16. ایضاً
17. شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم مولانا عبدالرحیم (لاہور: قومی کتب خانہ دسمبر ۱۹۸۳ء) حصہ دوم، ص ۵۹۴
18. گھریلو انسائیکلو پیڈیا (لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، اکتوبر ۱۹۸۸ء) ص ۱۰۱، ۱۰۰
19. تفسیر ابن کثیر اُردو (لاہور: معتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۶ء) جلد پنجم۔ ص ۱۰۱
20. نوری باقی، ڈاکٹر ہلوک، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی: انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۳۵۶
21. تفسیر ابن کثیر اُردو۔ حصہ اول، ص ۳۳۱
22. ثریا بتول علوی۔ اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ (لاہور: حراپبلی کیشنز، اُردو بازار، جنوری ۱۹۹۰ء) ص ۹۸
23. محمد شفیع، مفتی معارف القرآن (کراچی: ادارہ معارف القرآن، جون ۱۹۸۱ء) جلد اول، ص ۵۸
24. شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ ص ۵۹۴
25. مشکوٰۃ المصابیح جلد، ص ۲۶۷
26. سنن ابوداؤد باب ۱۲۳ (احقُّ بالوئد) حدیث ۵۰۶
27. طبرانی بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، / اشرف علی تھانی۔ بہشتی زیور
28. الکاسانی، علامہ ابو بکر، علاء الدین۔ بدائع الصالح فی ترتیب الشرائع، اُردو بازار ترجمہ حافظ محمد سعد اللہ (لاہور: مرکز تحقیق، دیاسنگھ ٹرسٹ لائبریری، جولائی ۱۹۹۳ء) جلد چہارم۔ ص ۱۱۰
29. Anees, Munawar Ahmad, Islam and Biological Future (London: Mansell Publishing Limited, 1989) PP. 125-126
30. اسرار احمد، ڈاکٹر۔ اسلام میں عورت کا مقام (لاہور: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، بار چہارم جنوری ۱۹۸۹ء) ص ۱۱۳
31. جامع ترمذی، أبواب الرضاع، باب ما یندھبُ مُذمَّةُ الرضاع، پہلی حدیث مترجم مولانا بدیع الزمان (لاہور: نعمانی کتب خانہ، ۱۹۸۸ء) جلد اول، ص ۴۱۳
32. اُردو دائرۃ معارف اسلامیہ، جلد 10، ص ۳۰۲
33. محمد بن سعد۔ طبقات ابن سعد، اُردو ترجمہ غلامہ عبداللہ العمادی (کراچی: نفیس اکیڈمی، دوسرا

ایڈیشن) جلد اول (اخبار النبی ﷺ) ص، ۱۶۳، ۱۶۵ / محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، سیرت المصطفیٰ ﷺ
جلد اول، ص ۱۲۵

34. طبقات ابن سعد ۱: ۱۷۳
35. محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن ۱: ۵۸۴
36. صحیح بخاری شریف، کتاب النکاح، باب ۵۷، حدیث ۱۰۰
37. مسند امام اعظم، کتاب الرضاع، باب ۱۳۲، حدیث ج/۲۸۳، مترجم دوست محمد شاکر (لاہور):
حامد اینڈ کمپنی) ص ۲۲۸
38. سنن اردو بازار، باب ۸۴، حدیث ۲۸۷ / الموطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۱، حدیث ۱۵
39. تفسیر ابن کثیر اردو بازار، جلد ۱، ص ۳۳۰
40. ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام، ص ۳۶۳
41. الموطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۱ (رضاع الصغیر) حدیث ۵
42. ایضاً، حدیث ۶
43. کنز العمال، نمبر ۱۵۶۹۶ ڈاکٹر محمد رداس قلعہ، جی فہمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، مترجم مولانا
عبدالقیوم (لاہور: ادارہ معارف اسلامیہ منصورہ، اکتوبر ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۰
44. بیہقی، جلد ہفتم، ص ۳۶۱ / ابن ابی شیبہ، جلد اول، ص ۲۲۲ / فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۳۵۰
45. مسند امام اعظم، ص ۲۲۸
46. الحجہ ۱۵: ۹
47. نسلی، کنز الاقاہق، اردو ترجمہ احسن المسائل، ص ۱۱۸
48. ابن ابی شیبہ، جلد دوم، ص ۲۲۲ سنن بیہقی، جلد ہفتم، ص ۲۵۷ / فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ص
۳۵۱
49. الموطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۱ (رضاع الصغیر) حدیث نمبر ۱۰
50. مسند امام اعظم، ص ۲۲۸
51. Al-Bar, Mohammad Ali,: Breast Feeding and Islamic Teaching
the Journal of IMA 25 (2) 80-83 (1993)
52. اسلم، ڈاکٹر سید، صحت سب کے لیے (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۲۲
53. ہمدرد صحت (ماہنامہ) کراچی، جلد ۶۹، شمارہ ۱۰۰ (جنوری ۲۰۰۱ء) ص ۴۹

54. اسلم، ڈاکٹر سید، صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۱
55. گھریلو انسائیکلو پیڈیا (لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم، اکتوبر ۱۹۸۸ء) ص ۹۷
56. اسلم، ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۱، ۴۲۲
57. علی البار، محمد علی۔ حوالہ مذکور
58. ہلوک نورباقی، ڈاکٹر۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، اردو ترجمہ سید محمد فیروز شاہ ص ۳۵
59. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۹۷
60. گھریلو انسائیکلو پیڈیا، ص ۹۷
61. مہر جبین، شیخ ڈاکٹر، حاملہ (نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اول ۱۹۹۳ء) ص ۱۶۸
62. Newton N. "Battle Between Breast and Bottle" *Psychology Today*, July 1972, PP. 68-89
63. گھریلو انسائیکلو پیڈیا، ص ۹۷
64. اسلم، ڈاکٹر سید، صحت سب کے لیے، ص ۴۲۲
65. مہ جبین شیخ، ڈاکٹر حاملہ، ص ۱۶۳
66. Haluk Nurbaki, Dr. Verses From the Holy Koran and the Facts of Science, Translated by Metin Beynam (Karachi: Indus Publishing Corporation, 1992)
67. محمد طارق محمود، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اول، ص ۳۸۳
68. اسلامی ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لیے ص ۴۲۲
69. ایضاً ص ۴۲۲-۴۲۳
70. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اول ص ۳۷۶
71. ہلوک نورباقی، کتاب مذکور، ص ۳۸۵
72. مہ جبین شیخ، حاملہ، ص ۱۶۳
73. روحانی ڈائجسٹ (ماہنامہ) کراچی، جلد ۲۲، شمارہ ۶ (مارچ ۲۰۰۰ء-۱۲۲۰ھ) ص ۱۳۳
74. Shahid Athar, (ed), *Islamic Medicine* (Karachi Islamic Publishing House, 1989) P.114
75. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس جلد اول، ص ۳۸۱

(291)

- .76 اسلم سید ڈاکٹر، صحت سب کے لیے۔ ص ۳۲۲
- .77 ہلوک نورباتی، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی: انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۳۵۸، ۳۵۷
- .78 گھریلو سائیکلو پیڈیا۔ ص ۹۸
- .79 مہ جبین شیخ، حاملہ۔ ص ۱۶۸
- .80 John F.Knight, Family medical care (warbuston) Victoria: Signs Publishing Co, 1982) Vol3, P.57
- .81 اسلم سید۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۳۲۲
- .82 The New Encyclopaedia Britannica (The University of Chicago, 1986) Vol.2 (Micropaedia), P.492
- .83 Haluk Nurbaki, Op. Cit., P.385
- .84 اسلم سید۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۳۲۲
- .85 Haluk Burbaki, Op.Cit, P. 386
- .86 Anees, Munawar Ahmad, Op.Cit, P122
- .87 The New Encyclopaedia Britannica (Macropaedia) Vol. 15, P.113
- .88 R.V. Short, 'The Function of Human Reproduction', Proceedings of the Royal Society of London, Series B,195, 17(1976).
- .89 Hossam E.Fadel : Breast-Feeding and Contraception, The Journal of IMA, 25(2)51-53(1993)
- .90 Anees, Munawar Ahmad, Op. Cit, P.122-123
- .91 المنجد عربی اردو (کراچی: دارالاشاعت، جولائی ۱۹۷۵ء) ص ۷۲۳
- .92 عبدالرحیم عمران، پروفیسر ڈاکٹر۔ اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی۔ مترجم ڈاکٹر شیدا احمد جالندھری (اسلام آباد: اقوام متحدہ فنڈ برائے آبادی، ۱۹۹۳ء) ص ۲۲۹
- .93 Anees, Munawar Ahmad, Islam and Biological Future P. 128.
- .94 المنوط الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۳، حدیث ۱۶
- .95 نیل الادوار شرح منقی الاخبار (مصر: ۱۹۱۶ء) جلد ششم، ص ۲۱۰

96. ابو الحسن محسن ابراہیم۔ جدید حیاتیاتی علوم اور اسلام، اردو ترجمہ اسرار احمد خان (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء) ص ۴۹، ۵۰
97. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر۔ بہبود آبادی کا اسلامی تصور (لاہور: دوست ایسوسی ایشن، ۱۹۹۶ء) ص ۳۲-۳۶
98. البقرة ۲: ۱۸۴
99. **Abdullah Yusuf Ali, The Holy Quran-Translation and Commentary (Beirut: Dar al-Quran Karim, 1413 A.H) P. 72**
100. سنن ابوداؤد، باب ۱۸۱، حدیث ۵۴۷
101. سنن ابوداؤد، مترجم وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۳ء) جلد دوم، ص ۲۲۶
102. احمد بن شعیب نسائی امام۔ سنن نسائی۔ کتاب الصیام۔ باب وضح الصیام عن الحلی والمرضع سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام حدیث ۱۵۷۹ مترجم دوست محمد شاکر (لاہور حامد اینڈ کمپنی)
103. محمود مہدی استانبولی۔ تھہ العروس، اردو ترجمہ (کراچی: دارالاشاعت) ص ۴۸۷
104. محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی، ابو عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الصائم باب ماجاء فی الأقطار للحامیل والمرضع، حدیث ۱۵۸۰
105. مؤطا امام مالک، باب قدیہ من افطرف رمضان مترجم وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی، ربیع الاول ۱۳۹۸ھ) ص ۲۲۳
106. محمود مہدی استانبولی۔ تھہ العروس۔ ص ۴۸۶
107. وحید الزمان، علامہ۔ فوائد کشف المغطاء، ترجمہ و شرح مؤطا امام مالک۔ ص ۲۲۳
108. الکاسانی بدائع الصالح فی ترتیب الشرائع، مترجم مولانا طفر اللہ شفیق (لاہور: مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، جولائی ۱۹۹۳ء) جلد دوم، ص ۲۹۵
109. ایضاً۔ ص ۲۹۵، ۲۹۶
110. سنن ابن ماجہ، مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: المحدثین اکیڈمی) جلد اول، ص ۶۸۴

مجانِ وطنِ پاکستانیوں کے لئے مفید و معلوماتی کتب

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ

میں

قائد اعظم

سید صابر حسین بخاری

صفحہ: 78 ہدیہ: 30 روپے

حفاظتِ ناموسِ حضور ﷺ

کی اہمیت

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ

(ایم اے، پی ایچ ڈی)

صفحہ: 72 ہدیہ: 24 روپے

۱۲ معلومات افزا ابواب پر مشتمل
قائد اعظم کی مذہبی و روحانی زندگی پر منفرد کتاب

قائد اعظم کا مسلک

سید صابر حسین بخاری

(برہان شریف، انک)

صفحہ: 480 ہدیہ: 200 روپے

عید میلاد النبی ﷺ

قائد اعظم

اور

علامہ محمد اقبال

سید نور محمد قادری

سید صابر حسین بخاری

صفحہ: 48 ہدیہ: 20 روپے

قارئین کرام

اس کتاب کے لئے خاصی عرق ریزی اور جائگشتانی سے کام کیا گیا ہے لیکن اگر آپ اس میں خدانخواستہ کوئی لفظی یا معنوی غلطی دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔ شکر یہ (ادارہ)

ملنے کے پتے

- 1- بزم رضویہ 14/37 داتا نگر، بادامی باغ، لاہور
- 2- مکتبہ قادریہ - دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور
- 3- محبوب بک ڈپو، اردو بازار، لاہور
- 4- عمر سنز، اردو بازار، لاہور
- 5- گلستان رضا، بھمبر، آزاد کشمیر
- 6- فیضان طیبہ لائبریری، نزد نورانی مسجد، عقب ایم بلاک، وحدت کالونی، لاہور
- 7- پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور

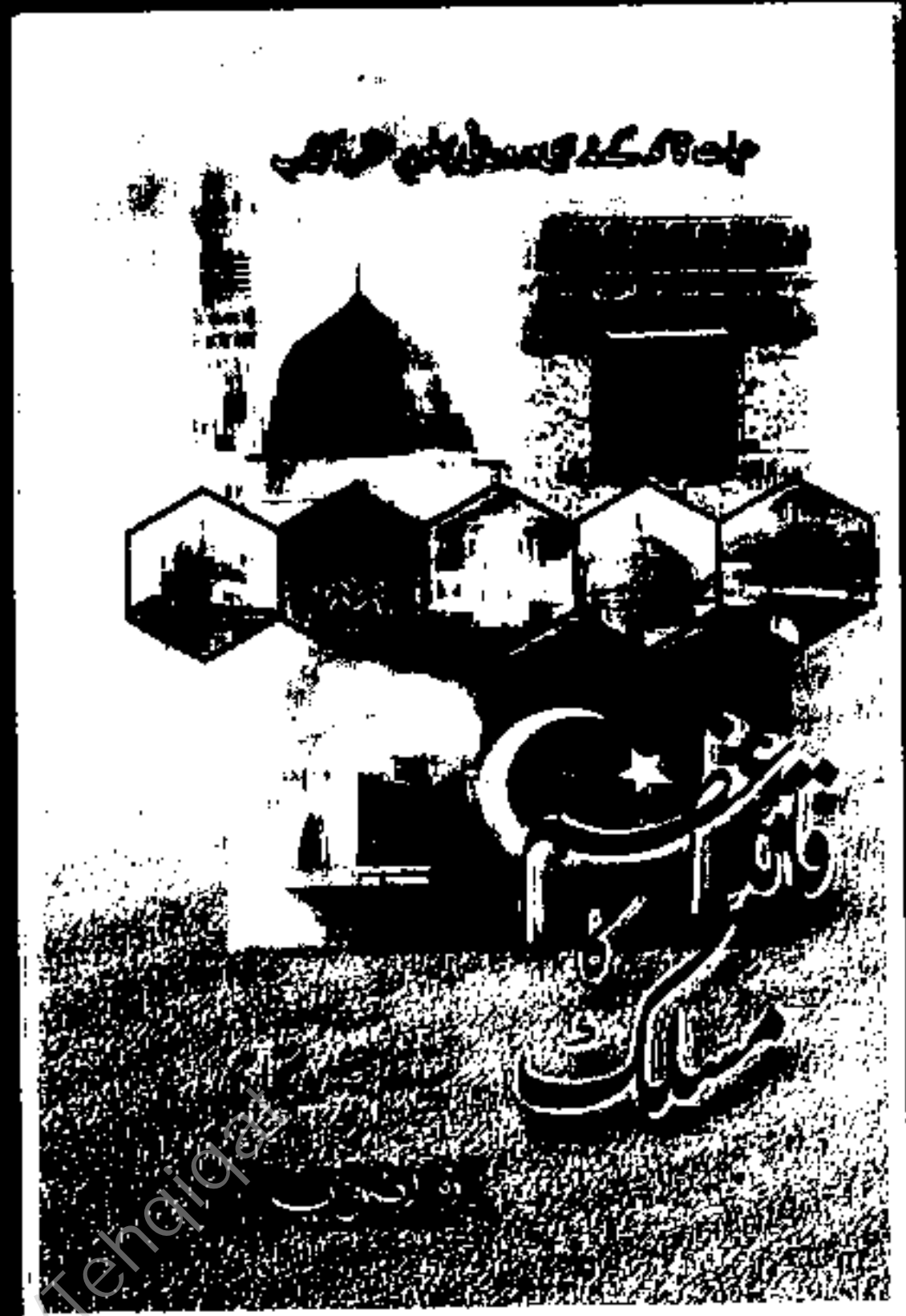
Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بازوق قارئین کیلئے اچھی کتابیں



بازوق قارئین کیلئے اچھی کتابیں

